فہرست مضامین رُوحِ رمضان

عنوانات	صفحہ
…ی حقیقت	۷
…افکار کے بغیر تزکیہ عمل غلط ہے	۱۱
…عمل مومن	۱۳
…ی عبادات میں نماز	۱۶
…زے کی فرضیت	۱۹
…یف فرض	۲۰
…ائے رکوع کا نفسیاتی تحقیقی تجزیہ	۲۳
…نصاریٰ پر روزوں کی فرضیت	۲۴
…وزہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے	۲۵
…ی علیہ السلام اور چالیس …ن کے روزے	″
…وم داؤدی	۲۷
…یل میں روزوں کا ذکر	″
…روزوں کا فائدہ اور مقصد	۲۹
…قطہ نگاہ روزہ	۳۰
…تقوےٰ کی حقیقت	″
…تقویٰ کی لغوی تحقیق	۳۱
…روزے سے تقوے کا حصول کیسے	۳۳
…روزے کی تعریف فقہ کی نگاہ میں	۳۴
…وزہ داروں کے درجات	
…م غزالی کی نگاہ میں	۳۶
…بہشت میں روزے کا مقام	۳۸
…تراویح رمضان … جبریہ	[illegible]

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۲	شب قدر	۴۰
۲۳	شب قدر، نزول ملائکہ اور آخری عشرے میں روزہ دار کا روحانی عروج	۴۱
۲۴	تقویٰ اور متقین کا صلہ	۴۳
۲۵	یہ انعام کیوں	۴۴
۲۶	روزوں کی قضا بیمار اور مسافر پر	″
۲۷	روزے کی طاقت کے باوجود ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم بدل چکا ہے	۴۶
۲۸	حرمت شراب	۴۷
۲۹	طاقت کے باوجود فدیہ کافی نہیں	۵۳
۳۰	علامہ جریر طبری اور روزوں کی رخصت	۵۸
۳۱	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۵۹
۳۲	کیا یہ تحقیق درست نہ ہوگی	۶۱
۳۳	روزے کے اسرار اور اس کا فلسفہ	
۳۴	عظیم الشان قربانی	۶۵
۳۵	توفیق شکر	۶۷
۳۶	مسکینوں پر رحمت	۶۸
۳۷	مساوات	۶۹
۳۸	اصلاح معاشرہ	۷۰
۳۹	صبر و تحمل	″
۴۰	ترکِ عبادات	۷۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۴۱	شمسی و قمری حساب	۷۳
۴۲	بارہ مہینوں کا وجود قرآن کی تاریخی روشنی میں	۷۴
۴۳	عربوں میں چاند کا حساب	۷۵
۴۴	شمس و قمر آیات الٰہی ہیں	۷۸
۴۵	حفاظت تاریخہائے قمری	۸۰
۴۶	رویت ہلال	۸۳
۴۷	رویت ہلال کو معیار روزہ قرار دینے کی حکمت	۸۴
۴۸	علم نجوم معیار ہلال نہیں	″
۴۹	ہلال کے حجم پر قیاس آرائی	۸۷
۵۰	رویت ہلال کے مسئلے کی تنقیح	″
۵۱	رویت کے بعض دیگر مسائل	۸۸
۵۲	جماعت کثیر کا مطلب	۹۱
۵۳	یوم شک میں رمضان کا روزہ	۹۲
۵۴	یوم شک کی تعریف	۹۳
۵۵	یوم شک میں نفل روزے کا حکم	″
۵۶	زوال تک انتظار	۹۴
۵۷	چاند ہونے کی افواہ	۹۵
۵۸	چاند بڑا ہے	۹۶
۵۹	فیصلہ رویت ہلال	۹۹
۶۰	موجودہ دور کے تقاضے	۱۰۱
۶۱	علم نجوم کے مطابق ہلال کا تعیین اور مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کا فتویٰ	۱۰۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۶۲	شہادت خطوط یا تار برقی	۱۰۹
۶۳	شہادت جوابات	۱۱۰
۶۴	نجومیوں اور ہیئت دانوں کے قول	۱۱۲
	پیر طریقت مولانا اشرف علی کا فتویٰ	[illegible]
۶۵	علامہ شبیر احمد عثمانی کی نجوم کے بارے میں تحقیقات	۱۱۶
۶۶	حرف آخر	۱۲۰
۶۷	سائنس سے کس زمانے لیے استفادہ	۱۲۱
۶۸	دوربین کے ذریعہ رویت ہلال	۱۲۲
۶۹	ہوائی جہاز میں رویت ہلال	۱۲۳
۷۰	ٹیلیفون میں رویت ہلال	″
۷۱	ناہید یا خطوط کے ذریعہ چاند کی خبر	۱۲۴
۷۲	آخری اصول	۱۲۵
۷۳	مسئلہ شہادت	۱۲۹
۷۴	شہادت شہادی چیز ہے	″
۷۵	شاہد کا عادل اور نیک ہونا	۱۳۰
۷۶	گواہ کیسا ہونا چاہیئے	۱۳۱
۷۷	فاسق کی تعریف	″
۷۸	مستور الحال کی گواہی	۱۳۲
۷۹	فیصلۂ شہادت	۱۳۳
۸۰	روزہ اور عید کے واجب ہونے کے طریقے اور ذرائع	۱۳۴
۸۱	شہادت بید و بلال پر شہادت	۱۳۵
۸۲	حکم حاکم پر شہادت	″
۸۳	شہادت کس کو دیکھا ہے	″
۸۴	رمضان و شوال کا چاند دن میں دیکھنا	۱۳۷
۸۵	چاند کے مسئلوں کا اختلاف	۱۳۸

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۸۶	فضائل رمضان و صیام	۱۴۷
۸۷	رمضان میں قرآن کا نزول	۱۴۸
۸۸	فضائل صیام	۱۵۸
۸۹	روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بہتر	″
۹۰	فضیلت صیام پر عام گفتگو	۱۶۶
۹۱	روزے کی تفصیلی	۱۶۷
۹۲	روزہ مولانا روم کی نظر میں	۱۶۸
۹۳	کچھ روزہ خوروں اور کچھ پیٹو	۱۷۰
	پرہیز روزہ داروں کیلئے	
۹۴	رمضان میں بیباکانہ خورد و نوش	۱۷۲
۹۵	روزہ خوروں کی مختلف قسمیں	۱۷۳
۹۶	احترام صیام	۱۷۸
۹۷	بے احتیاط روزہ دار	۱۷۹
۹۸	صوم کی لغوی و اصطلاحی تحقیق	۱۸۱
۹۹	اسکی فرضیت تاریخ کی روشنی میں	″
۱۰۰	صوم کے لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۸۲
۱۰۱	روزے کے فوائد کی حدیثیں	۱۸۳
۱۰۲	روزہ کن پر فرض ہے	″
۱۰۳	بچوں کو روزوں کی عادت	۱۸۴
۱۰۴	لفظ رمضان کی تحقیق	۱۸۵
	رمضان اللہ کے ناموں میں سے ہے	۱۸۷
۱۰۵	روزے کی قسمیں	۱۸۸
۱۰۶	فرض و واجب، نفل روزے فرض روزے	۱۹۰
۱۰۷	قضا روزے بھی فرض ہیں	۱۹۱
۱۰۸	کفارے کے فرض روزے	″
۱۰۹	کفارۂ قسم میں روزے	۱۹۲
۱۱۰	قتل مسلم میں روزوں کا کفارہ	

نمبر شمار	عنوانات
۱۱۱	خون بہنے کی رقم
۱۱۲	حالت احرام میں بیماری و زخم یا سر درد سے سر منڈوانے کا کفارہ تین روزے
۱۱۳	حج کی قربانی میسر نہ آنے کی صورت میں دس دن کے روزوں کا کفارہ
۱۱۴	کفارہ ظہار کے روزے
۱۱۵	روزۂ رمضان بغیر عذر توڑنے کا کفارہ
۱۱۶	واجب روزے
۱۱۷	منت کے واجب روزے
۱۱۸	نفل روزہ توڑ دینے سے واجب ہو جاتا ہے
۱۱۹	نفل روزے اور انکے فضائل
۱۲۰	سنت و نفل روزوں کی تفصیل
۱۲۱	روزہ عاشورہ ۱۰ محرم
۱۲۲	ایام بیض کے روزے
۱۲۳	یوم عرفہ کا روزہ
۱۲۴	شوال کے چھ روزے
۱۲۵	رمضان اور شوال کے چھ روزے سال کی برابر کس طرح
۱۲۶	شعبان کے روزے
۱۲۷	روزۂ نصف شعبان
۱۲۸	پیر اور جمعرات کا روزہ سنت ہے
۱۲۹	پیر کے دن حضور کی ولادت اور نزول قرآن
۱۳۰	پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کے روزے
۱۳۱	جمعہ کا روزہ

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
جمعرات، جمعہ، اور ہفتے کا روزہ رکھنا دو سال کی عبادت کے برابر ہے	
چالیس دن کے مسلسل روزوں کی فضیلت	۲۲۲
صیام دہری	〃
صیام داؤدی	۲۲۴
روزوں کے بارے میں بعض انبیاء علیہم السلام کی سنت	۲۲۷
تسکین شہوت کیلئے روزہ	۲۲۹
خلاصہ اقسام صوم	۲۳۲
جن دنوں کو روزے حرام ہیں	۲۳۳
بقر عید، ایام تشریق یا عید الفطر کے روزے حرام ہیں	۲۳۴
رجب کا ہزاری روزہ	۲۳۶
رجب کے روزوں کا پس منظر	۲۳۷
تراویح	۲۴۰ ۲۴۲
رمضان سے قرآن کی نسبت	۲۴۵
قول و فعل رسول سے ثبوت تراویح	
فضیلت تراویح	۲۴۷
تراویح کا پس منظر	۲۴۹
کیا عمر کا فعل بدعت ہے	۲۵۲
عدد رکعات تراویح	۲۵۴
بیس کے عدد میں حکمت	۲۶۰
نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے	۲۶۲
تراویح [illegible]	[illegible]
[illegible] رمضان [illegible]	۴۰

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
۱۵۴	کچھ حفاظ کے متعلق	۲۶۷
۱۵۵	فضیلت حفظ قرآن و حامل قرآن	〃
۱۵۶	قاری قرآن اور عالم باعمل کی فضیلت	۲۶۸
۱۵۷	آفات حفاظ	۲۶۹
۱۵۸	حفاظ کی معاصرانہ چشمک	۲۷۰
	سامع	۲۷۱
۱۵۹	الم ترکیب سے تراویح	〃
۱۶۰	نابینا اور نابالغ حفاظ کی امامت	〃
۱۶۱	سحری	۲۷۴
۱۶۲	سحور، سحر یا سحری کی لغوی تحقیق	۲۷۵
۱۶۳	آنحضرت کی سحری کا وقت	〃
۱۶۴	سحری کے فضائل	۲۷۷
۱۶۵	سحری میں برکت کا مطلب	〃
۱۶۶	سحری کا فلسفہ	۲۷۹
۱۶۷	سحری مسلم اور دیگر اہل کتاب میں خط امتیاز ہے	۲۸۱
۱۶۸	سحری کے کھانے کی مقدار	۲۸۲
۱۶۹	مسائل سحری	۲۸۳
۱۷۰	روزے کی نیت شرط ہے	۲۸۵
۱۷۱	نیت کا مرکز دل ہے اور زبان سے تصدیق ہوتی ہے	۲۸۶
۱۷۲	روزے کی نیت کا وقت	۲۸۷
۱۷۳	نفل روزوں کی نیت رات سے یا زوال سے پہلے	۲۸۸
	ترک [illegible] کے روزوں [illegible]	〃

نمبرشمار	عنوانات	صفحہ
	رات سے یا زوال سے پہلے نیت	
۱۷۵	کفارے، قضائے رمضان، نفل روزے اور نذر غیر معین کے روزوں کی نیت رات سے کرنے	۲۸۹
۱۷۶	روزہ کشائی یا افطار	۲۹۳
۱۷۷	افطار کی لغوی حقیقت	〃
۱۷۸	افطار میں تعجیل	〃
۱۷۹	افطار میں تعجیل کا فلسفہ	۲۹۴
۱۸۰	غروب آفتاب کی علامت	۲۹۶
۱۸۱	افطار کے وقت کی دعا	۲۹۷
۱۸۲	روزہ افطار کرنے کے بعد کی دعا	〃
۱۸۳	وقت افطار کی برکت	۲۹۸
۱۸۴	افطار کس چیز سے ہو [illegible]	〃
۱۸۵	میٹھی چیز سے افطار میں حکمت	۲۹۹
۱۸۶	دوسروں کو روزہ افطار کرانا	۳۰۰
۱۸۷	افطار کے بعض اہم مسائل	۳۰۱
۱۸۸	مغرب کی نماز میں [illegible]	۳۰۲
۱۸۹	وصال صوم	۳۰۳
۱۹۰	وصال صوم کا مطلب	〃
۱۹۱	وصال کی ممانعت	〃
۱۹۲	وصال سے نہی کا پس منظر	۳۰۶
۱۹۳	[illegible] کے باوجود [illegible] کا وصال صوم کرنا	۳۰۷
۱۹۴	[illegible]	۳۰۸
۱۹۵	[illegible]	۳۱۰
۱۹۶	[illegible]	۳۱۲

Marfat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۹۷	مسلم اور ہندو روزے میں فرق	۳۱۳
۱۹۸	اسلام میں روزہ اللہ کیلئے ہی	
۱۹۹	خودکشی کی سزا اسلام میں	۳۱۴
۲۰۰	خودکشی یا قتل کی سزا میں شدت کا سبب	۳۱۷
۲۰۱	**اعتکاف**	۳۱۹
۲۰۲	اعتکاف کا فلسفہ	//
۲۰۳	اعتکاف کے لغوی معنی	۳۲۰
۲۰۴	اعتکاف کیا ہے	۳۲۱
۲۰۵	رمضان میں اعتکاف سنت مؤکدہ بالکفایہ ہے	۳۲۲
۲۰۶	اعتکاف کی قسمیں	//
۲۰۷	بالکفایہ اعتکاف سنت مؤکدہ	
۲۰۸	مستحب یا نفلی اعتکاف	//
۲۰۹	واجب، مسنون اور مستحب اعتکاف کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت	
۲۱۰	فضیلت اعتکاف	۳۲۴
۲۱۱	اعتکاف آنحضورؐ کے عمل کی روشنی میں	۳۲۵
	عشرہ اول، عشرہ دوم اور عشرہ آخر میں حضورؐ کے اعتکاف	۳۲۷
۲۱۲	مسجد نبوی میں ستون توبہ کے پاس حضورؐ کے اعتکاف کی جگہ	۳۲۸
۲۱۳	آنحضورؐ کا اعتکاف میں عمل و عبادت	۳۳۱
۲۱۴	اعتکاف میں احتیاط	//
۲۱۵	مسائل اعتکاف	۳۳۲
۲۱۶	کیا اعتکاف میں روزہ ضروری ہے	۳۳۶
۲۱۷	حالت حیض و نفاس و جنابت میں اعتکاف نہیں	
۲۱۸	واجب اور مسنون اعتکاف کے فسخ میں قضا لازم ہے مستحب میں نہیں	۳۴۶
۲۱۹	**شب قدر**	۳۴۸
۲۲۰	شب قدر کا نام شب قدر کیوں ہوا	۳۴۹
۲۲۱	لیلۃ القدر کے فضائل	//
۲۲۲	شان نزول آیات لیلۃ القدر	۳۴۲
۲۲۳	شب قدر کونسی رات ہے	۳۴۳
۲۲۴	شب قدر کی علامات	۳۴۹
۲۲۵	قدر کی رات میں کیا کرے	۳۵۲
۲۲۶	کون سی طاق شب میں افضل ہے	۳۵۳
۲۲۷	اعتکاف اور شب قدر میں	
۲۲۸	باہم تعلق و ربط	
۲۲۹	**مسائل روزہ**	۳۵۴
۲۳۰	روزے کی تعریف	//
۲۳۱	روزہ کن پر فرض ہے	۳۵۵
۲۳۲	چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات والے علاقے میں روزے کی فرضیت کا حکم	//
۲۳۳	فتویٰ شاہ عبدالعزیزؒ	۳۵۶
۲۳۴	جن حالات میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے	۳۵۹
۲۳۵	شیخ فانی یا فانیہ کی تعریف	۳۶۲
۲۳۶	جن وجوہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے	
۲۳۷	جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں	
۲۳۸	کفارے کا اصول کلیہ	
۲۳۹	جو صورتیں کفارے سے مستثنیٰ ہیں	
۲۴۰	کفارہ کیا ہے	
۲۴۱	اگر کفارہ ادا نہ کر سکے	
۲۴۲	اگر کئی روزے بغیر عذر توڑے ہوں تو کفارہ ایک ہوگا	
۲۴۳	جن صورتوں میں صرف قضا ہی	
۲۴۴	قضا کے روزہ کا اصول	
۲۴۵	توضیح غذائیت	
۲۴۶	جن صورتوں میں روزہ نہیں	
۲۴۷	روزے میں انجکشن	
۲۴۸	روزے کو مکروہ کرنے والی چیزیں	
۲۴۹	کھانے کی چیز چبا کر بچے	
۲۵۰	روزے میں مباشرت	
۲۵۱	روزے میں کلیاں کرنا	
۲۵۲	ناک میں پانی دینا	
۲۵۳	ٹھنڈک کیلئے غسل	
۲۵۴	رات کا واجب غسل	
۲۵۵	قضا فدیہ اور کفارہ	
۲۵۶	قضا کا مطلب	
۲۵۷	خرابی دماغ میں روزوں کی قضا	
۲۵۸	**عید رمضان اور صدقہ فطر**	
۲۵۹	صدقہ فطر	
۲۶۰	فضیلت صدقہ	
۲۶۱	صدقہ کس پر واجب ہے	
۲۶۲	مسائل صدقہ فطر	
۲۶۳	صدقہ کب واجب ہوتا ہے	
۲۶۴	صدقہ فطر کسکو دینا چاہیے	
۲۶۵	[illegible]	
۲۶۶	نماز عید الفطر	

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حرفِ حقیقت

رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ مطابق فروری ۱۹۶۰ء کی بات ہے کہ میرا ایک رسالہ انوار الصیام اسلامیہ کالج لائلپور کی طرف سے چھپکر شائع ہوا پروفیسر صاحبان، طلبہ اور دیگر حضرات نے پڑھا اور پسند کیا ہمارے کالج کے پروفیسر سراج احمد صاحب علوی نے اسکو پڑھکر جو تاثر لیا اس کا اظہار انہوں نے کالج کے میگزین مئی ۱۹۶۰ء کے شذرات میں ایڈیٹر کی حیثیت سے بایں الفاظ فرمایا:-

"انوار صاحب کا مختصر رسالہ انوار الصیام جو طلبہ کی دینی رہنمائی کیلئے لکھا گیا اس کی تابناکیوں سے ہمنے خود بھی کسب ضیا کی اور سچ بات کہنے میں ہمیں کوئی عار نہیں کہ جو لطف و سرور ہمیں اس کتابچے کے مطالعے سے نصیب ہوا وہ پورے مہینے کے روزے رکھکے بھی حاصل نہیں ہوا۔ توقع ہے کہ ہمارے محترم دوست آئندہ بھی یہ مفید مشغلہ جاری رکھیں گے اور اس قسم کی ایمان آفریں اور بصیرت افزا تالیفات سے ہمیں اور طلبہ کو ایمان تازہ کرنے اور دیندار بننے کے مواقع مہیا کرتے رہیں گے۔" (میگزین صـ۲ـ)

انکی اس خواہش نے میرے دل میں ایک اور نوعیت اختیار کر لی۔ دل میں آیا کہ روزہ دل پہ ایک ایسی جامع کتاب لکھوں جسمیں رمضان اور روزوں سے متعلق کوئی عنوان حتی المقدور تشنہ نہ پائے۔ ہوا یہ کہ ایک روز ۱۹۶۱ء کی تعطیل گرما میں اپنے گلبرگ کے کاشانے یعنی مطلع الانوار میں راقم الحروف ان رسائل اور اخبارات کو دیکھ رہا تھا جن میں وقتاً فوقتاً میرے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ اچانک زمیندار اخبار لاہور میں روزوں سے متعلق اپنے دو مضمون نظر سے گذرے جو ۱۸ اور ۲۵ رجون ۱۹۵۱ء کی اشاعتوں میں شائع ہوئے تھے۔ ان سے میرے خیال کو اور

تشنہ ہیئت ملی اور ایک شعوریت کی تحریک اور قیامت کا ولولہ دل میں موجزن ہونے لگا چنانچہ ۱۱ شعبان ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۶۱ء اتوار کے دن سے میں نے پیش نظر کتاب کی تصنیف کے لئے قلم اٹھایا اور لکھنا شروع کر دیا۔ اور الحمد للہ آج مورخہ ۱۹ شعبان ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۶۲ء کو بروز جمعۃ المبارک صبح آٹھ بجکر بارہ منٹ پر بفضل خدائے کریم یہ کتاب "شرح رمضان" کے نام سے پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

مجھ سے اپنی بضاعت کے مطابق جہاں تک ہو سکا ہے میں نے روزوں اور رمضان سے متعلق ہر عنوان پر نہایت مدلل اور سیر حاصل بحث کر کے کتاب کو جامع اور بغایت مفید بنانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہے۔ بالخصوص عصر جدید کے نازک تقاضوں کے ماتحت روئیت ہلال، فلسفۂ صیام، اقسام روزہ، تراویح، اعتکاف، شب قدر پر محققانہ کلام کیا ہے اور جا بجا عقل و نقل کی رفاقت میں مضامین کو لیکر چلا اور ٹھہرا ہوں۔ ایک اور معرکہ آرا بحث جو تحقیق و تدقیق کی روشنی میں قلم سے نکلی ہے وہ خود قرآن کریم کے روزوں کی فرضیت اور احکام سے متعلق رکوع کی تفسیر اور بالخصوص وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کی منصفانہ تحقیق و تفسیر ہے جو اکثر اہل علم کا مرکز بحث بنی رہی ہے۔

بہرحال اظہار رحمت کے رنگ میں فخر سے قطعاً محتاط ہو کر یہ کہا جائے کہ یہ کتاب ہند و پاک میں اردو میں اپنی نوعیت کی واحد جامع کتاب ہے تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

اسے شوق طبع کہئے یا احساس تبلیغ یا توفیق ربانی کہ علم دین کے جو چند حرف میں نے پڑھے تھے ان کا حق ادا کرنے کی تڑپ ہمیشہ دل میں رہا کی۔ البتہ اپنے خدا سے نادم ضرور ہوں کہ مجھے خود عملی تہی دامنی رہی۔ مگر ایک خیال مجھے ہمیشہ آمادہ تحریر و تقریر کرتا رہا کہ اس بے عملی کیساتھ اگر زبانی اور قلمی خاموشی بھی اختیار کر لی جائے تو شاید اچھا نہ ہو۔ بس یہی ایک تخیل مجھے تحریر و تقریر کی دنیا میں لئے پھرتا ہے ورنہ ؎

صلاح کار کجا و من خراب کجا
ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ربِّ ربِّ تقبّل منّی واغفر لی — مصنف

Marfat.com

روحِ رمضان

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

○ — آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کا مقصد ○ — ایمان کے بغیر اعمال صالحہ کی حیثیت ○ — روزوں کی فرضیت اور تفسیر آیات صیام ○ — ترتیب آیات صوم نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے ○ — روزے کا مرکز اور اس کے اردگرد ○ — روح کی پاکیزگی اور اخلاق کی تزئین ○ — تقویٰ کی حقیقت اور متقین کا صلہ و انعام ○ — تقویٰ کے مختلف معانی ○ — اصول اسلامیہ میں محبت کے تقاضے ○ — حرمت شراب کی طرح روزے میں تدریجی ارتقاء ○ — روزے آدم علیہ السلام سے تا مصطفےٰ تک ○ — دو رجحانات صیام ○ — شب قدر کی حقیقت ○

اسلام ایک ایسا ضابطۂ حیات ہے جس میں روح اور جسم کی قوتوں کو ترقی

Marfat.com

دیئے، اعمال کو مہذب اور مکمل کرنے اور انسانیت کے بتدریج ارتقائی منازل طے کرنے کے تمام سامان موجود ہیں۔ کیونکہ اگر کسی مذہب میں زندگی کی ضرورت اور اس کے نشو و نما کا مادہ نہیں تو یقیناً وہ مذہب فطرت انسانی کے تقاضوں اور ترقیاتی منصوبوں کو پورا نہ کرنے کے باعث قابل قبول نہیں ہوسکتا۔

مذہب کا اصل مقصد تزکیۂ روح، تزکیۂ اخلاق اور تصفیۂ عقائد ہے اسی لئے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی رسالت اور بعثت کا مقصد نہایت واضح الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا :-

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ میں اخلاق و عادات کے نقص دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

مکارم اخلاق کو تمام اور پورا کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسانی اخلاق میں جو نقائص اور کمزوریاں ہیں ان کو دور کرکے عادات و خصائل کو اچھائی سے مکمل کر دیا جائے۔ اسی لئے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ازراہ آزمائش اہل کتاب یا مشرکین، سائنس اور فلسفے کے مسائل پوچھتے تو آپ اپنی رسالت و بعثت کا مقصد بتاتے اور فرماتے کہ میں آدمی کو آدمیت اور انسانیت کی راہ دکھانے اور اخلاق و عادات کو سنوارنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ کیونکہ وہ اصول اور احکام جن سے خدائے خالق کے صحیح منشا کا پتہ چل سکے اور اخلاقی حسن کا ظہور ہوسکے وحی، رسالت اور پیغمبریت کے بغیر مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

البتہ سائنس اور کیمسٹری، طبیعات اور اقتصادیات، انجنیئری اور جر ثقیل

کے علوم و فنون کی ترقی انسانی عقل کے صرف قلبی اور ذہنی الہام کے سپرد کر دی جس سے وہ ریلیں، ہوائی جہاز، ایٹم، راکٹ، جیٹ طیارے اور ہیز ائل تیار کر سکے۔ اسی لئے کسی نبی نے نہ راکٹ بنائے اور نہ ان کے بنانے کی تعلیم دی۔ البتہ حسب اقتضائے زمانہ کفار سے جہاد کے لئے بقدر استطاعت تیاری اپنی جگہ پر ہے۔ بلکہ یہ ترقی خود طبقات اور جماعت ہائے انسانی کے سپرد کر دی۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو انسانیت کے حصول کے بعد شمشیر و سناں توپ تفنگ اور ایٹمی آلات کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ انسانیت کا وجود جہاں ہوگا جبر و تشدد کے بغیر مذہب کو قبولیت کی استعداد وہاں موجود ہوگی۔ اسی لئے فرمایا گیا:۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔	دین میں زبردستی کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی جبکہ ہدایت اور گمراہی واضح ہو چکی۔
(بقرہ پارہ ۳)	

تزکیۂ افکار کے بغیر تزکیۂ عمل غلط ہے

بہرحال مذہب کا مقصد تہذیب اخلاق ہے۔ لیکن اخلاق کی تہذیب، عقائد و افکار کی تہذیب و درستی کے بغیر ناممکن ہے۔ اسی لئے ایک گناہگار سے گناہگار مسلمان ایک خوش اخلاق کافر سے اس لئے بہتر ہے کہ اس کے عقائد و افکار جو بنیادی حقیقت رکھتے ہیں غیر مسلم سے بہتر ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں مذہبی فتنوں نے سر ابھارا ہے ان میں غیر شعوری طور پر تعلیم یافتہ مسلم طبقوں میں ان خیالات کا بھی چکر چل پڑا ہے کہ وہ مسلمان

Marfat.com

جو پابند نماز ہے لیکن گناہ بھی کرتا ہے اس سے وہ شخص بہتر ہے جو نہ نماز پڑھتا ہے اور نہ روزہ رکھتا ہے البتہ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دونوں میں دو باتیں اچھی ہیں۔ اوّل الذکر اگر واقعی حسن نیت اور حکم ربی کے باعث نماز و روزہ پابندی سے ادا کرتا ہے۔ تو اس کا یہ عمل صالح سمجھا جانا چاہیئے اور ان کے باوجود اگر کوئی برائی کرتا ہے تو اس کی برائی کو برائی ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے۔ لیکن احکام خداوندی پر عمل نہیں کرتا ہم اس کی خوش اخلاقی کو محمود سمجھیں گے۔ لیکن نماز روزے سے بے پروائی خدائے کریم کے ساتھ زبردست بداخلاقی ہے۔ لیکن کافر کا کفر اس کی لاکھوں خوش اخلاقیوں اور رفاہ عامہ کی چیزوں پر بھی بھاری ہے اور اس سے ایک بدترین قسم کا بداعمال مسلمان جو اللہ اور اس کے رسول اور اجزائے ایمان پر ایمان رکھتا ہے بہتر اور نجات کا بالآخر مستحق ہے۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح نہایت ضروری ہے اور یہ دونوں آپس میں لازم ملزوم کی نسبت رکھتے ہیں۔ اسی لیئے ایمان کے ساتھ قرآن کریم میں جا بجا عمل صالح کا ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے :-

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا	یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کیلئے جنتیں ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں کہ وہ ان میں ہمیشہ رہینگے

اور اس کے مقابلے میں فرمایا گیا :-

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا	اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری
بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ	آیات کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں کہ وہ اس میں
النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔	ہمیشہ رہیں گے ۔

ایمان و کفر کے درمیان ان آیات کے ذریعہ خط امتیازی کھینچ دیا گیا ہے اور دونوں کی جزا و سزا کا فیصلہ کر دیا گیا ہے ۔

بے عمل مومن

اس سے بھی غفلت کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ بے عمل مومن کے لئے بھی جا بجا تہدید اور تنبیہ ہے ۔ چنانچہ قیامت کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

يَصْدُرُ يَوْمَئِذٍ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا	قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں ہونگے
اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا	تاکہ ان کے اعمال انہیں دکھائے جائیں پس جس نے ذرے
يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	کی برابر نیکی کی ہے وہ اسکو دیکھ لے گا اور جس نے
شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (سورۂ زلزال پارہ عمّ)	ذرے کی برابر برائی کی ہے وہ بھی اسکو پائیگا

غیر مومن انسان

ایمان کے بغیر اچھے عمل کا انسان دراصل ایک ایسا انسان ہے جو دنیا والوں کے ساتھ تو اچھائی کرتا ہے لیکن جس خدا نے اسے پیدا کیا اور ہر قسم کی نعمتیں عطا کیں اس پر ایمان نہ لا کر زبردست غداری کا ارتکاب کرتا ہے ۔ یہ حضرات انسان بھی عجیب ہیں اصل مالک کی ناشکری کرتے ہیں اور دنیا والوں کے ساتھ بھلائی کی آڑ میں اپنے رب سے فریب کرتے ہیں ۔ لہٰذا ان کا جرم صاف طور پر بڑا جرم ہے ۔ دراصل ایمان کی پابندیوں سے کوتاہی کے باعث

Marfat.com

بعض خود فریب انسان اپنے نفس کو دام خیال میں پھانس کر دھوکا کھاتے ہیں۔ ایسے ایمان سے خالی مگر رفاہ عامہ میں خرچ کرنے والوں کے متعلق خالق اکبر کا حکم اور فیصلہ سنیئے:۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءًۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

(پارہ ۱۸ سورہ نور رکوع ۵)

اور کافر لوگ ان کے اعمال جنگل میں ریت کی مانند ہیں کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے تا آنکہ جب وہ اس کے پاس آیا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پایا اور اللہ کو اپنے پاس پایا پس اس کو حساب پورا پہنچا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"کافر دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے زعم اور عقیدے کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و معتبر نہیں۔ ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دوپہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا تو دیکھا کہ پانی وانی کچھ بھی نہ تھا ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت اللہ نے اس کا سب حساب

Marfat.com

ایک دم میں چکا دیا وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے (کافر) وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل و کفر ظلم و عصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں ان کی مثال آگے فرمائی ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پھر دھوکا کھانے والے کو نظر آتی ہے۔ یہ کافر لوگ خالص اندھیریوں اور تہ بر تہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع پہنچنے تک پہنچنے نہیں دیتے۔ (تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی)

مذکورہ بالا آیت کا تفسیر عثمانی کی روشنی میں صاف یہ مطلب ہے کہ جب تک ایمان کی بنیاد مضبوط نہ ہوگی اور عقائد و افکار پاک و صحیح نہ ہوں گے کافر کی نیکی اور رفاہ عامہ کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس کی نیکی ایک سراب یعنی ریت کی چمک سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اس لئے عقائد کی اصلاح اعمال صالحہ کے لئے ازحد ضروری ہے۔

اسلام نے انہی چیزوں کو صحیح رنگ میں پیش کیا ہے گویا کہ دین اسلام مجموعہ ہے ایمان اور عمل صالح کا اور ایمان تزکیہ خیالات کا نام ہے اور عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تزکیہ اعمال و اخلاق کا۔ انسانی معتقدات اور اعمال کی پاکیزگی کے بعد انسانیت کی تکمیل ہو جاتی ہے اور کمال انسانیت کا خاص منشائے خداوندی کے ذریعہ حصول آدمیت کی تخلیق کا عین منشا ہے۔ ہم ایمان کے بغیر اعمال حسنہ کی بے بنیادی پر انشاء اللہ ایک مستقل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں انشاء اللہ

Marfat.com

تعالےٰ اس موضوع پر انصاف اور تحقیق کی روشنی میں بحث کریں گے اور
جس کے لئے ہم اپنی ریسرچ مکمل کر چکے ہیں۔

اسلامی عبادات میں نماز

خدا اور رسول پر ایمان لانے کے بعد سب سے آسان بنیادی عمل جو دین اسلام میں پیش کیا گیا وہ نماز ہے چنانچہ صحیح معنی میں نمازی انسان کو نماز بری باتوں سے روکتی ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت پر گہری نظر ڈالئے فرماتے ہیں :-

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ

نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر البتہ بڑی بات ہے۔

یہاں پھر وہی سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ نماز پڑھنے والے کتنے ہی بری باتوں سے دوچار ہوتے ہیں اور نماز پڑھنے کے باوجود برائیاں کرنے سے نہیں رکتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم میں فرمایا ہوا فیصلہ اٹل ہے کہ نماز انسان کو برائیوں سے بچاتی ہے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ہمیں آیت کا صحیح مقصد اور مطلب معلوم کرنا ہوگا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق سبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے یہ تاثیر و خاصیت رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے اس صورت میں یاد رکھنا چاہئیے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں اس وقت ان کا اثر نمایاں

Marfat.com

ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت
کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں
کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار
میں اس احتیاط اور پرہیز کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا
ہو خاصی مدت تک اس پر مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس
کریگا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے

دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضا
کے ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان
ابھی ابھی درگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلل اور
حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و
اقرار کرکے آیا ہے مسجد سے باہر آکر بھی بندگی کی حد سے شرارت نہ کرے اور
اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔ گویا نماز کی ہر ایک ادا نمازی
کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ اے بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے
واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے
کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے
مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا
اور منع کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ	بیشک اللہ عدل و احسان اور
وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي	رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے

الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ○ — اور بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے۔

پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے، نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح ہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں، سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت قراءت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا۔ اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا۔ اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں موثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی و غافل سے ادا ہوگی وہ نماز منافق کے مشابہ ٹھہرے گی جس کی نسبت حدیث میں فرمایا لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (تفسیر علامہ شبیر احمد عثمانی)

یہ جو مطلب ہے نماز کا انسان کو بے حیائی اور برائی کی باتوں سے روکنے کا اسی سلسلے کی کڑی زکوٰۃ، حج اور بالخصوص روزہ ہے جو ہمارے اخلاق [illegible] کی بہترین تربیت ہے یعنی جس طرح نماز انسان کو برائی سے روکتی اور انسانیت کی [illegible]

[illegible] انسانیت کا [illegible] ذریعہ ہے۔

روزے کی فرضیت

روزہ جسے قرآن کریم کی اصطلاح میں صوم کہا گیا ہے۔ اصول اسلامی میں توحید و رسالت کے بعد چوتھا رکن ہے۔ کیونکہ اسلام کی بنیاد جیسا کہ حدیث میں ہے۔ پانچ چیزوں پر ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ ایک ہے اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور حج بیت اللہ اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (مسلم کتاب الایمان)

لیکن اکثر احادیث میں صوم رمضان کا ذکر حج سے پہلے چوتھے درجہ پر ہے۔ لیکن یہاں صرف روزے کی فرضیت کا ذکر ہے۔ اس کا حکم قرآن کریم کی حسب ذیل آیت سے واضح ہے:۔

روزے کی فرضیت قرآن کریم سے

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے

عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ   مِنْ قَبْلِکُمْ (بقرہ پارہ ۲ رکوع ۲۳) گئے گئے تھے۔

تعریف فرض شریعت کی اصطلاح میں فرض اس کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا قرآن کریم سے حکم ثابت ہو۔ البتہ کسی حکم کی فرضیت کے لئے قرآن کریم میں مختلف الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور یہ کلام عرب اور سنّت الٰہیہ سے معلوم ہوتے ہیں کہ ان الفاظ سے اللہ تعالیٰ کیا مراد لیتے ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم بطور فرض کے اُمّت کے سامنے اس کے حکم کو پیش فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرضیت کے الفاظ میں کتابت کا لفظ بھی شامل ہے جیسا کہ کُتِبَ سے واضح ہے۔ اسی طرح کا لفظ فرضیت کے معنی ہیں۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ ہے کہ تم پر قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے اور اسی طرح کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ میں جہاد کی فرضیت کا حکم ثابت ہوتا ہے بعض جگہ امر کے صیغے سے فرضیت ثابت ہوتی ہے جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو) میں اَقِیْمُوْا اور اٰتُوْا دونوں امر کے صیغے ہیں۔

اس لئے روزے کی آیت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ روزے تم پر لکھ دئے گئے ہیں۔ اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے جس کی مطلق فرضیت پر کوئی نظر ثانی نہیں کی جائے گی جیسے ہونا تھا ہو گیا۔ البتہ بعض حالات اور مجبوریوں میں رعایت دی گئی ہے پورا مضمون جو روزوں سے متعلق ہے حسب ذیل ہے۔ احکم الحاکمین فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ
عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا
مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن كَانَ مِنكُم
مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۚ وَعَلَى الَّذِينَ
يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مِسْكِينٍ ۖ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا
فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۚ وَأَن تَصُومُوا
خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ
شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ
فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ
فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ
فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَن كَانَ مَرِيضًا
أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ
أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا

اے ایمان والو تم پر روزے فرض کر
دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر
فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن
جاؤ ۔ چند گنتی کے دن کے روزے
فرض کیے گئے۔ لیکن جو تم میں سے مریض
ہو یا سفر میں تو دوسرے دنوں میں ان
کا شمار ہے۔ اور ان لوگوں پر جو روزہ رکھنے
کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کو کھانا
کھلانا فدیہ ہے لیکن جو کوئی زیادہ
نیکی کرے تو اس کے لیے وہ بہتر ہے
اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لیے یہی
بہتر ہے اگر تم اہل علم ہو (روزے رکھو)
رمضان کے مہینے کہ جس میں قرآن کریم
نازل کیا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت
ہے اور (اس میں) ہدایت کی واضح دلیلیں
ہیں اور حق و باطل میں امتیاز کرنے والا
ہے پس جو کوئی اس ماہ میں تم میں سے موجود
ہو تو روزہ رکھے۔ اور جو کوئی مریض ہو یا
سفر میں تو دوسرے ایام میں اس کی گنتی

Marfat.com

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ
مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا
لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ
يَرْشُدُونَ ۝ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ
الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ
هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ
لِبَاسٌ لَهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ
أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ
أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ
وَعَفَا عَنْكُمْ ۖ فَالْآنَ
بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا
مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ
وَكُلُوا وَاشْرَبُوا
حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ
الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ

پوری کرنا ہے (اس لئے) کہ اللہ تمہارے
ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے نہ کہ دشواری۔
اور تاکہ شمار کو مکمل کر لو۔ اور تاکہ اللہ
کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت
دی اور تاکہ شکر ادا کرو۔ اور جب تیرے
بندے میرے متعلق تجھ سے پوچھیں تو
کہہ دیجئے کہ میں قریب ہوں دعا کرنے
والے کی دعا کو میں قبول کرتا ہوں جب
وہ مجھے پکارتا ہے۔ اسے بھی چاہیئے کہ
وہ میرے حکم کو قبول کرے اور مجھ پر ایمان
لائے تاکہ وہ بھلائی پائیں تمہارے لئے
روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کی
طرف رجوع کرنا حلال کیا گیا (کیونکہ) وہ
تمہارے لئے بمنزلہ لباس ہیں اور تم ان
کے لئے لباس ہو۔ اللہ نے اس بات کو
جان لیا کہ تم اس معاملہ میں اپنے نفسوں
سے خیانت کرتے ہو لہٰذا اللہ تمہاری
طرف متوجہ ہوا اور تمہیں (خیانت پر) معاف
کر دیا لہٰذا تم ان سے مل سکتے ہو اور اللہ

14966

Marfat.com

الْفَجْرِ ص ثُمَّ اَتِمُّوا
الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ج
وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ
وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي
الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ط كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ (سورہ بقرہ پارہ رکوع)

نے جو کچھ تمہارے لیے لکھ دیا اسکو تلاش کریں
ہو اور (سحری) اس وقت تک کھاؤ پیو
جب تک صبح صادق رات سے جدا نہ ہو جائے
پھر روزوں کو رات (سورج کے غروب) تک
پورا کرو اور جب تم مسجد میں معتکف ہو تو ان
سے مباشرت مت کرو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں۔
انکے قریب بھی مت جاؤ۔ اللہ اسی طرح اپنی
آیتیں لوگوں سے بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچیں۔

اجزائے رکوع کا نفسیاتی اور تحقیقی تجزیہ

قرآن کریم کے مذکورہ بالا رکوع سے متعلق مضمون کا اگر تجزیہ کیا جائے تو نفسیاتی نقطہ نگاہ سے اس کے ہر حکم میں ایک بہترین حکمت یا مصلحت ہے جس کا مقصد خدائے کریم کا مومنین روزہ داروں کے لیے سہولت فراہم کرنا اور مشکلات سے بچانا ہے۔

مثلاً سب سے پہلے فرمایا گیا کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں) اس جملہ کے سنتے ہی مخاطب پر ایک عبادت کی فرضیت کا اقرار لازمی ہوتا ہے۔ یعنی محض روزے کی فرضیت کا ذکر کیا گیا ہے لیکن روزوں کی مقدار اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا تاکہ مخاطب پر شاق نہ گذرے۔ ہاں لفظ صیام، صوم کی جمع ہے اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ دو تین سے زیادہ ہی ہونگے کیونکہ عربی میں جمع کا اطلاق تین سے کم پر نہیں ہوتا۔

Marfat.com

لیکن اگر کسی دشوار حکم یا مشقت کی عبادت میں بنی نوع انسان کی مختلف جماعتوں کو جمع کر دیا جائے تو وہ مشقت عام ہونے کی وجہ سے "مرگ انبوہ جشنے دارد" کے مصداق آسانی میں بدل جاتی ہے اور ایک دوسرے کو ایک ہی حال میں دیکھ کر صبر و سکون اور مشقت کی برداشت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ دوسرے ٹکڑے یعنی کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کے ذریعہ فطرت انسانی کے اضطراب کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی اے اہل اسلام تم پر ہی یہ روزے فرض نہیں کئے جا رہے ہیں بلکہ تم سے پہلے اہل کتاب یہود و نصاریٰ پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے

یہود و نصاریٰ پر روزوں کی فرضیت اس آیت میں سابقہ آسمانی اہل مذہب پر روزوں کی فرضیت کا اشارتاً اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ جن پر خدائے قدیر کی طرف سے روزے فرض کئے گئے تھے اور جو کسی پیغمبر کو مانتے تھے۔ ورنہ محض اپنی طرف سے کسی پیغمبر کے حکم کے بغیر روزہ، روزہ نہیں بلکہ فاقہ ہے اور وہ کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ سے خارج ہے کیونکہ روزوں میں خوشنودی حق خدا کے حکم کے مطابق درکار ہے۔ اہل کتاب میں خصوصاً یہود و نصاریٰ پر تورات و انجیل میں روزوں کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے۔

روزہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے روزوں کی تاریخ کا پتہ چلانے سے تحقیقی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ روزوں کا سلسلہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہی جاری ہے۔ شیخ الہند۔

Marfat.com

مولانا محمود حسنؒ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"اور یہ (روزوں کا) حکم حضرت آدمؑ کے زمانے سے اب تک برابر جاری ہے"

روزہ نوح علیہ السلام کے زمانے سے

ابن کثیر جیسے محقق جن کی تفسیر دنیائے اسلام میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ جس کا ہم اردو میں ترجمہ پیش کرتے ہیں:۔

ضحاک کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینے میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضورؐ کی اُمت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینے کے روزے فرض ہوئے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگلی اُمتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے اگلی اُمتوں پر بھی فرض تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگلی اُمتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کر لیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا، پینا، عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔" (تفسیر ابن کثیر جلد دوم)

موسیٰ علیہ السلام اور چالیس دن کے روزے

موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہ طور پر بلا کر توریت دینے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تو ان کو تیس راتیں وہاں رہنے اور عبادت قیام کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ   اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے موسیٰ

Marfat.com

لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً ج
(اعراف رکوع ۱۷ پارہ ۹)

علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور اس میں دس راتیں اور بڑھا دیں لہٰذا اس کے رب کا وقت ملاقات چالیس راتیں مکمل ہوا۔

اس اثنا میں موسیٰ علیہ السلام روزے سے رہے اور علماء کے لکھنے کے مطابق جب موسیٰ علیہ السلام کو تیسویں رات کے ختم پر ملاقات ربّی ہونی تھی تو انہوں نے روزوں کے باعث منہ میں بوئے دہن کی وجہ سے مسواک کی۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی اور دس روز کے روزے اور بڑھا دئے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دلجمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا معروضہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زائد از زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب تم اتنی مدت پے در پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائے گی۔ (فوائد تفسیر عثمانی)

اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات کے عطا کرنے سے پہلے روزوں کے رکھنے اور کوہ طور پر معتکف رہنے کی فرمائش کی تھی جن سے روزوں کا پتہ چلتا ہے۔

بعض علماء نے تو جیسا کہ اوپر ابھی گذرا یہ لکھا ہے۔ کہ یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی رمضان کے ہی تیس روزے فرض تھے لیکن نصاریٰ نے یہ کیا کہ جب رمضان کے روزے سخت گرمی میں آ گئے۔ تو انہوں نے ان کو جاڑوں میں منتقل کر لیا اور اس کی مکافات میں دس روزے اور بڑھا لئے اس طرح چالیس روزے ہو گئے۔ اور یہودی قوم نے یہ کیا کہ انتیس دیں تاریخ کے چاند کو ابر یا غبار کے باعث شک ہو جانے پر یوم شک کا روزہ رکھنا شروع کر دیا اور اسی شک و شبہ میں مبتلا ہوتے رہتے تاآنکہ پچاس روزوں پر نوبت پہنچی (تفسیر خازن)

صوم داؤدی مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا۔

صُم افضل الصیام عند اللہ	روزہ رکھو جو اللہ کے نزدیک سب سے
صوم داؤد علیہ السلام کان	زیادہ افضل ہے اور وہ ہے صوم
یصوم یوماً ویفطر یوماً	داؤد علیہ السلام۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے
(مسلم کتاب الصیام)	تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔

اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کا روزے رکھنا اور ان کے عہد میں روزوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔

بائیبل میں روزوں کا ذکر موجودہ انجیل میں روزوں کا ذکر مختلف جگہ آیا ہے ایک جگہ کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

"دارا بادشاہ کی سلطنت کے چوتھے برس کے نویں مہینے یعنی کسلیو مہینے کی

Marfat.com

چوتھی تاریخ کو خداوند کا کلام زکریاہ پر نازل ہوا اور بیت ایل کے باشندوں نے شراضر اور رجم ملک اور اس کے لوگوں کو بھیجا کہ خداوند سے درخواست کریں اور رب الافواج کے گھر کے کاہنوں اور نبیوں سے پوچھیں کہ کیا میں پانچویں مہینے میں گوشہ نشین ہو کر ماتم کروں جیسا کہ میں نے سالہا سال سے کیا ہے تب رب الافواج کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ مملکت کے سب لوگوں اور کاہنوں سے کہہ کہ جب تم نے پانچویں اور ساتویں مہینے میں ان ستر برس تک روزہ رکھا اور ماتم کیا تو کیا کبھی میرے لئے اور خاص میرے ہی لئے روزہ رکھا تھا اور جب تم کھاتے پیتے تھے تو اپنے ہی لئے نہ کھاتے پیتے تھے۔

(انجیل زکریاہ باب ۷ آیت ۱ تا ۶)

بائیبل میں روزوں کا ذکر ایک اور جگہ

آگے چل کر انجیل میں ایک اور جگہ روزوں کا ذکر ہے۔

جو زکریا علیہ السلام ہی سے متعلق ہے۔ تحریر ہے:۔

"پھر رب الافواج کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ چوتھے اور پانچویں اور ساتویں اور دسویں مہینے کا روزہ بنی یہوداہ کے لئے خوشی اور خرمی کا دن اور شادمانی کی عید ہوگا اس لئے تم سچائی اور سلامتی کو عزیز رکھو۔ (انجیل زکریاہ باب ۷ آیات ۱۹-۲۰)

بائیبل کے ان دونوں ٹکڑوں کی عبارتوں میں روزوں کا ذکر آیا ہے جن سے ہمارا مقصد زیادہ تشریح کرنا نہیں بلکہ صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ روزوں کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی شریعت تک مسلسل چلا آرہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی شریعتوں میں تو خصوصیت سے موجود ہے۔ جیسا کہ آئندہ کی سطور سے واضح ہوتا ہے۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روزہ کسی نہ کسی شکل میں دوسرے غیر الہامی اپنی مذہب میں بھی رکھا جاتا رہا ہے۔ ہندوؤں میں روزہ اس طرح رکھا جاتا ہے کہ غلے کی کسی قسم کے کھانے کی اجازت نہیں البتہ پھل اور دودھ وغیرہ پیتے ہیں دن گزارنے کا نام ان کے یہاں روزہ کہلاتا ہے۔

روزوں کا فائدہ اور مقصد

بہرحال قرآن کریم کی آیت سے پہلی کتاب کے یہاں بھی روزے کی فرضیت کا پتہ چلتا ہے۔ ایسا حکم عام بیان کرتے کے بعد سے پہلے روزوں کی تعداد نہیں بیان کی گئی بلکہ روزوں کے فوائد کی طرف کلام باری تعالیٰ چلتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ روزے تم پر اور تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کئے گئے ہیں تاکہ روزے رکھنے سے تم متقی بن سکو اور یہ ہیجان دور ہو کر اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو جاؤ گے جو انسانیت کا مقصد ہے۔ چنانچہ لعلکم تتقون سے روزوں کی تعداد کے بیان میں اثر ڈال دیا گیا۔ اور اس کے ذکر سے پہلے اس عبادت کا منشا بیان کر دیا گیا تاکہ اس منشا اور فائدے کو سمجھانے کے بعد روزوں کی تعداد بتلانے کے بعد دل کشادہ ہو اور عمل آسان ہو جائے کیونکہ جس شکل عبادت سے انسان میں انسانیت کا جوہر پیدا ہونے لگے اور تقویٰ نصیب ہو جائے تو اس کی خاطر تھوڑا روزہ رکھنا کیا مشکل ہے

Marfat.com

کیونکہ تم ہروں ان سے رکھنے کے لئے ہمت آگے قدم بڑھاتی ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے کے لئے آمادگی پر آجاتی ہے۔

نقطۂ نگاہ روزہ

کوئی مضمون یا قصہ جس پر آپ گہری نظر ڈالیں۔ اس کا ایک موضوع ہوتا ہے جس پر وہ مضمون گردش کرتا ہے۔ روزے کا بھی ایک نقطہ اور مرکز ہے جس کے چاروں طرف سے خطوط چل کر مرکز پر کھیچتے ہیں۔ اس کے چاروں طرف اخلاقی نفسیاتی، روحانی دائرے ہیں اور ان سب کا ایک مرکز تھا اور وہ ہے تقویٰ۔

تقوے کی حقیقت

روزہ جیسی مشقت کی عبادت جس کا ثمرہ تقویٰ ہو اس کی معرفت اور حقیقت پر روشنی ڈالے بغیر آگے بڑھنا روزہ داروں کے ساتھ ناانصافی کرنا ہے۔ اس لئے اس موقع پر لعلکم تتقون کے سلسلے میں قارئین کو اس انعام کی حقیقت سے روشناس کرانا ضروری سمجھتے ہیں جو روزوں کے بدلے میں روزہ داروں کو دیا جائے گا۔

تقوے کے متعلق کسی صحابی نے ناما ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ تقویٰ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ تم جب کبھی ایسے راستے سے گزرتے ہو جس میں خاردار جھاڑیاں ہوں تو اپنے دامن کو بچا کر چلتے ہو کہ کانٹوں میں دامن نہ الجھ جائے بس تقویٰ بھی اسی کا نام ہے کہ تم گناہوں کے راستوں سے اپنے دامن کو بچا کر چلو مبادا تمہارے دامن عصمت میں گناہوں کی خاردار جھاڑیوں کے کانٹے

Marfat.com

پہنچ جائیں۔ میرے خیال میں اس سے بہتر تقوے کی اور کیا تعریف ہو سکتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر علامہ شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں

اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى — انصاف کرو کیونکہ وہ تقوے سے زیادہ قریب ہے

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"جو چیزیں شرعاً مہلک یا کسی درجہ میں مضر ہوں اُن سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اس کا نام تقویٰ ہے"

تقوے کی لغوی تحقیق — قرآن کریم میں تقویٰ مختلف مقامات پر مختلف معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ چند آیات میں اس کے معانی پر غور کیجئے:۔

۱- لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ — اللہ کو قربانیوں کے گوشت اور ان کا خون نہیں پہنچتا لیکن اس کو تو تمہارا خلوص پہنچتا ہے۔ (جس سے تم نے قربانی کی ہے)

دیکھئے یہاں تقویٰ کے صاف طور پر معنی خلوص اور اخلاص کے واضح ہوتے ہیں یعنی وہ حسن نیت جس کے ساتھ مال طیب اور [illegible] سے کی گئی قربانی اللہ تعالیٰ کو [illegible] مراد ہے۔

۲- وَآتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ — اور ان کو ان کے [illegible] عطا کی

یہاں تقوے سے مراد ماسوی اللہ سے بے خوفی اور صرف اللہ سے ڈر [illegible] رہتے ہیں یعنی جب اللہ اور بندوں کی مرضیاں آپس میں متصادم ہو جائیں

تو اللہ کی پروا کرو۔ اور غیر اللہ کی مرضی کو ترجیح مت دو۔

۳۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّکُمْ کَیْدُھُمْ شَیْئًا — اور اگر اے مسلمانو! تم صبر کرو اور محتاط رہو تو انکی کوئی تدبیر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیگی

یہاں تقویٰ سے مراد چوکنا اور خبردار رہنے کے ہیں یعنی اگر مسلمان کفار کے مقابلے میں جہاد کرنے میں صابر رہیں اور ان کی چالوں سے محتاط رہیں تو ان کی تدابیر مسلمانوں کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گی۔

۴۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ — اے لوگو اپنے رب سے ڈرو۔

اس آیت میں تقویٰ مومن اور کافر سب کے لئے خدا سے ڈرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۵۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ۔ — اس دن سے ڈرو جس میں اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

یہاں اتقا کی نسبت قیامت کے ہولناک دن کی طرف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ کسی خطرناک چیز یا ہولناک دن سے ڈرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

۶۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ — یہ کتاب (قرآن) اس میں کچھ شک نہیں پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

اس آیت میں متقین کے ضمن میں تقویٰ کی اس طرح تفصیل بیان کی گئی ہے کہ متقیوں کی تعریف یہ ہے کہ وہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ

Marfat.com

اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ۔ یعنی تقوٰی ایمان بالغیب لانے، نماز قائم کرنے، خدا کی راہ میں دینے اور قرآن اور دیگر ماقبل آسمانی کتابوں کو ماننے اور قیامت کا یقین کرنے کا نام ہے۔

غرضکہ تقوٰی مذکورہ آیات میں مختلف معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن روزوں کی آیت میں تقوے سے وہی نورانی کیفیت مراد ہے جو شرعًا بری باتوں سے بچانے اور نیکی کی طرف راغب کرنے میں ممد و معاون ہوتی ہے۔

میرے نزدیک تقوٰی ایک ایسا پختہ کردار، ایک ایسی لطیف سیرت اور ایک ایسا اعلٰی درجے کا معیاری کیرکٹر یا صفت منارِ روح ہے جس کا صحیح تصور روزے کے ثمر اور نتیجے کے طور پر لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ کے ماتحت پیش کیا گیا ہے۔ اور اسی پر روزے کا تمام مضمون گردش کر رہا ہے۔

روزے سے تقوے کا حصول کیسے

روزہ، مسلمان روزہ دار کو تقوے سے کس طرح سرفراز کرتا ہے اس کے متعلق ابھی گذشتہ اوراق میں ہم نماز کے متعلق گفتگو کر چکے ہیں جس طرح نماز، نمازی کو بے حیائی اور برائیوں سے بچاتی ہے۔ وہی صورت بعینہٖ روزے کے متعلق بھی ہے۔

ہمارا خیال ہے کہ الصلٰوۃ میں الف اور لام سے اعلٰی درجہ کی نماز مراد ہے۔ ایسی نماز کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اَلصَّلٰوۃُ نُوْرٌ (نماز نور ہے) کہا گیا ہے۔ نور کے برعکس گناہوں کا اندھیرا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اور نور و نار بھی دونوں متضاد ہو کر جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے واقعی نماز جس کو نور کہا گیا ہے ایسی قسم کی نماز کا ادا کرنے والا بے حیائی سے بچتا ہے۔ ایک واقعی عالم کو اس کا علم کھلم کھلا گناہ کرنے سے حجاب بن جاتا ہے۔ لیکن انسان نفس امارہ سے بعض اوقات پختہ نمازی ہونے کے باوجود ایسا مغلوب ہوتا ہے کہ اس سے گناہ ٹپک پڑتے ہیں اور اسی کا نام انسان ہے۔ اور اس کی پاکی کا علاج توبہ ہے جس سے پھر وہ اصلی حالت کی طرف لوٹ آتا ہے۔ کیا صاف کپڑا میلا ہو کر پاک اور اصلی حالت کی طرف نہیں آجاتا۔ خدائے کریم تو ارشاد فرماتے ہیں :-

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا	اے میرے بندو! جنہوں نے (گناہ کر کے)
عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ	اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت
رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ	سے ناامید مت ہو جاؤ (توبہ کر لو) اللہ
الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔	سب گناہ بخش دے گا۔
باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بہرحال جس طرح نماز اصلی روح اور کمال خشوع و خضوع کے ساتھ دل سے موافق و مناسب ہونے کے باعث مستقل گناہوں کے لئے ڈھال بن جاتی ہے اسی طرح روزہ بھی اپنی اصلی روح اور کمال کے ساتھ روزہ دار کو مستقل صاحب تقویٰ اور متقی بنا دیتا ہے۔

روزے کی تعریف فقہ کی نگاہ میں | کتب فقہ میں روزے کی تعریف

Marfat.com

حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:-

اَلصَّوْمُ هُوَ تَرْكُ الْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ مِنَ الْفَجْرِ اِلٰى غُرُوْبِ الشَّمْسِ بِنِيَّةِ التَّقَرُّبِ مِنَ الْاَهْلِ -

کھانے، پینے اور جماع کو صبح صادق سے غروب آفتاب تک تقرب کی نیت سے چھوڑ رکھنے کا نام روزہ ہے -
(عالمگیری کتاب الصیام)

روزے کی اس تعریف سے ایک اجمالی تصور اور ایک کلی اصول ہمارے سامنے آجاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ احکم الحاکمین کی شان بے نیازی بندوں سے تین چیزوں کی قربانی چاہتی ہے اور وہ یہ کہ بندہ ہماری خاطر مذکورہ تین چیزوں سے کنارہ کش ہو جائے۔

لیکن کسی فریضے کے اصول کلیہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ان کے اصولوں کے سوا باقی امور جو ان کو سنوارنے اور خوبصورت بنانے میں ممد و معاون ہوں ان سے بالکل چشم پوشی کر لی جائے۔ نماز کے فرائض اور واجبات کے علاوہ سنن اور مستحبات بھی نماز کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتے ہیں لہٰذا جب نماز کی حقیقت کا تصور کیا جائے تو اس میں فرائض، واجبات سنن اور مستحبات تمام ہی چیزوں کا تصور آئے گا۔ اسی طرح جب روزے کا تصور آئے گا اور یہ اصول پیش نظر ہوں کہ کھانے پینے اور جماع کرنے سے صبر کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ دیگر فواحش اور ذمائم یعنی بری باتوں سے پرہیز کرنا ضروری نہیں۔ اس کی وضاحت یوں خیال میں لائیے کہ جسم کا لباس سے ڈھانپنا اخلاقی اور عقلی طور پر ضروری

Marfat.com

ہے۔ بظاہر اس کا منشا اس طرح پورا ہو سکتا ہے کہ ایک کپڑے کو درمیان سے بقدرِ ضرورت پھاڑ کر گلے میں ڈال لیا جائے جس کا ایک حصہ آگے اور دوسرا پیچھے لٹک کر ستر کا کام انجام دے سکے لیکن اگر اس کپڑے میں باقاعدہ آستین، کف، کالر اور دیگر محسنات اور سلیقہ شعار اصول برتے جائیں تو کپڑا بھی خوبصورت ہو جائے گا اور اس سے انسانی جمالیات کی تزئین بھی ہو جائے گی۔

پس جب ہمارے سامنے روزے کی اجمالی تعریف اور حقیقت آتی ہے تو اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس میں وہ امور بھی پیش نظر رکھے جائیں جن سے روزے میں خرابی پیدا نہ ہو۔

بات یہ ہے کہ کسی مرض سے صحت حاصل کرنے کے لئے جہاں صحیح علاج درکار ہے وہاں اس سے زیادہ مضر اشیا سے پرہیز کی بھی ضرورت ہے علاج کتنا ہی حذاقت اور مہارت سے کیوں نہ کیا جائے لیکن پرہیز نہ ہو تو اس مریض کا خدا ہی حافظ ہے۔ اس لئے روزے کے اصول پر کاربند ہونے کے لئے ان مضر اور نقصان دہ برائیوں سے بچنے اور پرہیز کرنے کی سخت ضرورت ہے جو روزے میں خلل اور نقص پیدا کرتی ہیں۔ جب حقیقت یہ ہو تو پھر روزے کے درخت پر روزہ دار تقوے اور پرہیزگاری کا شیریں اور خوش ذائقہ پھل دیکھے گا اور اس سے شاد کام ہوگا۔

روزہ داروں کے درجات امام غزالی کی نگاہ میں

اسی تقوے کی حقیقت کے پیش نظر امام غزالی

Marfat.com

نے روزہ داروں یا خود روزے کے تین درجے متعین کئے ہیں۔

۱۔ عوام کا روزہ :- یہ وہ روزہ ہے جس میں کھانے پینے اور وظیفۂ زوجیت سے پرہیز کیا جائے اور اس سے زیادہ خصوصیات عوام کے روزوں میں شاید ہی ہوتی ہیں۔

۲۔ خواص کا روزہ :- جس میں ترک خورد و نوش اور وظیفۂ زوجیت کے علاوہ، غیبت، چغل خوری، دشنام طرازی، جھوٹ، بیہودہ گفتگو، مردم آزاری اور دیگر ہر قسم کی بداخلاقی کی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ روزہ عوام کے روزوں سے بدرجہا بہتر ہے۔

۳۔ مقربین اور اخص الخواص کا روزہ :- جس میں نہ صرف خواص کے روزوں کی خصوصیات ہوتی ہیں بلکہ ہر قسم کے ایسے تخیل سے بھی ان کا دل و دماغ پاک ہوتا ہے جو روزے کے لئے مضر ہوتے ہیں یہ روزہ دار برائیوں کے تخیل سے تو دور کنار روزے کی افطاری کے انتظام و اہتمام، سرد اور مفرح مشروبات اور لذیذ کھانوں کو بھی صبر نفس اور مقام صوم کی اصلی روح کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ جس طرح وہ مقربین جن کا کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر خالی گزر جائے تو اس کو اصل اور حقیقی زندگی کے خلاف تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہی سانس زندگی کے سانس ہیں جن میں اللہ کی یاد اور اس کا ذکر دل اور زبان کو گرمائے رکھتا ہے۔ یہی حال مقربین روزہ داروں کا ہوتا ہے کہ وہ کسی وقت روزے کی لطافت میں کسی کثافت کو پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔ جب روزے کا یہ مقام ہو تو پھر [illegible]

Marfat.com

اور تقوے کی راہ روزہ دار کو صاف دکھائی دیتی نظر آتی ہے۔

دیارِ عشق میں روزے کا مقام	حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند

نے اپنی مائیہ ناز تصنیف حجۃ الاسلام میں اصول اسلامی پر جدید متصوفانہ علم کلام کے رنگ میں دلکش تبصرہ فرمایا ہے۔ مضمون کا مفہوم پیش کرتا ہوں۔ تحریر فرماتے ہیں:-

"عشق مجازی والے کسی سے عشق و محبت کی بنیاد اس طرح رکھتے ہیں کہ محبوب سے آشنائی قائم کرنے کے لئے کئی کئی بار اس کے گھر جاتے ہیں جب آمد و رفت کا یہ سلسلہ پختہ دوستی کی بنیادوں پر دیواریں بلند کر چکتا ہے تو پھر معشوق کی ضیافت اور اپنے گھر بلا کر مہمانی کا مقام پیدا کیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کیلئے اپنے مال کو خرچ کرنے میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ جب محبت اس مقام پر پہنچ جاتی ہے تو پھر اس کے بعد محبت کا وہ مقام آتا ہے جس میں عاشق کو نہ اپنے کھانے کی پروا ہوتی ہے اور نہ پینے کی نہ بیوی کا خیال ہوتا ہے نہ حظ نفس کا گویا محبوب کی محبت پر اپنی خواہشات نفسانی و جسمانی کو قربان کر دیتا ہے اور پھر اس کے بعد بالآخر ایک وہ مقام آجاتا ہے کہ عاشق مجنونیت اور فرہادیت کے قالب میں ڈھل کر دیوانگی اختیار کر لیتا ہے۔

عشق کی یہی ترتیب اصول اسلامیہ میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ سب سے پہلا مقام نماز کا ہے یعنی معشوق حقیقی کے گھر شبانہ روز پانچ دفعہ آمد و رفت

رکھ کر مسلمان محبت کی بنیاد قائم کرتا ہے۔ جب یہ بنیاد محکم ہو جاتی ہے تو اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے جس کا نام زکوٰۃ ہے۔ مال خرچ کرنے کے بعد ایک اور مقام آتا ہے جس میں عشق رنگ لاتا ہے اور حقیقی محبوب کی محبت میں مومن بھوکا اور پیاسا رہنے لگتا ہے اور اپنی لذات کو اس پر قربان کر دیتا ہے اس کا نام روزہ ہے۔ پھر ایک آخری منزل کی طرف قدم بڑھاتا ہے اور وہ ہے فرہادیت اور مجنونیت کی منزل۔ اب اس دیوانے کے بال بڑھتے چلے جا رہے ہیں تو کٹوانے کی اجازت نہیں۔ ناخن حد سے تجاوز کر رہے ہیں تو کم کرانے کی فکر نہیں، سر میں جوئیں پڑ جائیں تو پروا نہیں، جنگل میں مارا مارا پھرتا ہے کبھی پہاڑیوں اور وادیوں میں دوڑتا ہے۔ سر سے کفن باندھا ہوا ہے کبھی اس گھر کا طواف کر رہا ہے۔ ٹیلوں اور پہاڑیوں پر چڑھ کر پکارتا ہے۔ کبھی میدان میں فرش کش ہے۔ غرض یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو فنا کر دے۔ اسی کا نام حج ہے۔

اب آپ دیکھئے کہ اصول اسلامی محبت و عشق کے منازل طے کرانے کے کتنے اچھے اور موثر اصول ہیں۔ انہی میں تیسرا مقام روزے کا ہے۔ عشق کی یہی دیوانگی کا نام ہی تقویٰ ہے کہ معشوق کے حکم کے سوا کسی اور طرف ایک متقی ہرگز قدم نہیں رکھتا۔

ماہِ رمضان کا تجزیہ ماہِ رمضان کو اگر تین حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ہر ایک عشرہ کی تین منزلیں ہو جائیں گی۔

۱- **پہلا عشرہ یا منزل اول:-** نفس کے سہارے اور شفقت کی

سمجھ لیجئے جس میں مجاہدے کی بھٹی میں نفس کو پگھلا کر مادہ سیال بنایا جاتا ہے
۲۔ دوسرا عشرہ :۔ جو گیارہ سے بیسویں روزے تک چلا گیا ہے۔
یہ عشرہ صفائی نفس کا عشرہ ہے۔ اس عشرے میں مادہ سیال سے میل کچیل علیحدہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ تیسرا عشرہ :۔ روح کو پالش اور جلا دینے کا ہے۔ اسی عشرے میں اعتکاف ہوتا ہے جس کا منشا دنیا کے خرخشوں سے یکسو ہو کر خدائے کریم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اور ایک مسجد کے گوشے میں بیٹھ کر نور معرفت کا حصول اس کی غایت و غرض ہے۔

شب قدر ایک ماہ کے مسلسل روزے رکھ کر ایک مسلمان میں شیطانی اور بہیمانہ قوتوں کو شکست دے کر روحانی تجلیات ابھر سکتی ہیں جو انسان کو ملکوتیت کی طرف لے جانے میں مدد و معاون ہوتی ہیں اور اس پر وہ شب قدر منکشف ہو سکتی ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:۔

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ	ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور کیا آپ جانتے ہیں کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے کیونکہ اس رات میں فرشتے اور بالخصوص جبریل اپنے رب کے حکم سے ہر ایک حکمت کو لے کر اترتے ہیں اور

Marfat.com

سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ طلوع فجر تک سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

(سورۃ قدر پارہ عـ۳۰ـ)

یہ رات احادیث کے ترجیحی فیصلے کے مطابق رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں یعنی اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں بلکہ بالخصوص ستائیسویں رات میں ظہور پذیر ہونے کا گمان رکھتی ہے۔ لہٰذا اس ایک رات کی عبادت اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہوتی ہے۔ اگر یہ رات کسی پر منکشف ہو جائے یعنی کسی کی عبادت اور دعا اس رات کے مطابق جا پڑے تو وہ فیض انوار ربانی سے مالا مال ہو جاتا ہے اور یہ اسی پر منکشف ہو سکتی ہے جو روزوں کی تجلیات سے منور ہو کر اپنی روح کو عالم ملکوت کے مناسب کر لیتا ہے۔ اسی واسطے اس رات کا رمضان شریف کے آخری عشرے میں نشان دیا گیا ہے۔ اور اس عشرے ہی میں شب قدر کا ظہور اور فرشتوں کا نزول عقلاً مناسبت بھی رکھتا ہے۔

شب قدر، نزول ملائکہ اور آخری عشرے میں روزہ دار کا روحانی عروج

اب شب قدر، فرشتوں کا اس رات میں دنیا پر نزول اور ادھر روزہ داروں کی روحانیت کا ارتقا۔ یہ سب چیزیں آپس میں مناسبت رکھتی ہیں۔ انسان روزوں کے باعث کثافتوں سے پاک ہو کر روحانیوں یعنی فرشتوں سے مناسبت کے قابل بن جاتا ہے اور یہ سب آمد رمضان کے آخری عشرے ہی میں مکمل ہونا

عقلاً درست معلوم ہوتے ہیں تاکہ خواص و اخص مومنین کی روحانی ترقیات اور ملائکہ جو محض نور اور روح ہیں ان میں باہمی ربط ہو سکے۔ اسی روحانیت کی صفائی اور تزکیہ کو تقویٰ کہتے ہیں جو روزوں کا مقصد ہے جس سے ہم ابتک بحث کرتے چلے آرہے ہیں۔

تقویٰ اور متقین کا صلہ

روزوں کے ذریعہ تقویٰ کا حصول انسانیت کی معراج ہے۔ اور یہی مقصد زندگی ہے کہ انسانیت حاصل ہو جائے جس کا حاصل ہونا بہت دشوار ہے ؎

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

مگر تقویٰ کا انعام، حصول انسانیت کے سوا متقین کے لئے قرآن کریم میں جابجا بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی میرے نزدیک ایک یہ بھی دلیل ہے کہ وہ جس عبادت کا حکم دیتا ہے۔ اس کا جسمانی یا روحانی فائدہ پیش کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دنیوی یا اخروی انعام اور صلہ بھی پیش کرتا ہے۔ چنانچہ متقین کے انعامات کے سلسلے میں منعم حقیقی فرماتے ہیں:۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ۝ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۝ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ (پارہ عمّ آخری رکوع)	یقیناً متقی لوگ سایوں، چشموں اور پھلوں میں ہیں جن کو ان کا جی چاہتا ہے۔ ہونگے۔ کھاؤ اور پیو بہ سبب اس کے کہ تم نیک کام کرتے تھے ہم نکوکاروں کو ایسا ہی انعام دیتے ہیں۔

Marfat.com

تیسویں پارے کے دوسرے رکوع میں متقین کے انعام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ۙ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۙ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ۙ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۙ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ۙ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ۙ (پارہ ۳۰۔ نبا۔ رکوع ۲)	بے شک متقیوں کو ان کی مراد ملنی ہے (یعنی) باغ اور انگور ہیں اور ہم عمر نوجوان عورتیں اور پیالے چھلکتے ہوئے وہاں نہ وہ بیہودہ باتیں سنیں گے اور نہ جھوٹ یہ بدلہ ملےگا آپ کے پروردگار کی طرف سے حساب سے دیا ہوا۔
قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ	کہہ دیجئے کہ کیا میں ان (دنیا کی فانی چیزوں) سے بہتر تمہیں نہ بتلاؤں متقیوں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک بیویاں اور ان سے بھی بڑھ کر اللہ کی خوشنودی۔

مذکورہ بالا تینوں آیات قرآنیہ میں متقیوں کو جن انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے ان میں سے حسب خواہش کھانے پینے کی چیزیں، باغات، انگور، ازواج مطہرہ، اعلیٰ درجے کے محل اور مستقل رہائش گاہیں اور اللہ کی خوشنودی یہ وہ سب چیزیں ہیں جو متقین کو انعام میں ملیں گی گویا دونوں دار متقین کے یہ سب انعامات ہیں۔

یہ انعام کیوں | دنیا میں انسانی فطرت اور اس کی خواہشات کا انتہائی

Marfat.com

نقطۂ عروج یہ ہے کہ اسے کوٹھی، باغ، پھل، بہترین مشروبات، دولت، نوکر چاکر، سواری کے لئے کار اور حسین بیوی مل جائے۔ لہٰذا اگر آخرت میں بھی خدائے رؤف و رحیم کی طرف سے انسانی فطرت کے تقاضوں اور ضرورت کے مطابق نیکیوں کا انعام ملے تو یہ عین فطرت کے مطابق ہے۔ اور اس میں مضحکہ انگیزی اور تمسخر کی کونسی بات ہے۔

فیصلہ

اب تک ہم کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ کے مضمون کی تکمیل میں مصروف تھے۔ اب تقوے کی تفصیلات سے عہدہ برآ ہو کر اور متقین کے انعامات سے فارغ ہو کر بقیہ روزے سے متعلق رکوع کی تفصیلات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

آمدم برسر مطلب

مضمون یہ تھا کہ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے اہل کتاب یا آسمانی اہل مذاہب پر فرض کئے گئے تھے لیکن ایسی مشقت آمیز عبادت کے بعد ۝ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ فرما کر گنتی کے روزوں کا ذکر کیا۔ مگر روزوں کی کل تعداد نہیں بتائی گئی۔ بلکہ اس سے پہلے بیماروں اور مسافروں کا حکم بیان فرمایا یعنی:—

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ط	اگر تم میں سے کوئی مریض ہو یا سفر میں تو دوسرے دنوں میں ان کا شمار ہے۔

روزوں کی قضا بیمار اور مسافر پر

یعنی رمضان کے بعد بیمار اور مسافر

اپنے ان روزوں کی جو قضا ہو گئے ہیں اس طرح گنتی پوری کریں کہ اتنے ہی روزے رکھ کر پورے کرلیں۔

واضح رہے کہ بیماری سے ایسی بیماری مراد ہے جس میں روزہ رکھنے سے مرض میں اور زیادتی ہو جائے گی یا صحت پر برا اثر پڑے گا یا مرض سے صحتیاب ہونے کے بعد مرض کی وجہ سے کمزوری اس قدر بڑھ گئی ہے کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو بیماری کی ان صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ بلکہ اگر روزے سے مرض بڑھ جانے یا جان کا خطرہ ہے تو اس صورت میں رکھا ہوا روزہ توڑ دینا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنے حقوق کی ادائیگی کا اسی حد تک طلبگار ہے جس میں نفس اس کو برداشت کرسکے۔ بہرحال بیماری میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن یہ شرط ہے۔ کہ کوئی دیندار طبیب یا ڈاکٹر کہدے کہ روزہ تمہیں نقصان دے گا۔ لیکن اگر ڈاکٹر یا طبیب غیر مسلم ہے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ ایک صورت یہ ہے کہ حکیم یا ڈاکٹر نے تو نہیں کہا البتہ اپنا تجربہ ہے یا ایسے آثار ہیں جن سے بیماری میں اضافہ ہونے کا اندیشہ ہے تو ڈاکٹر یا طبیب کی اجازت کے بغیر بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مسافر سے بھی شرعی مسافر مراد ہے جو اڑتالیس میل انگریزی کا سفر کر رہا ہو۔ تفصیلی مسائل آگے آئیں گے وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

مسافر اور بیمار کو روزوں سے مستثنیٰ کرکے آگے فرماتے ہیں :۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ   اور ان لوگوں پر جن کو روزہ رکھنے کی

طَعَامُ مِسْكِينٍ فَمَن تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ○

طاقت ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا بدلہ ہے لیکن جو کوئی زیادہ نیکی کرے تو اس کے لئے بہتر ہے اور اگر روزہ بھی رکھو تو وہ تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔

روزے کی طاقت کے باوجود ایک مسکین کو کھانا کھلانے کا حکم بدل چکا ہے۔

مذکورہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جو روزہ رکھ سکتے ہیں اور طاقت کے باوجود اگر وہ کسی ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں تو پھر انہیں اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں لیکن اگر وہ فدیہ کی بجائے روزہ بھی رکھیں تو بہتر ہے۔

مذکورہ بالا آیت اپنی جگہ بالکل مسلم ہے اور ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ ہم اس کے معانی کو اپنے ڈھب پر لانے کے لئے ادھر ادھر کی تاویلیں کریں لیکن یہ حکم اس وقت تھا جب روزوں کی شکل اور شاق عبادت کی ابتدا تھی۔

قرآن کریم میں بعض ایسے احکام و فرائض اور منع کئے ہوئے معاملات میں نفسیات اور تدریج کا خیال رکھ کر ان کو بتدریج فرض یا حرام کیا ہے جن میں لوگوں کو فوراً عمل کرنے یا ان کے چھوڑ دینے میں تکلیف اور دقت محسوس ہو سکتی تھی۔

Marfat.com

حرمت شراب | مثلاً شراب کی حرمت ہی کو لیجئے عرب کے لوگ شراب کے بڑے عادی تھے۔ بلکہ یہ ام الخبائث ان کی گھٹی میں پڑی تھی اسلام نے اس کی حرمت کے لئے بتدریج قدم اٹھایا۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلا درجہ یہ ہے جو حسب ذیل آیت میں فرمایا گیا:۔

۱۔ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۰ (قرآن بقرہ رکوع ۲۷)

یہ لوگ شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں۔ (البتہ) ان کے گناہ نفع سے زیادہ ہیں۔

اس آیت میں شراب میں نفع و نقصان کا ذکر کیا گیا ہے کہ اس میں دونوں باتیں یعنی نفع بھی ہے اور نقصان بھی۔ لیکن اس کے نقصان یا گناہ نفع سے زیادہ ہیں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا گیا۔ البتہ تیور بتلا رہے ہیں کہ خدا کے لئے الٰہی شراب کو پسند نہیں کرتے۔

پھر ایک دعوت میں جس میں کھانا پینا ہو رہا تھا شراب کا شغل ہوا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ جماعت سے نماز میں مشغول ہو گئے۔ امام نے سورہ کافرون پڑھی اور اس میں لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو) کی بجائے اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (جس کی تم عبادت کرتے ہو اسے کرتا ہوں، میں اس کی عبادت کرتا ہوں) پڑھا گیا جس کے معنی کفر ہو جاتے ہیں۔

چونکہ شراب کا نشہ چڑھا ہوا تھا اس لیئے ایسی غلطی ہوئی۔ اس موقع پر حسب ذیل آیت نازل ہوئی:۔

۲ ـ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (سورۂ نساء رکوع ۷ پارہ ۵)

اے ایمان والو تم نماز کے پاس بھی نہ جاؤ جبکہ تم نشے کے عالم میں ہو تا آنکہ تم اس قابل ہو جاؤ کہ جو کچھ پڑھ رہے ہو اس کو جان سکو۔

یہ دُوسرا درجہ ہے کہ اس میں بھی اگرچہ شراب کی حرمت کا تو حکم نہیں ہوا البتہ یہ فرمایا گیا کہ حالت نشہ میں نماز مت پڑھو کہ تمہیں لَآ اَعْبُدُ اور اَعْبُدُ کا بھی ہوش نہ رہے کہ کیا پڑھ رہے ہو۔ لیکن اس میں بھی تیور بتا رہے ہیں کہ وقت آیا چاہتا ہے کہ شراب کو ممنوع قرار دے دیا جائے اسی لیئے حضرت عمرؓ اس آیت کو سن کر پکار اٹھے اَللّٰهُمَّ بَیِّنْ لَنَا بَیَانًا شَافِیًا (اے اللہ ہمیں صاف صاف شفا بخش اور دو ٹوک فیصلہ سے اطلاع دیجئے) تب حسب ذیل آیت نازل ہوئی۔ اور تیسرے درجے میں شراب کو حرام قرار دے دیا گیا اور فرمایا گیا:۔

۳ ـ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ

بجز اس کے نہیں کہ شراب اور جوا اور بت پانسے سب شیطانی ناپاک کام ہیں پس ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔ شیطان تو چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے ذریعے دشمنی اور عداوت ڈالے

إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ○ (سورہ مائدہ رکوع ۱۲ پارہ)

تم کو اللہ کی یاد سے روکے تو کیا تم اب باز آؤ گے۔

اب شراب کی حرمت کا صاف صاف اعلان کر دیا گیا اور بتا یا گیا کہ بت پرستی کی طرح شراب جیسی ناپاک چیز سے بھی پرہیز کرو۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ کو سن کر چلا اٹھے اِنْتَهَيْنَا اِنْتَهَيْنَا (ہم باز آگئے ہم باز آگئے) پھر کیا تھا شراب کے مٹکے ٹوٹے پڑے تھے، میخانہ سونا تھا، جام ومینا ٹکڑے ٹکڑے تھے۔ مدینے کی گلیوں میں شراب بہہ رہی تھی اور جو لوگ شراب کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے وہ آج اپنے ہاتھوں سے خُم کے خُم لنڈھانے کی بجائے خُم کے خُم بہا رہے تھے۔ رحمت خوش ہو رہی تھی اور شیطنت کے گھر میں صفِ ماتم بچھ رہی تھی۔ عداوت وبغض کے گلے پر خنجر چل رہا تھا؛ دریائے الٰہی سے رکاوٹ کے پردے ہٹ رہے تھے۔ عرب کے پس ماندہ بادیہ و صحرا نورد ہوش میں آ رہے تھے اور آجکل کے با ہوش بیہوش ہو رہے ہیں۔ شراب کو دل دے بیٹھے ہیں، پیتے ہیں اور دل کھول کر ممالک اسلامیہ میں ڈنکے کی چوٹ پیتے ہیں۔ ہوشیار ہو کر بے ہوش بنتے ہیں۔ فارورڈ (farward) بیک ورڈ (Back word) نظر آتے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ بعض بے خبر مگر اپنے گمان میں با خبر ہمارے خیال میں بے علم اور اپنے خیال میں باعلم ترقی یافتہ مسلم ممالک میں رہ کر بیک جنبش قلم شراب کو حد جواز میں لانے کی کوشش

ہیں سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ہمارا کلیجہ بھی ٹھنڈا ہو جاتا اگر یہ لوگ شراب کو حرام کہہ کر پیتے۔ مگر جائز کر کے پینے میں خدا اور نفس کو جو فریب دیتے ہیں۔ وہ داد کے قابل ہے کہتے ہیں قرآن کریم میں شراب کہاں حرام ہے ھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ ہی تو کہا گیا ہے۔ آئیے ایسے آنکھوں کے اندھوں کو میں بتاتا ہوں کہ شراب کو صاف قرآن کریم میں حرام کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے ایک منطق کی بات سُن لیجئے اور وہ یہ ہے کہ آپ کو ہر اتوار کو چھٹی ملتی ہے۔ لہٰذا جس دن اتوار ہوگا چھٹی کا دن ہوگا خواہ کہیں صاف لکھا ہو یا نہ لکھا ہو۔ مثلاً

۱۔ آج اتوار ہے۔ (صغریٰ)

۲۔ اور ہر اتوار کو چھٹی ہوتی ہے۔ (کبریٰ)

۳۔ لہٰذا آج چھٹی ہے۔ (نتیجہ)

اب شراب کی صاف صاف حرمت قرآن سے سنیئے:-

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ (یہ لوگ شراب کے متعلق پوچھتے ہیں)

۱۔ قُلْ فِیْھِمَآ اِثْمٌ (ان میں گناہ ہے) (صغریٰ)

۲۔ وَالْاِثْمُ حَرَامٌ۔ (گناہ حرام ہے) (کبریٰ)

۳۔ فَالْخَمْرُ حَرَامٌ۔ (پس شراب حرام ہے) (نتیجہ)

اب جب کہ شراب اثم ہے اور اثم یعنی گناہ قرآن کی دوسری حسب ذیل آیت سے حرام ہے۔

Marfat.com

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝	کہدیجئے بجز اس کے اور کچھ نہیں کو میرے رب نے ظاہری و باطنی بے حیائیوں اور اثم (گناہ) اور ناحق کی زیادتی کو حرام قرار دیا اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے ساتھ ایسے کو شریک ٹھہراؤ جس کی تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ بھی حرام ٹھہرایا کہ اللہ پر تم وہ بات لگاؤ جو تم جانتے نہیں۔
(اعراف رکوع ۴)	

لہذا شراب کا بھی حرام ہونا واضح ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ میں اثم کو شرک کے برابر میں رکھ کر حرام قرار دیا گیا ہے۔ پس اے آجکل کے شرابیو هَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

ہم اپنے مقصد کے اثبات میں ذرا دُور نکل گئے۔ مگر یہ دُور نکلنا بھی مفید ضرور تھا۔ اس لئے پھر روزوں کی طرف لوٹتے ہیں۔

ہاں تو بات یہ ہو رہی تھی کہ مخاطبین کی غیر معمولی شراب کی عادت کے پیشِ نظر یہ سہل نہ تھا کہ فوراً شراب کو حرام قرار دے دیا جائے اس لئے نہایت حکیمانہ انداز اور تدریج سے پہلے ان کے دلوں میں شراب کی نفرت بٹھلائی گئی اور پھر آہستہ آہستہ اس کی حرمت کی طرف ان کے دلوں کو لایا گیا اور پھر اس کو حرام کر دیا گیا۔

اسی طرح روزہ جیسی دشوار عبادت میں پہلے ان کو روزے سے مانوس

Marfat.com

بنا یا گیا اور روزے کی قدرت کے باوجود یہ حکم بھی رکھا گیا کہ اگر کوئی روزے کی بجائے فدیہ میں مسکین کو کھانا کھلادے تو یہ بھی ٹھیک ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ روزہ رکھو۔

اللہ تعالےٰ چونکہ عالم الغیب ہیں اس لئے ان کو معلوم تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ کج راہ قسم کے لوگ اس آیت کے غلط معنی پہنا کر لوگوں کو وسوسے میں ڈال دینگے اور کہیں گے کہ قرآن کریم میں تو یہ ہے کہ اگر روزے کی طاقت کے باوجود ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے تو روا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بتدریج شراب کی حرمت کی طرح فدیے کو ہٹا دیا گیا اور اس کے بعد آیت میں صاف کہا گیا:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ	(وہ ایام معدود) رمضان کے ماہ
فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی	کے روزے ہیں جس میں قرآن جیسی کتاب
لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ	لوگوں کے لئے ہدایت اور واضح احکام
الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ ۚ	بیان کرنے والی اور حق و باطل میں فرق
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ	کرنے والی نازل کی گئی لہٰذا جو کوئی اس مہینے
الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ۔	کو تم میں سے پائے تو اس کے روزے رکھے

روزوں کی فرضیت، دوسری امتوں پر فرضیت صیام کی تشابہت، متقی ہونے کے اعلیٰ فوائد اور گنتی کے دنوں کے روزوں کا ذکر اور پھر مریض اور بیمار کے استثنا اور پھر طاقتور کو روزے کے فدیے کی رعایت دینے کے بعد مذکورہ آیت میں بتدریج تمام رمضان کے مہینے کے روزوں کا حکم

صادر فرما دیا گیا۔ جو قیامت تک کے لئے اٹل اور نا قابل ترمیم ہے۔

طاقت رکھتے ہوئے فدیہ نہیں	اس اجمال کی قدرے تفصیل اور شفا بخش تفصیل درکار ہے۔ مگر

تفصیل سے پہلے بعض فیصلہ شدہ باتوں پر غور کیجئے یعنی

۱۔ اُمّت مسلمہ اور ائمہ ربّانی کا اس بات پر اجماع ہے کہ رمضان المبارک کے روزے ہر مسلمان مرد اور عورت تندرست عاقل و بالغ اور غیر معذور پر فرض ہیں۔ اور تمام اُمّت اور تمام ائمہ اور علما ربّانی کے اجماع کے بعد کوئی دوسرا فیصلہ قابل سماعت نہیں اور یہ بعید از عقل ہے کہ ساری اُمّت مسلمہ اب تک گمراہی پر چلی آ رہی ہے۔ کہ وہ یہ سمجھنے سے قاصر رہی ہے کہ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ کا یہ مطلب ہے کہ روزے کی طاقت کے باوجود اگر کوئی فدیہ دے دے۔ تو روزہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ حالانکہ اُمّت مسلمہ تواتر کے ساتھ روزوں کی فرضیت پر عملی اور قولی طور پر عامل ہے۔

۲۔ احادیث میں بارہا جگہ اسلام کی بنیادوں کا پانچ چیزوں پر قائم ہونے کا ذکر آیا ہے۔ اور ان میں واضح اور صاف طور پر صوم رمضان ایک سنگ بنیاد بتایا گیا ہے۔ اگر ایک مسکین کو ہر روزے کے عوض کھانا دے کر رمضان کے روزوں سے بچ جانا سہل ہو گیا ہوتا تو اسلام کا ایک بنیادی گرگر اس کی عمارت کو گرانے کے لئے کافی ہوتا۔

۳۔ ایک ہی آیت میں روزوں کی فرضیت اور اس کے ذرا بعد اس کا

فدیۂ طعام مسکین کے ذریعہ اُٹھا دینا اچھا خاصہ مذاق سا معلوم ہوتا ہے۔ ۴۔ ایک طرف تو سخت سے سخت مرض اور دُشوار گذار سفر میں بھی روزوں کو اس طرح ساقط نہ کیا جائے کہ بعد رمضان ان کی قضا نہ ہو اور دوسری طرف فدیۂ مسکین پر اُن کو ختم کر دیا جائے، حیرت کی بات نہیں تو اور کیا ہے۔

لہٰذا "فدیۂ مسکین باوجود طاقت" کا نظریہ بالکل غلط ہے اور ہمیشہ کے لئے رمضان کے روزوں کا فرض ہونا مسلّم۔ اس سلسلے میں ہم آپ کو ایک تحقیقی فیصلے کی طرف لئے چلتے ہیں۔ جو بخاری کے شارح امام عینی حنفی نے بخاری کی شرح عینی میں اس آیت کے متعلق تحقیق کی روشنی میں فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:-

كان في بدء الاسلام فرض عليهم الصوم فاشتد عليهم فرخص لهم في الافطار والفدية وقال معاذ كان في ابتداء الامر من شاء صام ومن شاء افطر واطعم عن كل يوم مسكينا حتى نزلت الاية التي بعدها	ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر روزے فرض کئے گئے لیکن ان پر سخت گذرے اس لئے ان کو افطار اور فدیہ کی اجازت دی گئی۔ اور معاذؓ نے کہا کہ ابتدائے اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا افطار کرتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا یہاں تک کہ بعد کی آیت نازل ہوئی۔

(عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ مصر)

Marfat.com

اس عبارت سے روزوں کی فرضیت میں بتدریج احکام کے نزول کا صاف پتہ چلتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روزوں سے متعلق تمام آیات ایک مرتبہ ہی نازل نہیں ہوئیں۔ بلکہ بتدریج نازل ہوئیں جن کو تین مدارج میں نازل کیا گیا:۔

۱۔ اوّل یہ کہ تم پر روزے فرض کئے گئے جس کا مقصد یہ ہے کہ تم نیک بن جاؤ اور روزے بھی گنتی کے ہیں۔ البتہ بیمار اور مسافر مستثنیٰ ہیں وہ بعد میں قضا کریں۔

۲۔ لیکن روزہ جیسی مشقت کی عبادت سے صحابہ مانوس نہ تھے اس لئے انہوں نے اس صبر آزما عبادت کو گراں سمجھا اس لئے پھر وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ نازل ہوئی کہ جس کی مرضی ہو روزہ رکھے اور جس کی خواہش نہ رکھنے کی ہو تو اسے بھی اختیار دیا گیا لیکن اس کے فدیہ میں ایک مسکین کا کھانا دینا طے کر دیا گیا۔ البتہ یہ بھی ضمیمے کے طور پر فرمایا گیا فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ط یعنی اگر کوئی زیادہ نیکی کرے اور ایک مسکین کی بجائے دو یا زیادہ کو کھلا دے تو اور بھی بہتر ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود یہ بھی فرمائش ہوئی وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم روزہ ہی رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔

اس آیت میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا ٹکڑا جس قدر لطافت دے رہا ہے۔ اس کو اہلِ بصیرت ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس میں ان تمام ذہنی اُلجھنوں قلبی وسوسوں اور شیطانی حیلوں کا قیامت تک کے لئے علاج کر دیا گیا ہے

جو سہل انگار لوگوں کے ذہنوں اور دلوں میں کھٹک سکتے یا قصداً پیدا کئے جا سکتے ہیں یعنی اگر تمہیں سمجھ ہے اور تم اہل علم ہو اور اس کے برعکس جہالت اور نادانی سے الگ تھلگ ہو تو پھر سمجھ لو اور جان لو کہ روزے رکھنے ہی بہتر ہیں۔ اس ٹکڑے کے تیور بعینہٖ اسی طرح کے تیور ہیں۔ جو شراب کی حرمت سے پہلے وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا میں اُبھر رہے ہیں اور رضا و مرضی ربّانی کو بتا رہے ہیں۔ کہ روزہ روزہ ہی ہے۔ اور افطار کر کے فقیر کو کھانا کھلا دینا خوشنودی ربّانی نہیں۔ اب مسئلے کی دو جانب ہیں :۔

۱۔ منشائے ربّانی یعنی روزوں کا رکھنا۔

۲۔ منشائے انسانی یعنی افطار کرنا اور فدیہ دینا۔

لہٰذا اب یہ مومن کا کام ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ وہ اپنی مرضی کو مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ سے مقدم رکھنا چاہتا ہے یا خوشنودی خدائے عظیم کو۔ بہرحال موجودہ اور آئندہ نسلوں سے لبریز دور کے لئے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ میں اصلاح کی پوری پوری گنجائش رکھ دی گئی ہے۔

۳۔ روزوں کی فرضیت میں تیسری منزل :۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ	رمضان کے مہینے کے روزے (رکھو)
فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ	جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا جو لوگوں
وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ	کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کی
فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ	جس میں واضح ہدایات ہیں اور حق و

Marfat.com

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ
عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ
أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ
اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ
وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ
وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا
هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝

باطل میں امتیاز کا باعث ہے لہٰذا جو کوئی
تم میں سے اس مہینے کو پالے وہ روزہ رکھے
اور جو مریض یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں
میں گنتی پوری کرے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ
آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے وہ تنگی
کا ارادہ نہیں رکھتا اور تاکہ تم گنتی پوری
کر لو اور اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت
دی تم اس کی بڑائی بیان کرو اور تاکہ تم
شکر گزاری کرو۔

اس تیسری منزل میں رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض کر دئیے گئے اور صاف فرما دیا گیا کہ جو رمضان کے مہینے میں موجود ہو وہ تمام شرائط صوم کے بعد روزہ رکھے۔ البتہ مریض اور مسافر رمضان کے بعد قضا کر لیں۔ ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو تکلیف دینے کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ مریض اور مسافر کے استثنا سے ان کو سہولت دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ رؤف و رحیم ہے اور بقدر برداشت ہی بندوں پر احکام نازل کرتا ہے۔

علاوہ ازیں پورے ماہ کے روزے رکھانے میں وہ اپنی عظمت اور برتری کا اظہار چاہتا ہے۔ اور یہ بھی چاہتا ہے کہ چونکہ اس نے تم کو ہدایت جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے لہٰذا روزہ جیسی مشقت کی ادائے

Marfat.com

سے اک گونہ اس کی نعمت ہدایت کا شکریہ ادا ہو جائے۔ لہٰذا اب پُورے ماہ کے روزے ہی رکھا کرو جس میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ اور جو ہدایت کا ذریعہ بنا ہے۔

الغرض روزے کی یہ تین منزلیں تھیں کہ بتدریج اس کو تیسری اور آخری شکل دے دی گئی ہے۔

علامہ ابن جریر طبری اور روزہ کی تدریج فرضیت

ہم علامہ عینی شارح بخاری کی مذکورہ عربی عبارت کا حضرت معاذ کی روایت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ پیش کر رہے تھے۔ اس کی تائید میں علامہ ابن جریر طبری کی حسب ذیل حدیث پر غور کیجئے جو انہوں نے بروایت ابن ابی لیلے پیش کی ہے لکھتے ہیں:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ علیھم امرھم بصیام ثلٰثۃ ایام من کل شھر تطوعا غیر فریضۃ قال ثم نزل صیام رمضان قال وکانوا قوما لم یتعودوا الصیام قال وکان یشتد علیھم الصوم قال فکان	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ مدینہ والوں کے پاس آئے تو ان کو ہر ماہ کے تین دن کے نفلی روزے رکھنے کو فرمایا جو فرض کے طور پر نہ تھے راوی نے کہا کہ پھر رمضان کے روزے کی فرضیت نازل ہوئی راوی نے کہا کہ قوم کو روزے کی چونکہ عادت نہ تھی اس لئے ان پر روزہ شاق گذرا پس جو شخص روزہ نہ رکھتا تھا وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ پھر یہ آیت نازل

Marfat.com

ومن لم يصم اطعم مسكينا۔ ثم نزلت هذه الاٰية فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر فكانت الرخصة للمريض والمسافر

ہوئی یعنی جو شخص ماہ رمضان میں موجود ہو تو وہ روزہ رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کو پورا کرے۔ گویا مریض اور مسافر کو نہ رکھنے کی اجازت تھی اور ہمیں روزوں کا حکم دیا گیا۔ (ابن جریر)

وامرنا بالصیام (تفسیر ابن جریر طبری صفحہ ۸۵ جلد ثانی مطبوعہ مصر)

اسی قسم کا مضمون بخاری شریف اور دیگر اکثر کتب احادیث میں موجود ہے۔ اور ابن لیلیٰ اور معاذ والی روایت جو علامہ عینی نے پیش کی ہے اس کے فیصلے کو تسلیم کر لینے کے بعد روزوں کی تمام آیات اور حدیثی روایات جو بخاری، مسلم، دارقطنی، بیہقی اور ابوداؤد میں ہیں سب اپنی اپنی جگہ چسپاں اور منطبق ہو جاتی ہیں اور کسی قسم کا کوئی تعارض اور نسخ و تنسیخ کے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ہم نسخ کے لفظ سے نہیں گھبراتے لیکن آپ کو خلجان میں بھی ڈالنا نہیں چاہتے کیونکہ ہر شخص کی اپنی قدرت اور ادراک ہوتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

ہو سکتا ہے اور بالکل قرین قیاس ہے کہ کوئی اہل علم یہ شبہ پیش کریں کہ آپ نے جو روزوں کی آیات کو بتدریج تین قسطوں میں نازل ہونے کی توجیہ پیش کی ہے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهٗ جس کے

اوّل میں واؤ عطف ہے اور اس کا پہلی آیت سے سخت ربط و اتصال ہے۔ بھلا یہ کیونکر علیحدہ دوسرے وقت میں نازل ہوئی ہوگی۔ اس کا جواب ہمارے نزدیک بالکل آسان اور صاف ہے اور وہ یہ کہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں مختلف جگہ ثابت ہیں۔ مثلاً جب لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ نازل ہوئی جس میں جہاد نہ کرنے والوں میں باہم مساوات کی تمیز کردی گئی کہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے جو نابینا ہونے کے باعث جہاد میں شریک نہ ہو سکتے تھے آنحضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لئے اس حکم میں استثنا ہونا چاہیئے تو اس پر غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کے الفاظ بعد میں نازل ہوئے یعنی معذور اس حکم میں داخل نہیں۔ حالانکہ استثنا اپنے مستثنیٰ منہ سے جدا نہیں ہوتا۔ اور غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کو سمجھ کر عقل تسلیم نہیں کرتی کہ یہ الفاظ بعد میں نازل ہوئے ہونگے۔ حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ یہ ٹکڑا بعد میں نازل ہوا ہے۔

اسی طرح جب روزوں کے لئے سحری کھانے کے وقت کی انتہا کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا کہ تم سحری اس وقت تک کھا سکتے ہو حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ یہاں تک کہ سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے جدا نظر آنے لگے۔ اس آیت میں اگرچہ سفید اور سیاہ دھاگے سے صبح صادق کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے لیکن بعض صحابہ نے اس استعارے کے اصلی معنی سمجھنے کی بجائے

Marfat.com

تکیے کے نیچے دو سفید اور سیاہ دھاگے رکھنے شروع کر دیئے اور سحری کے اختتام کے لئے دونوں دھاگوں کو دیکھا کرتے حالانکہ آیت کا یہ منشا نہ تھا۔ اس پر مِنَ الْفَجْرِ کے لفظ بعد میں نازل ہوئے۔ یعنی سفید دھاگے سے مُراد فجر کا سفید دھاگا یعنی وہ لکیر اور دھاری مُراد ہے جو افق میں صبح کی سفیدی کی صُورت میں نظر آتی ہے۔

خلاصۂ تحقیق

ہماری اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ مسلمانوں پر پہلی قسط میں روزوں کی فرضیت کا حکم ہوا۔ لیکن عادت نہ ہونے کے باعث اُن کو شاق گذرا اگرچہ انہوں نے روزے رکھے۔ اس لئے فدیہ رکھ دیا گیا لیکن جب ان کو عادت ہو گئی کہ روزہ رکھنے میں دقّت اور تکلیف کا احساس اُٹھ گیا اور روزے سے مانوس ہو گئے تو پُورے رمضان کے مہینے کے روزے فرض کر دئیے گئے۔ یہ اس وقت حکم دیا گیا۔ جبکہ کسی کو بھی گرانی یا سختی کا عذر باقی نہیں رہا۔ بلکہ رفتہ رفتہ صُورتِ حال یہ ہو چکی تھی کہ صحابہ میں بعض کو صائم الدہر رہنے ہی میں لطف آتا تھا۔

کیا یہ تحقیق دُرست نہ ہو گی

میرے خیال میں اگر روزے سے متعلق گذشتہ آیات کا یہ مطلب لیا جائے۔ کہ اللہ تعالےٰ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ میں دو قسم کے مریضوں اور دو قسم کے مسافروں کا حکم بیان فرما رہے ہیں۔

Marfat.com

اوّل یہ کہ وہ مریض و مسافر جو اپنے مرض اور سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور رمضان کے بعد ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کریں۔

دوسرے وہ مریض اور مسافر جو روزہ رکھنے کی طاقت تو رکھتے ہیں لیکن بہر حال سفر کی حالت اور بیماری کے باعث ان کا روزہ رکھنا دقّت سے خالی نہیں۔ ایسے مسافر اور بیمار کے لئے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اللہ تعالےٰ نے ان کے لئے فدیہ مقرر کر دیا۔ تاکہ طاقت رکھنے کے باوجود روزہ نہ رکھنے کا کفّارہ بن جائے۔ اور یہ فدیہ ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلانے کا فدیہ ہے لیکن جو بیمار اور مسافر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ روزہ ہی رکھیں اور بیماری خاطر اس حالت میں جو انہیں کچھ تکلیف پیش آئے گی اُسے برداشت کریں تو ان کے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے گویا عَلَی الَّذِیْنَ کے اَلَّذِیْنَ سے طاقتور مریض اور مسافر مراد لئے جائیں اور پہلے ٹکڑے میں وہ مسافر اور بیمار مُراد لئے جائیں جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو پھر آیات کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے اور دونوں ٹکڑوں میں واو عطف کی وجہ سے جو معطوف اور معطوف علیہ میں ربط بھی قائم رہتا ہے۔ لہٰذا اس معنی کے مُراد لینے میں اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو کیا حرج ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تفسیر کسی اور مفسّر نے بھی کی ہو۔ لیکن اپنے محدود علم کی وجہ سے میری نظر سے نہیں گذری لہٰذا اگر میری اس توجیہ پر طلبا کو کسی تحقیقی بنا پر اعتراض ہو یا اس میں تفسیر بالرائے کا شبہ ہو

Marfat.com

سکتا ہو تو پھر مذکورہ بالا تحقیق فیصلہ کن سمجھے جانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔ البتہ دل کی کجی کا کسی کے پاس کوئی علاج نہیں پھر دونوں قسم کے مریضوں اور مسافروں کے احکام کے بعد خدا نے کریم نے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ کے ذریعہ ہمیشہ کے لئے پورے ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا ذکر فرما دیا۔

Marfat.com

روزے کے اسرار

اور

اس کا فلسفہ

روزے کی فرضیت کے سلسلے میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (تاکہ تم متقی اور پرہیزگار انسان بن جاؤ) کے ماتحت گذشتہ سطور میں ہم روزے کے فرض کیے جانے کی وجہ پر سیر حاصل بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم اپنے خیال کی ترتیب کے پیش نظر روزے کی حکمتوں اور اس کے فلسفے پر بحث کرنا چاہتے ہیں تاکہ تقویٰ کے ساتھ جو کہ روزہ رکھنے کی غرض و غایت ہے اس کا فلسفہ بھی واضح ہو جائے۔

فلسفیت نہ ہونا ہی فلسفہ ہے

ہمارے خیال میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت اور ان کا طریقہ احکام خداوندی کے سلسلے میں یہ ہوتا تھا کہ وہ ہر حکم الٰہی کا فلسفہ خوشنودی

خدا و رسول سمجھتے تھے۔ ان کا ایمان یہ تھا کہ قرآن و سنت کے ہر حکم کا فلسفہ صرف یہی ہے کہ ان کی طرف سے حکم آئے اور ہم اپنی گردن اطاعت جھکا دیں اور سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے لئے کوئی فلسفہ دریافت نہ کریں۔ اس سے زیادہ بندے کے لئے اور کوئی حکمت نہیں کہ اس سے ہر حکم میں اطاعت کا ظہور ہو جائے اور خدائے تعالیٰ خوش ہو جائے۔

عظیم الشان قربانی

یہی فلسفہ روزے کا بھی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر روزہ فرض کر کے ایک تو یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس سخت عبادت کے پیش نظر ہمارے بندے ہماری خاطر اپنی جسمانی لذتوں سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ اتنا عظیم الشان ایثار اور قربانی ہے جس کی حقیقت کا تصور وہی کر سکتے ہیں جو رضائے ربی کو ہر حال میں مقدم سمجھتے ہیں۔ ذرا گہرائی میں جا کر دل سے پوچھئے اور سوچئے کہ خواہشات و لذات جسمانی کے سیلاب میں تنکے کی طرح بہ جانے والا انسان روزہ رکھ کر نفس پر کتنا ضبط اور کنٹرول کرتا ہے۔ مئی، جون اور جولائی کی چلچلاتی دھوپ اور باد سموم کے تھپیڑوں میں تشنگی کا تونسا ہوا روزے دار سرد اور برفیلے کیوڑہ، صندل، گلاب، عناب کے شربتوں، آئس کریم کی قلفیوں، مٹھو اور اورنج، سیب اور کیلے کی روح سے معطر اور مقطر سوڈے کی رنگ برنگی بوتلوں، کوکا کولا کے متنوع الالوان تیلیشوں، بالائی، دودھ، تخم ریحان اور سفید سفید سوئیوں کے ریشوں سے برفیلے فالودے کی فنجانوں، مالٹے اور سنترے کے رنگین

عورتوں سے لبالب چھلکتے ہوئے گلاسوں کو چھوڑ کر روزے میں گلے کو خشک کرنا کتنی بڑی قربانی اور کتنا بڑا ایثار ہے۔ اس تشنگی اور پیاس کے عالم میں ان لذائذ کو نظر انداز کر دینے اور مسلم روزہ دار کے جذبہ محبت کا اس آزمائش سے مقابلہ کیجئے کہ طالوت بادشاہ کے ساتھ جب ایک جماعت جالوت کے مقابلے میں جہاد کے لیئے نکلی اور راستے میں ایک نہر سے گذرتے ہوئے ان کو پیٹ بھر کر اور سیراب ہو کر پانی پینے سے روکا گیا الا ایک آدھ چلو کی ممانعت نہیں کی گئی تو طالوت کے ساتھی اس آزمائش میں نفس پر کنٹرول نہ کر سکے اور ضعیف شکست خوردہ نفس ہو گئے۔ قرآن کریم میں اس واقعے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ لا
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ ج
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ
مِنِّيْ ج وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ
فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ
غُرْفَةً بِيَدِهٖ ج فَشَرِبُوْا
مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ط
(بقرہ رکوع ۳۳ پارہ ۲)

"جب طالوت بادشاہ لشکروں کو ساتھ
لے کر چلا تو اس نے کہا کہ اللہ تمہیں ایک
نہر کے ذریعہ آزمانے والا ہے۔ جو کوئی
اس میں سے پانی پئے گا وہ مجھ سے نہیں
اور جو کوئی اس کو نہ چکھے گا وہ یقیناً مجھ سے
ہے مگر جو کوئی ایک چلو بھر لے اپنے ہاتھ سے
پس انہوں نے اس نہر سے پانی پیا چند
کے سوا سب نے پانی پیا"

دراصل طالوت نے ان سے یہ کہہ کر کہ اب تم اللہ کی طرف سے آزمائے جانے والے ہو یہ دکھانا تھا کہ اس کے منع کرنے سے پیاس کے باوجود جہاد کو

جانے وقت راستے میں نہر کو عبور کرتے ہوئے جو پانی نہ پئے گا اس سے اس شخص کا اندازہ ہو جائے گا کہ وہ جہاد میں بھی پختہ اور ثابت قدم ثابت ہوگا اور جو پانی پینے سے منع کرنے پر اطاعت میں ثابت قدم نہ رہے گا اس سے جہاد میں ثابت قدمی کی توقع بھی فضول ہے۔ بہرحال تھوڑے سے نفوس کے سوا تمام نے نہر کا پانی پیا اور نفس پر کنٹرول نہ کرسکے جس کا مطلب یہ تھا کہ جو پیاس کی برداشت نہ کرسکے ان سے جہاد کی توقع فضول ہے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ آگے بڑھ کر قوم نے صاف کہہ دیا:۔

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ۔ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں۔

اسی طرح یہودیوں کو ہفتے کے دن مچھلی کے شکار سے منع فرما کر آزمائش کی گئی۔ دیکھا یہ گیا کہ یہ مچھلی کے شکار کے شوق اور اس کی لذت ذوق کو ہمارے حکم پر قربان کرنے کی طاقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ لیکن یہودی قوم اتنا ایثار بھی نہ کر سکی اور ہفتے کے روز شکار سے باز نہ آسکی۔ البتہ شکار کی انہوں نے نئی تدبیر نکالی کہ دریا کے کنارے وہ لوگ گڑھے کھود لیتے اور ان میں مچھلی آجاتی تو پکڑ لیتے اور کہتے کہ ہم نے تو شکار نہیں کیا البتہ خود بخود مچھلیاں چلی آتی ہیں۔ یہ واقعات بتاتے ہیں کہ خواہشات نفس کا کسی کی خاطر چھوڑ دینا بہت بڑا ایثار اور بہت بڑی قربانی ہے۔ روزہ یہی ایثار اور یہی قربانی سکھاتا ہے

توفیق شکر ایثار اور قربانی کے علاوہ روزہ، روزہ دار کو خدا وند تعالیٰ

کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے پر مائل کرتا ہے۔ کیونکہ جب ایک روزہ دار کھانے پینے اور جنسی میلان سے نفس کو روک لیتا ہے۔ جو اعلیٰ درجے کی نعمتیں ہیں تو ایسا کرنے سے اس کو نعمتوں کی قدر کا احساس ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ ان نعمتوں کا چھن جانا انسانی بدقسمتی کی ایک زبردست کڑی ہے۔ روزے کے ذریعہ ایک خاص مدت کے لئے اس کا احساس زیادہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شکریئے کے ذریعہ روزہ دار منعم حقیقی کا حق ادا کرنے پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالے نے لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (تاکہ تم شکریہ ادا کرو) سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ صحت کی قدر انسان کو صحت کی نعمت چھن جانے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ جب تک انسان سخت بیماری سے دوچار نہیں ہوتا وہ تندرستی سے بے پروا ہوتا ہے۔ اسی طرح فارغ البالی اور نعمتوں سے خوش نصیب ہونے کی قدر بھی اس وقت ہوتی ہے جب انسان فقر و افلاس سے دوچار ہو کر فاقہ کشی اور بھوک میں مبتلا ہوتا ہے۔

مسکینوں پر رحمت

نعمت پر شکر کرنے کے علاوہ روزہ، روزہ دار کو غریبوں پر رحم کرنے اور مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کرنے پر مائل کرتا ہے۔ روزہ دار امیر انسان جب روزہ رکھے گا تو اس کو بھوک اور پیاس کے باعث بھوکوں مرتے والے فقرا و مساکین کی مصیبتوں کا اندازہ ہوگا اور وہ محسوس کرنے پر مجبور ہوگا کہ غریب لوگ جو عسرت اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے

ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں بشر حافی کے متعلق حکایت بیان کی گئی ہے کہ ان کے پاس سردی کے موسم میں ایک شخص آیا تو اس نے ان کو سردی سے کانپتے ہوئے دیکھا۔ اگرچہ ان کے پاس پہننے کے لئے گرم کپڑے موجود تھے لیکن انہوں نے کپڑوں کو کھونٹی پر ٹانگ رکھا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ایسے ہی وقت کے لئے کپڑوں سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور آپ نے کپڑوں کو اتار کر ٹانگ رکھا ہے۔ بشر حافی نے جواب دیا۔ برادرم فقرا یہاں بکثرت ہیں۔ مجھے ان سب کو کپڑا پہنانے کی ہمت نہیں۔ لہٰذا میں ان کے ساتھ اس رنگ میں ہمدردی کر رہا ہوں کہ جس طرح فقرا سردی میں کانپ کر گذارتے ہیں۔ میں بھی انہی کی طرح ننگا رہ کر ان کی غمخواری میں سردی میں ٹھٹھرتا رہوں۔ لیکن وہ لوگ جو غربا پر ترس نہیں کھاتے اگرچہ ان کی آرام سے گذر جاتی ہے لیکن فقرا کی بھی کٹ ہی جاتی ہے خواہ مصیبت سے کٹے مگر امرا کی امارت کا بھرم کھل جاتا ہے۔ بقول شاعر؎

شنیدہ ٔ تو کہ محمود غزنوی شبے | نشاط کرد و شبش جامہ در سمور گذشت
یکی فقیر دراں شب سر تنور گذید | شب تنور بر آں دردمند غور گذشت
چو صبح گشت بر آورد نعرہ کائے محمود | شب سمور گذشت و شب تنور گذشت

لیکن روزہ دار انسان کو روزہ رحمدلی اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کا احساس دلاتا ہے۔

مساوات نماز کی طرح روزہ بھی اسلامی برادری میں مساوات کا سبب

بنتا ہے۔ اُمراء لوگ غرباء سے اپنی دولت و ثروت کے باعث امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ دولت اگرچہ روزے کے باعث چھن تو نہیں جاتی لیکن بھوک اور پیاس میں امیروں اور غریبوں کا ایک حالت میں مساوی ہو جانا روزے سے بخوبی میسّر آجاتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی اکثر جماعتیں رمضان کے مہینے میں روزوں کی وجہ سے ایک ہی زمانے میں ایک نقطۂ خیال و عمل پر جمع ہو جاتی ہیں جس سے آپس میں ایک خاص تعاون اور جذبۂ محبت پیدا ہو جاتا ہے اور یہ جذبۂ محبت ملکوتی برکات کے نزول کا سبب بنتا ہے جو شبِ قدر کی صورت میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اصلاحِ معاشرہ

روزہ، روزہ دار کو ایک ایسا ایمانی جوہر اور ایسی توانائی بخشتا ہے۔ جس کے ذریعہ انفرادی اور اجتماعی اصلاح ہوتی ہے۔ روزہ دار کے دل میں کسی کی حق تلفی، عداوت، بغض، دشمنی، بے حیائی، غیبت، چغلخوری کے خیالات کم ہی پیدا ہوتے ہیں اس کے نتیجے میں انسان کی اپنی اصلاح اور پورے معاشرے کی اجتماعی اصلاح بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔

ایک بڑا فلسفہ یہ نظر آتا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر حلال کھانوں سے پرہیز کرتا ہے وہ رشوت، ظلم اور دیگر ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ اموال سے تو بہرحال خاص طور پر بچنے کی کوشش کرے گا۔

صبر و تحمل

بنی نوع انسان کو اپنی زندگی میں عیش و آرام اور رنج و مصیبت سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ

Marfat.com

اقلیت میں ہیں جن کی تمام عمر عیش سے گزر گئی ہو۔ وہ لوگ جو ہمیشہ عیش میں گزارتے رہے ہوں جب ان پر ناگاہ مصیبت آپڑتی ہے اور غربت ان پر آکر مسلط ہو جاتی ہے تو روزوں کی عادت کے باعث وہ صبر اور تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ غرض کہ ایام رمضان میں روزہ رکھ کر وہ اپنے آپ کو فقر و فاقہ میں صبر و تحمل کا عادی بنا لیتے ہیں

دنیا کے ممالک کا آپس میں ایک دوسرے سے نبرد آزما ہو جانا اور پھر بیکار آجانا فطری تقاضوں میں سے ہے۔ وہ قوم جو روزوں کی عادی ہوتی ہے وہ ان حالات میں جبکہ ان کو راشن کے بغیر بعض ایام میں رہنا اور لڑنا پڑتا ہے۔ ان سب آب و طعام حالات سے عہدہ برآ ہونے کی اہلیت رکھتی ہے۔

سنہ ۲ھ میں صحابہؓ نے جنگ بدر میں روزہ رکھ کر سخت گرمی میں وہ کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ شاید و باید۔ یہ اسی روزے کی برکت اور سعادت کا نتیجہ تھا۔

ترک عادات

بنی نوع انسان کو بعض اوقات ایسی چیزوں کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس کے بغیر اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتے۔ کسی کو سگریٹ اور حقے کی اور کسی کو چائے اور پان کی، کسی کو افیون اور چرس کی، کسی کو پوست اور بھنگ کی۔ ان میں سے بعض وہ چیزیں ہیں جو انسانی زندگی کی تباہی کا سامان بنتی ہیں۔ اور بعض اشیا فضول خرچی اور صحت کے لئے اک گونہ مضر ہوتی ہیں۔ اس قسم کے عادی لوگ اپنی طبیعتوں

Marfat.com

کو اس قدر مغلوب بنا لیتے ہیں کہ ان کے ترک کرنے پر قادر نہیں ہوتے لیکن روزے کا جذبہ اور اس پر عمل پیرا ہونا ان سب بری عادتوں سے انسانوں کو پاک کر دیتا ہے اور ان کی زندگی کے جمود کو توڑ ڈالتا ہے۔

روزہ صحت کا ضامن ہے

مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ روزہ انسانوں کی صحت کے لئے نہایت ہی مدد و معاون ہے۔ گیارہ مہینوں کے متواتر اور مسلسل کھانے اور پینے کے بار کے باعث معدے کی قوتیں تھک کر چور ہو جاتی ہیں۔ ایک ماہ کے روزے معدے کی قوتوں کو اجاگر کرنے کا کام دیتے ہیں۔ اور روزہ داروں کی صحت کو بحال کرتے ہیں۔ اور یہ بات کس سے پوشیدہ ہے کہ بیماریوں کے علاج میں غذا سے پرہیز ہی ایک بہت بڑا علاج ہے بالخصوص بخار اور قبض کے مریض کے لئے اور ٹائی فائڈ میں تو غذا زہر ہلاہل کا کام دیتی ہے۔

یہ چند وہ امور ہیں جن کو سرسری طور پر ہم نے روزوں کے فلسفے کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور اگر انسان مزید غور کرتا چلا جائے تو اس قسم کی اور بہت سی حقیقتیں نکال سکتا ہے۔ اور ان سب میں روزے کا بڑا فلسفہ وہی تقوے کا حصول اور شکر گذار بندہ بننے کا جذبہ ہے جو روزہ پیدا کرتا ہے۔

Marfat.com

شمسی و قمری حساب

شمس و قمر پر سال و ماہ کا مدار

○ چاند اور سورج کی گردش پر ماہ و سال کا وجود ○ اسلامی تقریبات کا مدار چاند پر ہے ○ ابتدائے دنیا سے بارہ ماہ کا تقرر ○ شمس و قمر کا نظام کائنات میں دخل ○ سورج اور چاند کی تسخیر ○ عرب میں چاند کا حساب ○ تاریخہائے قمری کی حفاظت واجب بالکفایہ ہے ؛

مسلمانوں پر رمضان کے مہینے کے روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اسلئے ہلال رمضان پر روزوں کا دارومدار ہے۔ اس سلسلے میں ہمیں اس مقام پر کچھ معلومات افزا حقیقتیں واضح کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو ماہ و سال اور شمسی و قمری حسابات سے وابستہ ہیں۔ یہ بات ایک واضح حقیقت ہے کہ تمام دُنیا کے سالوں اور مہینوں کا حساب چاند اور سورج کی گردش اور شب و روز کی آمد و رفت پر ہے۔ اس کے لئے نظام شمسی و قمری کے مطابق بارہ ماہ مقرر ہوئے اور بارہ ماہ کا ایک سال متعین کیا گیا۔ پھر ہر ماہ میں نظام شمسی کے ماتحت ۳۶۵ دن کی شمسی گردش کی تکمیل پر کوئی مہینہ ۲۸ کا کوئی ۲۹ کا اور کوئی ۳۰ اور ۳۱ کا مقرر ہوا۔ لیکن نظام قمری کے ماتحت مہینہ کبھی اُنتیس کا اور کبھی تیس کا ہوتا ہے نہ کبھی تیس سے زیادہ اور نہ کبھی اُنتیس

Marfat.com

سے کم ہوتا ہے۔

بارہ مہینوں کا وجود قرآن کی تاریخی روشنی میں

جب ہم قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کی روشنی میں یہ تاریخی حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش کے وقت سے ہی خدائے خالق کے نزدیک بارہ ماہ متعین ہو) مقدر ہو چکا تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

یقیناً مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن سے کہ آسمان اور زمین کو وہ پیدا کر چکا بارہ مہینے ہے

(پارہ ۱۰ رکوع ۵)

ایک اور آیت میں جو حسب ذیل ہے سال و ماہ اور دیگر حسابات کے وجود میں آنے کا ذکر اس طرح سے کیا گیا ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط (پارہ ۱۱ رکوع ۲)

وُہی ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بخشا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم سالوں کی تعداد کا حساب جانو

اس آیت میں سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بخشے جانے کے ذکر کے بعد "قَدَّرَہٗ" میں چاند کی طرف ضمیر پھیر کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں یعنی وہ اپنی منزلوں کے طے کرتے وقت گھٹتا بڑھتا

رہتا ہے۔ اور ماہ و سال کے حسابات جاننے کا سبب بنتا ہے۔

ایک اور آیت میں تو صاف بتایا گیا ہے کہ چاند اوردیگر اوقات کے تعین کا ذریعہ ہے چنانچہ جب کفار نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے چاند کی فلسفیانہ حقیقت معلوم کرنے کے لئے آزمائشی طور پر سوال کیا کہ یہ چاند کیوں گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور ماہ کے ابتدائی اور آخری حصوں میں ہلالوں کی شکل کیوں اختیار کر لیتا ہے۔ تو بارگاہ خداوندی سے اس طرح جواب دیا گیا:۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ	یہ لوگ آپ سے ہلالوں کے بارے میں پوچھتے
قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ	ہیں کہہ دیجئے یہ ہلال لوگوں کیلئے اوقات اور
وَالْحَجِّ۔ (سورۃ بقرہ رکوع ۲۴ پارہ ۲)	حج کو متعین کرنے کے لئے حساب کا کام دیتے ہیں

خلاصہ یہ ہے کہ سال و ماہ کا حساب آسمان و زمین کی پیدائش سے ہی شروع ہوا ہے اور مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے بارہ مقرر ہوتی ہے اور ہلالوں سے حج، روزہ وغیرہ کے اوقات کے تعین کا کام لیا جاتا ہے۔

عربوں میں چاند کا حساب دنیا میں حسابات کا تعین کہیں سورج اور کہیں چاند پر موقوف ہے عرب میں بھی ماہ و سال کا سلسلہ چاند کے حساب سے متعلق تھا۔ اسلام کا جب ظہور ہوا تو اس نے ان کے رائج الوقت چاند کے حساب کو ہی ان کی سہولت کی خاطر حساب کو جاری رکھا۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ شمسی حساب میں بعض ایسی آسانیاں ہیں جو قمری حساب میں موجود نہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو کئی وجوہ سے چاند کا حساب قرین مصلحت ہے مثلاً چاند کے حساب سے مختلف تقریبات اور تہوار، مختلف موسموں میں بدل بدل کر آنے میں تنوع کے باعث انسانی طبیعتوں کو جو سہولت اور لطف حاصل ہوتا ہے وہ ایک ہی موسم کے ناقابل تغیر حساب میں نہیں ملتا۔ عیسائیوں میں کرسمس ڈے ہمیشہ شمسی تاریخ کے مطابق ۲۵ دسمبر کو سخت سردیوں میں واقع ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو اپنی عید کی تقریبات میں سردی، گرمی، بہار، برسات کے گوناگوں موسموں سے گذرنے اور لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے کیونکہ ان کی تقریبات چاند پر ہوتی ہیں۔ اسی طرح روزوں کو بھی سردی، گرمی، بہار اور برسات سے گذرنے کا موقع ملتا ہے۔ اگر روزے شمسی حساب پر موقوف رکھے جاتے اور مئی یا جون جولائی میں فرض کئے جاتے تو مسلمانوں کو سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا اور سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا۔

اگر کسی وقت زمانے کے تغیر اور انقلاب سے کوئی قوم صفحۂ ہستی سے، فرض کر لیجئے کہ نیست و نابود ہو جائے تو قمری حساب سے آئندہ کے لئے مہینے کا حساب چاند کے از سرِ نو طلوع کرنے اور ہلال بننے کے ساتھ ساتھ درست ہو سکتا ہے لیکن سورج چونکہ اپنی یکساں حالت

رہتا ہے اس لئے اس کے حساب میں یہ سہولت قائم نہیں رہ
تی۔ چاند کی تاریخ کو نہ صرف ہلال سے پہچانا جا سکتا ہے بلکہ ساتویں،
ھویں، اکیسویں اور اٹھائیسویں تاریخوں سے بھی اہل بصیرت
ان سکتے ہیں۔

رمضان اور عیدالفطر کے چاند کے حساب سے واقع ہونے پر
ب جو باقی لطف ایسا ہے جو شمسی نظام میں ہرگز حاصل نہیں ہو
تا اور وہ لطف و فرحت یہ ہے کہ رمضان اور عیدالفطر کے
دنیائے اسلام کا چاند کے انتظار اور اس کے جمال جہاں آرا سے
ھوں میں نور پیدا کرنے کا شاید جذبہ ہوتا ہے۔ بچے، جوان،
ھے، مرد اور عورتیں جس جذبہ بے اختیار شوق میں ہلال کی دید
سراپا انتظار بن جاتے ہیں۔ وہ پرلطف منظر شمسی حساب کے تعین
نہیں ہوتا اور عید کی خوشیوں کے ساتھ ہلال عید کی خوشیاں تو
نور ہوتی ہیں۔

چاند اور سورج اگرچہ دونوں قدرت کی زبردست آیتیں ہیں
یہ بھی مسلم ہے کہ شمس اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے چاند
نسبت تفوق رکھتا ہے۔ لیکن رات کے وقت چاند کے مناظر
پھر روزانہ کے انقلابات اور تغیرات سے اس کا دوچار ہونا ایسی
ت کیفیت بخشتا ہے جو سورج پیش کرنے سے قاصر ہے اسی
شعرا نے جس قدر ہلال، بدر اور مطلقاً قمر یا چاندنی سے متاثر ہو کر

استعارے لکھے ہیں وہ سورج پر نہیں لکھے اور جو تشبیہات چاند کے بارے میں پیدا کی ہیں وہ سورج سے قطعاً نہیں نکالیں۔

شمس و قمر آیات الٰہی ہیں

غرض چاند اور سورج دونوں ہی لوا تو انسانوں کے لیے حساب کا پورا سامان فراہم کرتے ہیں، سال و ماہ، ہفتے اور ایام، گھنٹے اور منٹ اور لمحات کا پورا نظام ان سے وابستہ ہے اسی لیے قرآن کریم میں ہے

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ سورج اور چاند کے لئے ایک حساب ہے۔

(سورۂ رحمٰن رکوع ۱)

اس آیت میں چاند اور سورج کے لیے ایک خاص حساب سے چلنا اور دونوں کا حساب سے طلوع و غروب اور چاند کا گھٹنا اور بڑھنا مقرر کر دیا گیا ہے جن کے حساب پر صحیح اوقات پر جاڑے گرمی، بہار اور برسات کے موسم آتے ہیں۔ اور عالم سفلی پر ایک خاص صورت کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔ کیا مجال کہ دونوں خدائے قادر کی مقرر کردہ حدود سے باہر قدم رکھیں اور جس حساب پر اپنے بندوں کی خدمات کے لیے ان کو مقرر کر دیا ہے اس سے ذرا سی بھی سرتابی نہیں کر سکتے۔

سورۂ یٰسین میں کس اچھوتے انداز سے ان کے حساب پر روشنی ڈالی گئی ہے:-

وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج اپنے مقررہ راستے پر

Marfat.com

لَهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ
الْعَلِيمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ
مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ
الْقَدِيمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي
لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ
فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝

(سورہ یٰسین رکوع ۳)

پر چلتا رہتا ہے۔ یہ غالب اور علیم
خدا کا (اس کے لئے) اندازہ ہے
اور چاند، ہم نے اس کے لئے منزلیں
تقسیم کردی ہیں تا آنکہ وہ پرانی شاخ
کھجور کی طرح ٹیڑھا ہو جاتا ہے نہ تو
سورج چاند کو ہی آپکڑتا ہے اور نہ
رات دن سے آگے بڑھتی ہے اور
ہر ایک اپنے مدار میں تیرتا ہے۔

سورج اور چاند دونوں اپنی اپنی منزلوں میں گھومتے رہتے ہیں اور حساب سے چلتے ہیں۔ سورج ۳۶۵ دن میں اپنی تمام منزلوں کا دورہ کرتا ہے اور ایک سال پورا کرکے پھر نیا دورہ شروع کر دیتا ہے۔ لیکن چاند ہمیشہ ایک شکل پر نہیں رہتا۔ اس کی رفتار پر قمری مہینوں کا وجود وابستہ ہے۔ چاند اور سورج مہینہ کے آخری حصے میں ملتے ہیں تو چاند دکھائی نہیں دیتا۔ جب وہ سورج سے آگے نکل جاتا ہے۔ تو پھر دکھائی دیتا ہے اور چودھویں کو پورا ہو جاتا ہے۔ بہرحال چاند انتیس یا تیس دن میں اپنی منزلیں طے کر لیتا ہے۔

سورج کی حکومت دن میں اور چاند کی رات میں ہوتی ہے اور اپنے اپنے مدار میں گھومتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے نہیں ٹکراتے اور حساب سے چلتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

قرآن کریم نے چاند کی آخری شکل کو کھجور کی خشک شدہ ٹیڑھی شاخ سے تشبیہ دے کر عربوں کی شاعری کو خصوصیت سے ٹٹولا ہے کہ ان کے سامنے عرب کی کھجوروں کی خشک شدہ شاخ سے بہتر اور کوئی چیز تشبیہ کے لیئے پیش نظر نہیں ہو سکتی۔

افسوس ہم چاند کے بارے میں کہاں سے کہاں نکل گئے۔ بات تو یہ ہو رہی تھی کہ اسلامی تقریبات چاند کے حساب سے وابستہ ہونا ہی زیادہ بہتر ہیں۔

حفاظت تاریخہائے قمری

چونکہ تقریبات اسلامیہ کا دارومدار چاند پر ہے۔ اس لیئے رمضان اور عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور حج کی عبادات کے لیئے چاند کی تاریخوں کا جاننا اور محفوظ رکھنا واجب کفایہ ہے۔ ہر شہر اور آبادی کے بعض مسلم نفوس اگر چاند کی تاریخوں اور مہینوں کو محفوظ اور یاد رکھتے ہیں۔ تو پھر اس واجب کفایہ کی ادائگی کے باعث بننے کے دوسرے مسلمانوں سے گناہ ٹل جاتا ہے ورنہ سب گناہگار ہوتے ہیں۔ آج دنیا کے اکثر ممالک ہیں جہاں انگریزی اثرات پہنچے ہیں ماہ و سال کے حسابات، انگریزی طریق پر چلتے ہیں۔ بعض مسلمانوں کے ملکوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہاں انگریزی حساب سے کام ہوتا ہے۔ اور اس لیئے ان کو چاند کے مہینوں اور تاریخوں کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا دیکھئیے دوسروں کے اثر کی کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جب پرائمری سکول میں پڑھتا ہے، وہ انگریزی کے مہینے فر فر پڑھ کر سنا دیتا ہے لیکن عربی اور چاند کے مہینوں سے وہ عموماً بیگانہ اور

Marfat.com

بے خبر ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاکستانی اخبار اسلامی تاریخوں کو محفوظ رکھ کر ایک خاص فریضہ انجام دیتے ہیں۔ جو واجب بالکفایہ کی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔

جمعہ کی چھٹی اسی طرح یعنی ہفتہ وار تعطیل بھی اتوار کو ہوتی ہے۔ دراصل یہ تاریخ انگریزوں نے اپنی تہذیب کے قیام کے لئے قائم کی تھی۔ اتوار کا دن چونکہ ان کے یہاں چرچ میں جانے کا دن ہے۔ اس لئے اس دن کی چھٹی کا تقرر ہوا۔ لیکن جبکہ مسلمانوں کے ممالک خود مختار اور آزاد ہوں تو اس صورت میں ان کی قومی خودداری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ جمعہ جیسے مبارک دن کو ہفتے کی تعطیل کا دن قرار دیں تاکہ مسلمان جو جمعہ کی دل سے وقعت کرتے اور اس روز بکثرت نماز پڑھتے ہیں، تیاری میں حصہ لے سکیں۔ مسلم قوم کی اصلی آزادی اور خودداری اسی میں ہے کہ وہ اسلامی چیزوں کو اپنائیں۔ قرآن کریم نے جمعہ کی اذان کے بعد ہر قسم کی بیع وشرا کو چھوڑ کر جمعہ کی طرف سعی کرنے کا حکم دیا ہے جس سے جمعہ کے دن کی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (سورۃ جمعہ)	اے مسلمانو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو نماز جمعہ کی طرف جلدی کرو اور بیع وغیرہ چھوڑ دو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

Marfat.com

اور حدیث میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-
الجمعۃ عید للمسلمین — جمعہ مسلمانوں کی عید ہے۔
ان صاف فضائل کے بعد پھر خدا جانے کونسی حکمتیں مسلمانوں کے پیش نظر ہیں۔ آجکل جنوری اور فروری ۱۹۶۱ء میں ملکہ الزبتھ برطانیہ کی ملکہ پاکستان و ہندوستان آئیں لیکن اتوار کے روز چرچ میں جاتی رہیں اور اپنا مذہبی وقار قائم رکھا۔ نہ صرف یہ بلکہ جارج پنجم ملکہ کے دادا نے اگر کوئٹے میں ایک جگہ چنار کا درخت ۱۹۱۱ء میں لگایا تھا تو الزبتھ نے بھی وہاں جا کر امرود کا درخت لگایا اور ہندوستان میں اگر جارج پنجم نے ایک جگہ شیر کا شکار کیا تھا تو ڈیوک اور ملکہ وہاں بھی شیر کا شکار کھیلنے گئے۔ اکبر الٰہ آبادی نے خوب کہا ہے ؎

دیکھیے حضور جارج ہیں کیسے خدا پرست — گرجا میں سر جھکا کے ہمہ تن ہوا اگست
رکھنا نہیں نماز سے تو اپنے دل کو گرم — اے مدعیٔ دین خدا شرم شرم شرم
بابو گروہ جو ایسے ہیں کالی کے ساتھ ہیں
اک آپ ہیں کہ ہوٹلوں والی کے ساتھ ہیں

لہ کالی سے مراد کلکتے کے مندر کی مشہور دیوی جس کی ہندو پوجا کرتے ہیں۔ اور اس کے ہی نام سے کلکتے کا کالی کا مندر مشہور ہے۔

Marfat.com

رویت ہلال

ہ روزے اور عید کا منانا رویت ہلال پر موقوف ہے ہ نجوم اور حساب روزے اور عید کا معیار نہیں ہ خواہ موجودہ دور حساب نجوم میں مہارت ہی کیوں نہ رکھتا ہو لیکن آنحضورؐ نے ہمیشہ کے لئے رویت ہلال کو رمضان اور عید کے لئے معیار قرار دیا ہے۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور چاند دیکھ کر عید کرنا عوام میں مشہور جملہ ہے مگر دراصل یہ ایک حدیث کا مضمون ہے جو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کی ہے:-

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلاثین (بخاری ومسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ چاند دیکھ کر رکھو اور افطار کرو (عید مناؤ) چاند دیکھ کر۔ لیکن اگر (ابر یا غبار ہیں) تمہیں نظر نہ آئے تو شعبان کی تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

حدیث کا مطلب واضح ہے کہ رمضان کا چاند جب ہو جائے تو رمضان کے روزے فرض ہو جائیں گے اور اسی طرح جب عید کا چاند ہو جائے تو عید کر لینی چاہیئے جس کے یہ معنی ہیں کہ رمضان کا مہینہ ختم ہو

Marfat.com

گیا۔ البتہ اگر انتیسویں شعبان کو ابر، غبار یا دھند کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور باہر سے بھی کوئی ثبوت شرعی نہ ملا تو پھر شعبان تیس دن کا سمجھا جائے گا۔ اس حدیث سے ہلال کی تلاش اور اس کا دیکھنا ثابت ہوا۔ لہٰذا بعض ظرافت پسند جو یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر ہم چاند کو دیکھیں گے ہی نہیں تو روزہ کیسے فرض ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ بعض آدمیوں کے دیکھنے سے بھی حدیث کا منشا پورا ہو جائے گا کسی شہر کے تمام آدمیوں کا چاند کو دیکھنا ضروری نہیں۔ اگر دس ہزار کی بستی میں پانچ آدمیوں نے چاند دیکھ لیا تو بس سب پر روزہ فرض ہو جائے گا۔

رویت ہلال کو معیار روزہ قرار دینے کی حکمت

مذکورہ حدیث سے چاند کے دیکھنے پر روزہ اور عید کا منانا اس قدر سادہ اور صحیح اصول ہے کہ جس میں کوئی الجھن نہیں ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ علم نجوم سے حساب لگا کر روزے اور عید کا دن متعین کرنا مشکل سا معاملہ ہے۔ چاند نظر آجائے یا ابر، غبار اور دھند کی صورت میں شرعی ثبوت مہیا ہو جائے تو روزہ رکھنا یا عید منانا واضح ہو گیا اور لوگوں کے لئے اضطراب، جنتری اور دوسری چیزوں کی ضرورت نہیں رہتی ایک دوسری حدیث سے آنحضورؐ کا ارشاد گرامی چاند کے دیکھنے پر روزے کے متعلق یہ ہے:۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نَکْتُبُ وَلَا نَحْسُبُ اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَعَقَدَ الْاِبْہَامَ فِی الثَّالِثَۃِ ثُمَّ قَالَ اَلشَّھْرُ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا وَھٰکَذَا یَعْنِیْ تَمَامَ الثَّلٰثِیْنَ یَعْنِیْ مَرَّۃً تِسْعًا وَّعِشْرِیْنَ وَمَرَّۃً ثَلٰثِیْنَ	نے فرمایا کہ ہم عرب کے لوگ اَن پڑھ ہیں کہ حساب کتاب نہیں جانتے مہینہ ایسا اور ایسا اور ایسا ہوتا ہے اور تیسری دفعہ انگوٹھے کو بند کیا۔ پھر فرمایا کہ مہینہ ہوتا ہے ایسا اور ایسا اور ایسا پورا تیس دن یعنی کبھی انتیس دن اور کبھی تیس دن۔

بخاری اور مسلم کی مذکورہ بالا احادیث سے حضور کا دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو تین مرتبہ دکھا کر اور ایک انگوٹھے کو دبا کر انتیس دن کا مہینہ بتلانا ہے۔ اور دوسری دفعہ دونوں ہاتھوں کی دس انگلیوں کو تین مرتبہ انگوٹھے کو دبائے بغیر دکھانا تیس دن کے ماہ کو ظاہر کرتا ہے۔ حضور کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس خطے کے رہنے والے اَن پڑھ لوگ ہیں اور نجوم کے حساب کتاب کو نہیں جانتے اس لئے چاند کو دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند کو ہی دیکھ کر عید مناؤ۔ یہ بالکل سیدھا سادا حساب ہے۔ جس میں کسی ایچ پیچ کی ضرورت نہیں۔ عرب کے لوگ جن میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث تھے اکثر اُمّی اور حساب و کتاب سے ناواقف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ بدر کے کفار قیدیوں میں سے لکھے پڑھے قیدیوں کی آنحضور نے یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ مسلمانوں کے بچوں کو تعلیم دیا کریں اور یہی مطلب ہے اس آیت کا ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا۔ وہی اللہ جس نے اُمیوں میں رسول بھیجا۔

Marfat.com

علم نجوم اور آلات جدید معیار ہلال نہیں	بسا اوقات علم نجوم سے کسی شام کو ہلال

کا نمودار ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ حساب غلط نکلتا ہے اور چاند نہیں ہوتا یا چاند سورج کے ساتھ ساتھ ذرا پیچھے رہ کر سورج کی روشنی میں چھپ جاتا ہے کہ زمین والے دیکھنے سے قاصر ہوتے ہیں یعنی علم نجوم کے ذریعہ تو چاند کا وجود ثابت ہو جاتا ہے لیکن سورج کی روشنی آنکھوں کے لئے حجاب بن جاتی ہے اور وہ دیکھ نہیں پاتیں اس لئے شرعاً یہ کہا جائے گا کہ ہلال نہیں ہوا۔ حالانکہ نجوم کے حساب سے سورج کے ساتھ ساتھ اس کے غروب ہونے کے بعد ہلال افق پر موجود رہ گیا تھا لیکن روشنی نے دیکھنے نہ دیا۔ اس لئے علم نجوم اور رصد گاہوں کے ذریعہ سے کسی دن روزے یا عید کا فیصلہ کر دینا خواہ وہ حساب صحیح کیوں نہ ہو شرعاً درست نہیں ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آج کی دنیا ایک ایک پل کا حساب کر کے سب کچھ بتا دیتی ہے اور اسی معیار اور حساب سے روزے اور عید کے وقوع کا اعلان کر دیا جائے مناسب نہیں ہے اور ان کا یہ اجتہاد مذکورہ بالا احادیث کے خلاف ہے۔

اسی طرح فرض کرو اگر ایک ایسے لمبے چوڑے خطۂ ارضی میں جہاں چاند ایک ہی دن دیکھا جا سکتا ہے۔ اور وہاں مطلعے کا اختلاف بھی نہیں ہے۔ اگر سارے علاقے میں مطلع ابر آلود ہو کہ کسی نے بھی چاند نہیں دیکھا۔ لیکن نجوم کے حساب سے چاند کا ہونا معلوم ہوتا ہو اور شعبان یا

رمضان کی انتیسویں تاریخ ہو تو شرعاً نہ روزہ جائز ہوگا اور نہ عید بلکہ مہینہ پورا گنا جائے گا۔

بہرحال مضمون زیر بحث یہ ہے کہ علم نجوم پر چاند کے ظہور کو موقوف کر دینا درست نہیں بلکہ آنکھ کے دیکھنے پر ہے۔

رویت ہلال کے مسئلہ کی تنقیح

خلاصہ یہ ہے کہ آنکھوں سے چاند کے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس طرح ایک دیہاتی اور شہری بآسانی روزہ رکھنے اور عید منانے میں کامیاب ہو سکے گا۔ اسی لیے آنحضور نے تمام دنیا کے شہری بادیہ دیہاتیوں، جنگلیوں اور بدویوں کے لیے وہ اصول مقرر کیے ہیں جس میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔

یہاں سے مسئلہ کی یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ چاند کو زمین پر رہ کر دیکھنے کی بجائے ہوائی جہاز میں اڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا کے دیہاتی مسلمانوں کے پاس نہ تو ہوائی جہاز ہوتے ہیں۔ اور نہ ہی ریڈیو کے سیٹ نہ تار برقی نہ ٹیلیفون اور نہ رصدگاہیں، نہ اصطرلاب اور نہ دوربینیں ہیں اس لیے شریعت نے دین کے مسائل میں فلسفیانہ موشگافیوں سے روکا ہے اور یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ فلسفیانہ باریکیوں پر احکام شرعیہ دائر نہیں ہوتے۔ رویت ہلال، سمت قبلہ کی تعیین میں حضرات فقہاء کے ارشادات صاف ہیں کہ ان میں فنون ریاضیہ آلات رصدیہ و اصطرلاب وغیرہ پر احکام کا دارومدار نہیں بلکہ جس طرح پر کہ امام

سکیں وہ کافی ہے۔ بس حضور علیہ السلام نے یہی فرمایا ہے کہ روزہ رکھو جبکہ چاند ہو جائے اور افطار کرو یعنی عید مناؤ جب کہ چاند دیکھ لو۔ ہاں بلند چھتوں اور اونچے ٹیلوں پر چاند دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ زمین سے متعلق ہیں۔ بہر حال مسئلے کے اطراف وجوانب یہ نکلے کہ:

۱۔ اسلامی تقریبات چاند پر منحصر ہیں۔

۲۔ چاند کی تاریخوں کا انضباط واجب کفایہ ہے۔

۳۔ چاند کا مہینہ کبھی انتیس دن اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔

۴۔ چاند کے دیکھنے اور متعین کرنے میں علم نجوم اور دیگر آلات رصدیہ کی ضرورت نہیں بلکہ عوام جس سطح پر دیکھتے ہیں۔ اسی سطح پر رویت ہلال ہونی چاہیئے۔

رویت کے بعض دیگر مسائل

لیکن اگر انتیس شعبان یا رمضان کو آسمان پر ابر یا غبار یا دھند ہو اور چاند نہ دیکھا جا سکے تو اس کے لئے حسب ذیل مسائل پیش نظر رکھیئے۔ فقہ حنفی کی نہایت مستند اور معتمد کتاب ہدایہ میں شعبان کے متعلق لکھا ہے:-

واذا كان بالسماء علة قبل شهادة الواحد العدل في رؤية الهلال رجلا كان او امرأة حرا كان او عبدا (ہدایہ صفحہ ۱۹۵ ج ۱)

اگر آسمان پر کوئی علت مثلاً ابر یا غبار ہو تو ایک عادل سچے مرد یا عورت خواہ آزاد ہو یا غلام کی شہادت قبول کر لی جائیگی جبکہ وہ کہیں کہ ہم نے چاند دیکھا

۲۔ لیکن اگر شعبان کے چاند کی بجائے رمضان کا انتیسواں دن ہو اور آسمان ابر آلود یا غبار آلود ہو تو پھر مسئلہ یہ ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

واذا كان بالسماء علة لم تقبل في هلال الفطر الا شهادة رجلين او رجل وامرأتين (ہدایہ صفحہ ۱۹۸ ج ۱)

اور جب آسمان پر غبار یا ابر کی علت ہو تو عید کے ہلال میں دو سچے دیندار مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی شہادت قبول نہ کی جائے گی۔

شعبان اور رمضان کے ہلالوں کی شہادت میں (جبکہ آسمان ابر یا غبار آلود ہو) باہمی فرق اس لئے ہے کہ رمضان کے چاند کی شہادت میں روزوں کا اپنے ذمہ عائد کرنا ہے اور عید کے چاند میں روزے کو اپنے ذمہ سے ہٹانا ہے اس لئے رمضان کے چاند کے لئے ایک شہادت اور عید کے ہلال کے لئے دو شہادتیں ضروری قرار دی گئیں۔

ابن عباسؓ سے مروی حسب ذیل حدیث سے ہلال رمضان میں ایک دیندار سچے آدمی کی شہادت پر روزہ رکھنے کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ اس حدیث کو ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے:

عن ابن عباس قال جاء اعرابي الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال اني رأيت الهلال يعني هلال رمضان

ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ہلال یعنی ہلال رمضان دیکھا ہے۔ آپ نے

فقال أتشهد أن لا إله إلا الله قال نعم قال أتشهد أن محمدا رسول الله قال نعم قال يا بلال أذن في الناس أن يصوموا غدا۔ (بحوالہ مشکوٰۃ)

فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اس نے کہا ہاں۔ حضور نے فرمایا اے بلال لوگوں میں اعلان کردو کہ کل کو روزہ رکھیں۔

ایک اور حدیث سے بھی جس کو ابوداؤد اور دارمی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ آسمان کے ابر یا غبار آلود ہونے کی صورت میں ایک عادل آدمی کی گواہی پر رمضان کا روزہ رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

عن ابن عمر قال تراءى الناس الهلال فأخبرت رسول الله صلى الله عليه وسلم أني رأيته فصام وأمر الناس بصيامه۔ (بحوالہ مشکوٰۃ باب رؤیۃ الہلال فصل ثانی)

ابن عمر سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ لوگ ہلال دیکھنے کے لئے جمع ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو آنحضور نے روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزے کا حکم دیا۔

اس حدیث اور مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ چاند تیس شعبان کا تھا اور آسمان پر چاند دیکھنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی کہ اعرابی نے اور حضرت ابن عمر نے دیکھا اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے چاند دیکھنے کے متعلق عرض کیا تو آنحضور نے دوسرے لوگوں

Marfat.com

رہ جو چاند دیکھنے سے قاصر رہے تھے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا:۔

۷۔ اگر آسمان بالکل صاف ہو تو پھر دو چار آدمیوں کے کہنے اور گواہی دینے سے رویت ہلال ثابت نہیں ہو سکتی۔ خواہ یہ رمضان کا ہلال ہو اور یا عید کا۔ بلکہ اس قدر بکثرت آدمی چاند دیکھنے کی گواہی دیں کہ دل اس بات کو مان لے کہ یہ غلط نہیں کہتے اور جھوٹ پر سب متفق نہیں ہو سکتے۔ شرح الہدایہ میں ہے:۔

واذا لم تكن بالسماء علة لم تقبل الشهادة حتى يراه جمع كثير يقع العلم بخبرهم (شرح ہدایہ صفحہ ۱۶۸ ج ۱)	اور اگر آسمان پر ابر، غبار یا دھند نہ ہو تو جب تک جماعت کثیرہ نہ دیکھ لے کہ جن کی خبر سے یقین کا مقام حاصل ہو جائے شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

جماعت کثیر کا مطلب

مطلع کے صاف ہونے کی صورت میں جماعت کثیر کی گواہی کا مطلب مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:۔

"مراد کثیر سے اتنے لوگ ہیں۔ کہ ساتھ خبر ان کی کے ظن غالب حاصل ہو اور تحدید عدد کی مفوض ہے طرف رائے امام کے اور بعضوں کے نزدیک جماعت کثیر سے مراد ایک محلے کے لوگ ہیں اور (امام) ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ پچاس مرد ہوں۔" (مظاہر حق باب رویت ہلال کتاب الصوم)

۸۔ اگر ابر، غبار یا دھند کی وجہ سے انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا تو شعبان

Marfat.com

کے تیس دن سمجھنے چاہئیں۔ ہدایہ میں ہے:۔

وینبغی للناس ان یلتمسوا الھلال فی الیوم التاسع والعشرین من شعبان فان رأوہ صاموا وان غم علیھم اکملوا عدۃ شعبان ثلثین یوماً ثم صاموا (ہدایہ صفحہ ۱۹۵ ج ۱)	اور لوگوں کو چاہیئے کہ شعبان کی انتیس کو چاند دیکھیں اگر دیکھ لیں تو روزہ رکھیں اور اگر چاند ابر میں چھپ کر نظر نہ آیا تو شعبان تیس دن کا پورا کر کے پھر روزے رکھو۔

یہ اس لیئے کہ آنحضور علیہ السلام شعبان کے ایام گنا کرتے تھے۔ حدیث میں ہے:۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتحفظ من شعبان مالا یتحفظ من غیرہ ثم یصوم لرؤیۃ رمضان فان غم علیہ عد ثلثین یوماً ثم صام۔ (رواہ ابو داؤد)	عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے کی اتنی حفاظت فرماتے تھے کہ اتنی اور کسی مہینے کی نہ فرماتے پھر ہلال رمضان دیکھ کر روزہ رکھتے لیکن اگر آپ پر چاند پوشیدہ ہو جاتا تو شعبان کے تیس دن پورے کرتے اور پھر روزہ رکھتے۔

یوم شک میں رمضان کا روزہ

۹۔ اگر غبار، ابر یا دھند کی وجہ سے انتیس شعبان کو چاند نظر نہ آیا تو تیس شعبان کو روزہ نہ رکھنا چاہیئے۔ حدیث میں اس کی ممانعت کر

دی گئی ہے۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے:۔

عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی بحوالہ مشکوٰۃ باب رویت ہلال)	عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم (آنحضورؐ کی کنیت) صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔

یوم شک کی تعریف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کے ماتحت یوم شک (شک کے دن) کی تعریف یہ کی گئی ہے:۔

"شعبان کی تیسویں شب (انتیسویں کا دن ختم ہونے کے بعد آنے والی رات) کو جو چاند بسبب ابر وغیرہ کے نہ معلوم ہو۔ یا گواہی دے چاند دیکھنے کی ایک شخص۔ پھر رد کی جاوے گواہی اس شخص کی یا دو فاسق گواہی دیں۔ پھر رد کی جاوے گواہی ان کی۔ اس کی صبح کو جو دن ہو اس کو دن شک کا کہتے ہیں۔ اس لئے کہ احتمال ہے کہ رمضان کا دن ہو وہ اور یہ بھی احتمال ہے کہ رمضان کا نہ ہو۔ اور اگر ابر نہ ہو اس کی شب کو اور نہ کوئی چاند دیکھے تو وہ دن شک کا نہیں۔" (مظاہر حق باب رویت ہلال)

۱۰۔ یوم شک میں نفل روزے کا حکم یوم شک میں رمضان کے فرض روزے کے رکھنے کی اجازت نہیں اور نہ واجب روزے کی مثلاً منت کا روزہ۔ بلکہ اس روز

نفل روزہ بھی نہ رکھنا چاہیئے۔ البتہ اگر کوئی شخص ہمیشہ پیر، جمعرات، جمعہ یا کسی خاص دن کا نفلی روزہ رکھا کرتا تھا اور شک کے دن اتفاق سے وُہی دن آپڑا تو نفل کی نیت سے اس دن کا روزہ رکھ لینے کی اجازت بہتر ہے اگر باہر سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفلی روزے سے رمضان کا فرض روزہ ادا ہو جائے گا اس کو قضا رکھنے کی ضرورت نہیں۔

زوال تک انتظار

۱۱- اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے شعبان کی اُنتیس کو چاند نظر نہ آیا تو اگلے روز دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ نہ کھاؤ اور نہ پیو۔ اگر کہیں باہر سے خبر آجائے اور شرعی ثبوت ہو جائے تو اس دن کے رمضان کے روزے کی نیت کر کے سُورج کے چھپنے تک روزہ رکھنا فرض ہے اور اگر باہر سے بھی کوئی خبر مصدقہ نہ آئے تو پھر روزے کو توڑ دو۔ یوم شک میں روزہ مت رکھو۔ فقہ کی مستند کتاب شامی میں ہے:-

المختار ان یصوم المفتی بنفسہ	مختار یہ ہے کہ مفتی خود اس دن کا احتیاطاً
اخذاً بالاحتیاط و یفتی	روزہ رکھے اور عام لوگوں کو خبر کی انتظار
العامۃ بالتلوم الی وقت	میں زوال تک روزہ رکھنے کا حکم دے
الزوال ثم بالافطار والتلوم	اور خبر نہ آنے پر عوام کو افطار کا فتوٰی
الانتظار (شامی صفحہ ۱۲۲)	دے دے اور تلوم کے معنی انتظار کے ہیں

۱۲- اگر انتیس شعبان کو کسی وجہ سے چاند نہیں ہوا اور کسی نے یہ خیال کر کے کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں لہذا میرے ذمے جو قضا روزہ ہے

Marfat.com

اس کو ادا کر لوں یا کفارے کا روزہ یا منت اور نذر کا روزہ رکھ لوں تو اس دن قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن اگر رکھ لیا اور باہر سے چاند کی خبر آگئی تو پھر یہ رمضان کا روزہ ہوگا لیکن اگر خبر نہیں آئی تو پھر جس روزے کی نیت کی تھی وہی روزہ ادا ہو جائے گا درمختار میں اس دن کے قضا یا کفارہ یا منت کے روزے کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے تحریمی نہیں۔

ولو صامه لواجب كره تنزيها ويقع عنه فى الاصح ان لم تظهر رمضانية والا فعنه (درمختار صفحہ ۱۴۲/۱)	اگر شک کے دن کوئی واجب روزہ رکھا تو مکروہ تنزیہی ہے اور وہی روزہ جس کی نیت کی ہو جائے گا۔ بشرطیکہ رمضان کا روزہ ہونا ثابت نہ ہوا۔

چاند ہونے کی افواہ

۱۳۔ اگر کسی شہر میں شعبان کی انتیسویں تاریخ کو شہرت ہو گئی کہ چاند ہو گیا ہے لیکن تلاش کے باوجود کوئی آدمی یہ گواہی نہیں دیتا کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو ایسی افواہ اور شہرت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۱۴۔ تنہا چاند دیکھنے والا غیر معتبر شخص

اگر کسی تنہا شخص نے انتیس کرابر و غیرہ کی حالت میں چاند دیکھ لیا اور کسی نے نہیں دیکھا لیکن یہ شخص شرعاً کا پابند نہیں تو اس کی گواہی پر شہر والے تو روزہ نہ رکھیں البتہ اس شخص کو خود روزہ رکھنا چاہیئے اور اگر اس اکیلے روزہ رکھنے والے نے تیس روزے

Marfat.com

پورے کر لئے اور عید کا چاند نظر نہیں آیا تو یہ شخص اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید ادا کرے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کو چاند دیکھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ہدایہ میں ہے:-

ولو اکمل ھذا الرجل ثلثین یوما لم یفطر الا مع الامام (ہدایہ صفحہ ۱۹۷ ج ۱ عالمگیری صفحہ ۱۲۷ ج ۱)

اگر اس شخص نے تیس روزے پورے کر لئے اور (چاند نہیں ہوا) تو افطار کرے مگر امام کے ساتھ (یعنی سب کے ساتھ عید منائے)

۱۵۔ اگر کسی نے عید کا چاند پہلے دیکھا اور اس کی گواہی مسترد کر دی گئی اور شریعت کے معیار پر نہ اتری تو اس کو عید کرنا درست نہیں بلکہ روزہ ہی رکھے اور اگلے دن تیس روزے پورے کر کے عید منائے۔ یہ بھی ۲۹ رمضان کے چاند سے متعلق ہے۔ عالمگیری اور ہدایہ میں ہے:-

رجل رای ھلال الفطر وحدہ ولم تقبل شہادتہ کان علیہ ان یصوم (ہدایہ صفحہ ۱۹۸ ج ۱ ۔ عالمگیری صفحہ ۱۲۷ ج ۱)

ایک شخص نے ہلال عید الفطر دیکھا اور گواہی دی لیکن اس کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو اس پر روزہ رکھنا لازم ہے۔

چاند بڑا ہے

بعض لوگ چاند دیکھ کر کہا کرتے ہیں کہ یہ تو ایسا بڑا معلوم ہوتا ہے جیسا دوسری رات کا ہوتا ہے۔ ایسا کہنا درست نہیں بلکہ حدیث میں ایسا کہنے کو قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے علامہ شبیر احمد عثمانی مسلم کی شرح فتح الملہم میں مرقاۃ شرح مشکوۃ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:-

ولا عبرۃ بکبرہ بل ودانہ

چاند کے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں بلکہ

Marfat.com

انتفاخ الاهلة من علامات الساعة (فتح الملہم صفحہ ۱۱۲ ج ۳ مطبوعہ پاکستان)

حدیث میں آیا ہے کہ ہلالوں کا بڑا ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

مطلب حضورؐ کا یہ ہے کہ چاند کے بڑے اور چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ جس دن چاند نظر آیا ہے اسی دن سے رمضان یا عید کا تعین ہوگا۔ البتہ پہلی رات کا چاند بھی بڑا ہو سکتا ہے اور ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ گویا دیکھنے والوں کو یہ دوسری یا تیسری رات کا لگتا ہے لہذا پہلی رات کے چاند کو بڑا کہنا قیامت کے قریب واقع ہونے والی خاص علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔ درمختار میں ہے:-

ولا عبرة بقول الموقتين ولو عدولا على المذهب (درمختار صفحہ ۱۲۷ ج ۲)

اور حساب لگانے والوں کے قول کا اعتبار نہ ہوگا اگرچہ وہ مذہب کے بارے میں انصاف پسند اور معتبر ہی کیوں نہ ہوں

درمختار کی اس عبارت کی تشریح کرتے ہوئے شیخ محمد امین المعروف بہ ابن عابدین صاحب فتاوی شامی لکھتے ہیں:-

(لا عبرة بالموقتين) اى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفى النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه اى

نجومیوں کے قول کا اعتبار نہ ہوگا یعنی لوگوں پر روزہ واجب ہونے کے بارے میں بلکہ معراج میں ہے کہ باتفاق علماء ان کا قول معتبر نہ ہوگا اور نجومی کے لئے بھی اپنے حساب نجوم پر عمل کرنا جائز نہیں اور نہر میں ہے کہ نجومیوں کے قول پر روزہ

Marfat.com

الهلال یکون فی السماء لیلة کذا وان کانوا عدولا فی الصحیح کما فی الایضاح (شامی ص ۹۷ ج ۲ وصفحہ ۹۵ ج ۲ مطبوعہ مطبع امیریہ مصر ۱۳۲۳ھ ایڈیشن سوم)

لازم نہیں کہ وہ کہیں کہ ہلال آسمان پر فلاں رات کو ہوگا اگرچہ وہ معتمد ہی کیوں نہ ہوں۔ صحیح یہی ہے جیسا کہ ایضاح میں ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ چاند دیکھ کر بہ حساب لگانا کہ یہ فلاں رات کا ہے یا یہ ایسا بڑا معلوم ہوتا ہے کہ دوسری کا ہے یا نجوم اور محکمہ سیاحت کے حساب پر رویت سے پہلے فیصلہ کر دینا اور روزے یا عید کی تاریخ مقرر کر دینا درست نہیں۔ حتیٰ کہ خود نجومی کو بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں کہ اس حساب پر روزہ رکھے یا عید کے لئے افطار کرے۔
بعض علمائے شوافع مثلاً سبکی نے علم نجوم پر روزے یا عید کے بارے میں اعتماد کو جائز قرار دیا ہے۔ لیکن بعد کے آنے والے عالم شوافع نے ہی ان کے اس قول کی تردید کر دی ہے۔ شامی میں ہے:-

وللامام السبکی الشافعی تالیف مال فیه الی اعتماد قولهم لان الحساب قطعی الخ ومثله فی شرح الوهبانیة قلت ما قاله السبکی رده متاخروا اهل مذهبه ومنهم ابن حجر۔

اور امام سبکی شافعی کی ایک کتاب ہے جس میں وہ نجومیوں کے قول پر اعتماد کی طرف مائل نظر آتے ہیں کیونکہ حساب قطعی ہوتا ہے الخ اور اسی طرح کا قول شرح وہبانیہ میں ہے میں کہتا ہوں کہ جو کچھ سبکی نے کہا ہے ان کی انہی کے اہل مذہب متاخرین شوافع نے تردید کی ہے جن میں ابن حجر ہیں۔

Marfat.com

حافظ ابن حجرؒ کی شخصیت شافعی علماء میں بہت بلند پایہ شخصیت ہے ان کا فرمایا ہوا مستند ہے۔ لہٰذا سبکی کے قول کی ان کی طرف سے تردید کافی ہے۔ اس کے بعد آخر میں فقیہ شامی آخری فیصلہ دیتے ہیں جو حسب ذیل ہے

وعن شمس الائمۃ الحلوانی	اور شمس الائمہ حلوانی سے ہے کہ روزہ
ان الشرط فی وجوب الصوم	اور افطار کے واجب ہونے میں شرط
والافطار الرؤیۃ ولا یؤخذ	چاند کا دیکھنا ہے اور نجومیوں وغیرہ کا
فیہ بقولھم ثم نقل عن	قول اس بارے میں نہیں لیا جائے گا پھر
مجد الائمۃ الترجمانی	انہوں نے ترجمانی کا قول نقل کیا ہے کہ کسی
انہ اتفق اصحاب ابی حنیفۃ	ایک آدمی کے سوا تمام حنفی اور شافعی اس
الا النادر والشافعی انہ لا	پر متفق ہیں کہ نجومیوں اور حساب والوں
اعتماد علی قولھم (شامی صفحہ ۹۵ ج ۲)	کے قول پر اعتماد جائز نہیں۔

یعنی تمام حنفیوں اور شافعیوں کا حلوانی اور ترجمانی کے قول کے مطابق اس بات پر اتفاق ہے کہ علم نجوم کے حساب اور نجومیوں کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ گواہوں کی گواہی پر اعتماد کیا جائے گا اور اسی کو فقہ کی معتمد کتاب معراج میں یہ کہا گیا ہے کہ اسی پر اجماع ہے کہ نجومیوں کا قول معتبر نہ ہوگا اور اجماع و اتفاق فقہاء علماً قطعی فیصلہ ہوتا ہے جس کے مقابلے میں سبکی یا اور اقلیت کی رائے یا اجتہاد قابل اعتبار نہیں۔

فیصلہ اب تک کی ہماری فقہی تحقیق کا خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ احکام شرعی کی فرضیت کا معیار وہی اسباب اور چیزیں ہونگی جن کو

Marfat.com

شارع علیہ السلام اور قرآن نے معیار قرار دیا ہے اور انہی پر اعتماد کیا جائے گا۔ انسان کی طے کردہ چیزیں خواہ درست ہی کیوں نہ ہوں انکو وجہ اعتماد نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اسی کا نام دین ہے مزید وضاحت کے لئے ان الفاظ پر غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص کسی جماعت کو یہ حکم دے کہ چونکہ رمضان سخت گرمی میں واقع ہو رہا ہے لہذا اس ماہ کی بجائے فروری یا دسمبر میں روزے رکھے جائیں درانحالیکہ خدائے کریم نے رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا ہے تو رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ کے روزے رکھنے سے روزے ادا نہ ہونگے کیونکہ کسی انسان کی ذاتی رائے اور شخصیت روزوں کو کسی دوسرے ماہ میں منتقل کرنے کی اتھارٹی نہیں رکھتی ہے۔ اسی طرح جبکہ آنحضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے یہ فرما دیا ہے کہ:۔

صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ (بخاری مسلم)

کہ روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور عید مناؤ چاند دیکھ کر پس اگر چاند ابر میں نظر نہ آیا تو شعبان کے تیس دن گننے کی عدت پوری کرو۔

لہذا آنحضور علیہ الصلوۃ والتسلیم کے اس فیصلے کے بعد کسی کو اپنی طرف سے کوئی نیا حکم کرنے کا حق نہیں ہے اور نہ ہی مذہبیات میں اعتماد ہو گا جو شارع علیہ السلام نے فرما دیا ہے اور کسی نجومی اور ہیئت کے ماہر اور رصدگاہوں کے منجم کا قول اور حساب قابل اعتماد نہ ہوگا۔

Marfat.com

موجودہ دور کے تقاضے

اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام ایک معتدل اور لچک دار مذہب ہے اس کو زمانے کے تقاضوں کے ہم آہنگ بنا کر دنیا کے ساتھ چلنا ہی دانائی ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو دین اسلام کو تنگ بنا کر زمانے کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا تنگ نظری ہے جس کی اسلام جیسے وسیع القلب دین سے توقع نہیں کی جا سکتی۔

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اسلام حرج اور تنگی کو دور کرتا ہے اور کسی انسان کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف دینے کا روادار نہیں ہے ہمیں اس سے پورا اتفاق ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ:-

۱۔ اگر کوئی شخص مالدار ہے اور اس پر حج فرض ہے لیکن صحت مند نہ ہونے کے باعث یا سفر پر قدرت نہ رکھنے کے باعث مجبور ہے تو اس کو یہ اجازت ہے کہ وہ اپنی جگہ کسی دوسرے کو حج بدل کیلئے بھیج دے

۲۔ یا ایک شخص جو لنگڑا ہے یا نابینا ہے جس کے باعث جہاد کی فرضیت کے باوجود شریک ہونے سے معذور ہے تو اسلام اس کے لئے لچک جاتا ہے اور اس کو حکم دیتا ہے:

لَيْسَ عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ

(مریض اور لنگڑے پر جہاد میں شرکت نہ کرنے کے باعث) کوئی حرج نہیں ہے

۳۔ یا نماز میں قیام فرض ہے لیکن اگر کوئی شخص بیماری یا کمزوری کے باعث کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو اسلام اس کے لئے نرم

Marfat.com

ہو جاتا ہے اور اس کو بیٹھ کر اور لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ لیکن معاف نہیں کرتا۔ البتہ اس وقت معاف کرتا ہے جبکہ لیٹ کر بھی اشاروں سے نماز پڑھنے کی کوئی طاقت نہ رکھے۔

لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ بیماری کے عالم میں زمانے کے تقاضے کے مطابق خواہ انسان بیٹھ کر ہی نماز پڑھ سکے علمائے جدید کو نماز ہی معاف کر دینی چاہیئے تو یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے اور نہ اس کو لچک ہی کہتے ہیں۔

اسی طرح انسان کی مصروفیتیں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ اگر وہ دفتروں اور کارخانوں میں کام کے وقت ظہر اور عصر کی نماز نہ پڑھیں اور ان سے یہ نماز معاف کر دی جائے کیونکہ اتنے عرصے میں نماز کی وجہ سے اقتصادی اور اکنامیکل حرج لازم آئے گا۔ اس لئے اسلام کی لچک کے باعث صرف صبح اور مغرب و عشا کی نمازیں باقی رکھی جائیں اور باقی نمازیں معاف کر دی جائیں تو زمانے کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ اسلام کے لچک دار اور نرم ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ ہر دنیاوی اور مادی ترقی کے لئے خدا کے حقوق میں کتر بیونت اور ترمیم و تنسیخ کر دی جائے اور دلیل یہ دی جائے کہ دوسری قومیں ہم سے صنعتی ترقی میں بڑھتی چلی جا رہی ہیں بلکہ اس کے برعکس مسلمان کی ترقی اسی میں ہے کہ نماز کے وقت کو تمام دنیاوی خدمات سے فارغ کر جائے بالخصوص مسلم اسٹیٹس میں اگر یہی لچک رہی تو لچک ہی لچک میں

Marfat.com

دین اسلام ختم ہو کر رہ جائے گا۔ گذشتہ سال تیونس کے مفتی اعظم نے فیکٹرو
یں کام کرنے والوں پر روزہ ضروری نہ ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا۔ اس
اجتہاد کی بنا پر کاشت کرنے والے کاشت کار، مکان تعمیر کرنے والے معمار،
کارخانے میں کام کرنے والے مزدور، کالجوں اور اسکولوں میں پڑھانے
والے پروفیسر اور اُستاذ سب ہی اس لچک سے فائدہ اُٹھانے کے مستحق
ہیں۔ چلئے ختم ہوا روزہ اور رمضان اور ختم ہوا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ
کا آرڈیننس۔ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

علم نجوم وغیرہ کے مطابق ہلال کا تعین اور مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کا فتویٰ

ہم نے شامی کی عبارت سے تحقیقات کی تفصیلات کا جو جائزہ پیش کیا ہے

اس روشنی میں متحدہ ہندوستان کے جید اور عظیم المرتبت فقیہ و مفتی اور
علمائے فرنگی محل کے دریکتا جناب مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
فرنگی محل کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب متحدہ ہندوستان
کے مسلم اور غیر جانبدار مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ کے انیسویں صدی کے زبردست
فقیہ گزرے ہیں جنہوں نے ہدایہ اور دوسری فقہ کی کتابوں پر فاضلانہ اور
فقیہانہ حواشی درج فرمائے ہیں اور ان کی قابلیت علمائے دیوبند و بریلی
اور تمام ہند کے نزدیک مسلّم ہے۔ ان کا مجموعہ فتاوی مطبوعہ مطبع نولکشور
اس وقت میرے سامنے ہے جو خلاصۃ الفتاوی عربی از شیخ طاہر بن

Marfat.com

بن عبداللہ شیبانی بخاری کے حاشیے پر چھاپا گیا ہے۔ کسی شخص نے مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حسب ذیل سوالات کئے ہیں:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال از علمائے دین و مفتیان شرع
متین اینست کہ در باب رویت
ہلال ماہ رمضان و ماہ شوال شرعاً
گواہی خطوط و تار برقی و قول ارباب
توقیت غیر مقبول است و برین
اتفاق جمہور علما است لیکن فی زماننا
ہر فرد مسلمان مطلق العنان و آزاد
است مطیع و منقاد کسی نیست فرداً
فرداً خود قاضی و خود مجتہد و خود مفتی
است حکام زمان اہل اسلام نیستند
و اگر ہستند در امور اسلامیہ سست
اند ازیں باعث اکثر در ثبوت
رمضان و در بارۂ عید نہایت
فساد واقع می شود۔ در نصف شہر رمضان
و در نصف شعبان و در نصف عید می
شود۔ ازیں باعث مسلمانان باہم جنگ

علمائے دین اور مفتیان شرع متین سے
سوال یہ ہے کہ رمضان اور شوال کے
مہینوں کے ہلال کی رویت کے بارے
میں خطوط اور تار برقی اور نجومیوں کا
قول مقبول نہیں ہے چنانچہ اس بات
پر اکثر علما متفق ہیں لیکن ہمارے زمانے
میں ہر ہر مسلمان مطلق العنان اور آزاد
ہے کسی کا مطیع اور فرمانبردار نہیں ہے
ہر ایک شخص خود قاضی، خود مجتہد اور
خود مفتی بنا بیٹھا ہے۔ زمانے کے حاکم
مسلمان نہیں اور اگر (کچھ) ہیں تو اسلامی
معاملات میں سست ہیں۔ اس سبب
سے اکثر رمضان اور عید کے ثبوت میں
بہت فساد واقع ہوتا ہے آدھے شہر
میں رمضان اور آدھے شہر میں شعبان
اور آدھے میں عید ہوتی ہے اس سبب سے

Marfat.com

می کنند و انواع و اقسام خصومت فیما بین پیدا می شود بلکہ خانہ بخانہ نفاق سرایت می کند نصف مردان یک خانہ یک جانب و نصف دیگر بجانب دیگر کسے صائم کسے مفطر برائے انسداد این رخنہ عمل بگواہی خطوط یا تار برقی یا قول اہل توقیت کہ اکثر یہ صادق می باشد و از غلبۂ ظن و قرائن صداقت واضح می شود باوجود اینکہ بعض فقہا قول اہل توقیت را ہم منظور کردہ اند و غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل ہم ہست والاحکام تختلف باختلاف الزمان مشہور است نظر بر این وجوہات بر شہادت مرقومہ بالا تعمیل درست است یا نہ بینوا توجروا ۔

مسلمان آپس میں جنگ کرتے ہیں اور طرح طرح کی دشمنیاں آپس میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بلکہ گھر گھر لڑائی چل نکلتی ہے ایک ہی گھر کے آدھے آدمی ایک طرف اور آدھے دوسری طرف۔ کوئی روزہ دار اور کوئی بے روزہ۔ اس فساد کو دور کرنے کے لئے خطوط یا تار یا حساب دانوں کے قول پر کہ اکثر سچے نکلتے ہیں۔ اور ظن کے غلبے اور قرائن سے صداقت واضح ہوتی ہے عمل جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ بعض فقہاء نے اہل توقیت کے قول کو منظور کیا ہے اور غلبہ گمان ایک ایسی دلیل ہے جو قابل عمل ہے اور "زمانہ کے اختلاف کے ساتھ احکام کا مختلف ہونا بھی مشہور" ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر مذکورہ بالا شہادت پر عمل درست ہے یا نہیں بیان کیجئے اور اجر لیجئے۔

(مجموعۃ الفتاوی صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ)

مولانا عبدالحی صاحب جواب میں تحریر فرماتے ہیں :—

در باب قول منجمین و ارباب توقیت
هر چند کہ بعض فقہا فتوی دادہ است
چنانچہ در غنیہ از قاضی عبد الجبار
معتزلی نقل کردہ است۔
"لا باس بالاعتماد علی قولھم"
و ابن مقاتل نقل کردہ است:۔
انہ کان یسألھم و یعتمد
علی قولھم۔
و سبکی شافعی در فتاوی خود نوشتہ است:۔
"لو شھدت بینۃ برویۃ الھلال
لیلۃ الثلاثین من الشھر و
قال الحساب بعدم امکان
الرویۃ تلک اللیلۃ عمل بقول
اھل الحساب فان الحساب قطعی
و الشھادۃ ظنیۃ" مگر چونکہ احادیث
صحیحہ بکثرت دریں باب وارد اند کہ
مدار صوم و افطار رویت است
ازیں وجہ بدون ثبوت رویت صرف
بر قول ارباب توقیت اعتماد کردن

نجومیوں اور وقت کا حساب لگانے والوں
کے بارے میں ہر چند کہ بعض فقہا نے جواز
کا فتوی دے دیا ہے جیسا کہ غنیہ میں قاضی
عبد الجبار معتزلی کے متعلق نقل کیا ہے۔
"کہ منجمین اور ارباب توقیت کے قول پر اعتماد میں مضائقہ نہیں"
اور ابن مقاتل نے (قاضی عبد الجبار کے متعلق) نقل کیا ہے
"وہ نجومیوں اور جنتری والوں سے پوچھا کرتا تھا
اور ان پر اعتماد کیا کرتا تھا۔
اور سبکی شافعی نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے
"اگر گواہوں نے کسی مہینے کی تیسویں کو چاند
کے دیکھنے کی گواہی دی اور حساب اس
رات چاند کے ہونے کو ناممکن بتاتا ہے۔
تو اہل حساب کے قول پر عمل کیا جائے گا۔
کیونکہ حساب قطعی ہے اور شہادت ظنی ہے"
لیکن چونکہ صحیح حدیثیں بکثرت اس بارے
میں آئی ہیں کہ روزہ رکھنے اور عید منانے
کا دار و مدار چاند دیکھنے پر ہے اس وجہ سے
رویت کے ثبوت کے بغیر ارباب توقیت
کے قول پر اعتماد کرنا جائز نہ ہوگا۔ اور

Marfat.com

تا چاند خواہد بود و صحیح و معتبر قول فقہا قرار خواہد گرفت کہ بر قول ارباب توقیت اعتقاد نمی کنند۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان اغمی علیکم فاکملوا العدد اخرجہ مسلم وقال صلی اللہ علیہ وسلم الشہر تسع و عشرون لیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری وقال صلی اللہ علیہ وسلم صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان حالت دونہ غیابۃ فاکملوا ثلثین یوما اخرجہ الترمذی وقال صلی اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشہر ھکذا و

فقہا کا قول صحیح اور معتبر قرار دیا جائے گا کہ وہ ارباب توقیت کے قول پر اعتماد نہیں کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید مناؤ لیکن اگر چاند نہ دیکھا جا سکا تو گنتی پوری کرو۔ مسلم نے یہ حدیث بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہینہ کبھی انتیس رات کا ہوتا ہے اس لئے جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ مت رکھو لیکن اگر (ابر وغیرہ کی وجہ) چاند نظر نہ آیا تو تیس راتوں کی تعداد پوری کرو۔ بخاری نے یہ حدیث بیان کی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر ہی عید مناؤ پس اگر چاند کو کوئی چیز ابر وغیرہ چھپا لے تو اس صورت میں تیس دن پورے کرو۔ یہ حدیث ترمذی نے بیان کی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم ان پڑھ قوم ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں اور نہ

دیگر از الحدیث -

الغرض ازیں احادیث ایں
ثابت است کہ شرعاً مدار صوم و
افطار رویت است و رنہ اکمال
سی یوم - پس در اعتبار قول
منجمین بمخالفت احادیث لازم
قول ارباب توقیت بوجہ مدد
ایں روایات حجت ملزمہ نمی
تواند شد - آری اگر در روزہ
رمضان احتیاطاً کسی بر قول
ایشاں عمل کرد مثلاً در بست
و نہم شعبان رویت ہلال نشد
و حساب صحیح مقتضی رویت
است پس احتیاطاً روز دوم
کسی روزہ داشت ہیچ حرج
نخواہد شد فان الاحتیاط امر
مرغوب فی الدین - لیکن ایں حساب
حجت ملزمہ باعث حکم عام نخواہد شد

حساب جانتے ہیں مہینہ اتنے اور اتنے
دنوں کا ہوتا ہے۔" تا آخر حدیث -
غرض اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ
شرعی طور پر صوم اور افطار (روزہ اور
عید) کا مدار رویت ہلال پر ہے ورنہ تیس
دن کا پورا کرنا۔ پس نجومیوں کے قول پر
اعتبار کرنے کی صورت میں حدیثوں کی
مخالفت ہوتی ہے اور ارباب توقیت
کا قول ان روایات کے باعث ضروری
دلیل نہیں ہو سکتا ہاں اگر روزۂ رمضان
میں کسی نے احتیاطاً ان کے قول پر عمل کیا۔
مثلاً انتیس شعبان ہلال نہیں دیکھا گیا
اور صحیح حساب چاند ہونا بتاتا ہے پس
احتیاطاً اگلے دن کسی نے روزہ رکھ لیا
تو کوئی حرج نہیں ہوگا۔ کیونکہ دین میں
احتیاط پسندیدہ بات ہے لیکن یہ
حساب عام لوگوں کے لئے لازمی حجت
نہیں ہوگا اور افطار یعنی عید منانے میں
احتیاط افطار نہ کرنا ہی میں ہے (خواہ

Marfat.com

در باب اظہار احتیاط در تحریک انظار خواہد شد۔	نجوم کے حساب سے چاند ابر کی صورت میں ہونا معلوم ہوتا ہو)
شہادت خطوط یا تار برقی باقی شہادت خطوط یا تار برقی پس ہر	**شہادت خطوط یا تار برقی** باقی خطوط یا تار برقی کی شہادت ہر چند کہ فقہا کے
چند فقہا در چنیں مقامات الخط یشبہ الخط می نویسند لیکن درچنیں صورت کہ ظن حاصل شود و شبہ قوی باقی نماند و خبر تار یا خط بدرجہ کثرت برسد بر آں عمل می تواند شد۔ و بحسب اقتضائی انتظام زمانہ حال بران حکم عام ہم می تواں داد واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی۔	ان جیسے مقامات میں تحریر تحریر کے مشابہ ہو سکتی ہے" لکھا ہے لیکن اس صورت میں کہ گمان حاصل ہو جائے اور شبہ کی جانب قوی نہ رہے اور تار یا خط کی خبر کثرت کے درجے پر پہنچ جائے اس پر عمل ہو سکتا ہے اور موجودہ زمانے کے انتظامات میں سہولت کے باعث اس پر عام حکم دیا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اس فتوے کو امیدوار رب قوی ابوالحسنات محمد عبدالحی نے لکھا۔

سوال کرنے والے کے سوالات اور مولانا عبدالحی صاحب کے جوابات آپ کے سامنے ہیں۔ سائل نے دراصل دو سوال کیے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ کیا چاند کا نجوم سے حساب کرنے والوں کے قول پر روزے کی فرضیت

اور عید منانے کے بارے میں اعتماد درست ہے یا نہیں یعنی اس صورت میں جبکہ انتیس کو ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔

۲- دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر انتیس کو ابر یا غبار یا دھند کی وجہ سے کسی دوسرے شہر میں چاند دیکھا گیا اور کسی نے وہاں سے کسی شہر کے آدمی کو خط لکھا کہ یہاں چاند ہم نے دیکھا ہے یا چاند کے ہونے کی خبر تار کے ذریعے دی تو کیا اس خط یا خطوط اور تار برقی کو شہادت مان کر دوسرے شہر میں جہاں چاند ابر کی وجہ سے نہیں دیکھا گیا روزے یا عید کا منانا درست ہوگا یا نہیں۔

خلاصہ جوابات مولانا عبدالحی صاحب کے پہلے سوال کے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بعض فقہانے نجومیوں اور اہل توقیت کے حساب پر اعتماد کو درست قرار دیا ہے لیکن اکثر اور جمہور فقہا نجومیوں وغیرہ کے قول پر اعتماد کو جائز قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ نجومیوں کے قول پر اعتماد کرنے سے ان احادیث کی مخالفت ہوتی ہے جن کو مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے جواب اور فتوے میں پیش کیا ہے اور جن حدیثوں میں روزوں کے واجب ہونے اور عید منانے کے لئے رویت ہلال کو معیار قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اگر کوئی ایک آدمی از راہ احتیاط نجوم کے حساب پر اعتماد کر کے روزہ رکھ لے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن اس ایک آدمی کا احتیاط کی بنا پر روزہ رکھ لینا دوسروں کے لئے سند نہیں ہے۔ مولانا

عبدالحی صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ حکم سب لوگوں کے لئے نہیں ہوگا کہ وہ نجوم کے حساب پر روزے کو معیار بنا لیں اور اس پر اعتماد کر کے عمل کرنا شروع کر دیں۔

خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ حضرت فقیہ شامی اور تمام حنفیوں اور شافعیوں (خال خال کے سوا) کے قول کے مطابق روزہ رکھنے اور عید منانے کا معیار رویت ہلال ہے منجین کا حساب نہیں۔

لچک کا تقاضہ

واضح رہے کہ مولانا عبدالحی صاحب کو سوال کرنے والے نے کئی چیزوں کی طرف متوجہ کر کے لچک دار جواب دیئے جانے کی اُمید وابستہ کی ہے مثلاً اس نے کہا ہے:۔

چاند کے اختلاف کے باعث گھر گھر میں فساد، شہر شہر میں آدھے لوگ روزے دار اور آدھے بے روزہ، آدھے عید منانے میں مصروف اور آدھے عید سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں طرح طرح کی دشمنیاں اختلاف کی وجہ سے نمودار ہوتی ہیں۔ اتحاد و اتفاق اٹھ گیا ہوتا ہے۔ ان حالات میں سب کو ایک نقطۂ اتحاد پر جمع کرنے کے لئے اگر نجومیوں کے قول اور حساب پر روزہ رکھ لیا جائے یا عید منالی جائے تاکہ سب میں اتفاق ہو جائے اور سب متحدہ طور پر عید منائیں تو کیا حرج ہے اور زمانے کے اختلاف کے ساتھ ساتھ چونکہ احکام بھی بدلتے رہتے ہیں لہٰذا ان حالات میں اگر نجومیوں اور جنتریوں کے حساب پر بھروسہ کیا جائے تو درست ہے یا نہیں درانحالیکہ بعض فقہا نے منجین کے قول

پر اعتماد کو درست مانا ہے۔

ان سب چیزوں کا خیال نہ کرتے ہوئے مولانا عبدالحی صاحب جیسے مفتی کے فتوے میں بالکل لچک پیدا نہیں ہوئی اور انہوں نے منجمین کے قول پر اعتماد کو رد کر دیا۔ ٹھیک اسی طرح سے جس طرح ابن حجر نے سبکی کے قول کو رد کر دیا۔

نجومیوں اور ہیئت والوں کے قول پر عدم اعتماد۔ مولانا اشرف علی صاحب کا فتویٰ

کسی صاحب نے اخبار ہمدم لکھنؤ میں چاند کے متعلق لکھا تھا کہ جنتری کے حساب میں غلطی نہیں ہوتی لہٰذا اس کے حساب سے روزہ متعین ہو سکتا ہے۔ اس کی تحریر کی روشنی میں کسی صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب کو رسالے کی عبادت لکھ کر بھیج دی۔ مولانا نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔ تحریر اور جواب حسب ذیل ہے:۔

"علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کیا تحریر فرماتے ہیں کہ اخبار ہمدم لکھنؤ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء ... کا ایک مضمون چھپا ہے جو لفظ بلفظ درج کیا جاتا ہے۔ اس پر شرعاً عمل درآمد کرنے کے لئے حکم ہے اور اس پر عملدرآمد کرنا چاہئے یا نہیں"

اوقات صوم و صلوٰۃ

۱۔ ملاحظہ ہو رسالہ ... مورخہ ... سنہ ۱۹... (جس میں ایک مضمون

اوقات کے متعلق تھا جس سے مسئلہ ہذا سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) مسلمان اگر ہیئت سیکھیں کہ ان کو معلوم ہو کہ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ کی کس قدر تصدیق ہوتی ہے ملاحظہ ہو قرآن مجید سورہ رحمٰن آیت نمبر ۵۔

(۳) افلاک ارضی وقمر بیضاوی شکل کے ہیں لہذا حساب واقعی طلوع اور غروب شمس بحساب مخروطی کرنا لازم ہوتا ہے۔ اشکال مدور (گیند کی طرح) اور بیضاوی (انڈے کی مانند) میں فرق ہوتا ہے۔ ہند میں معیار وقت بلحاظ شمس وسطی ہوتا ہے۔ لہٰذا جب واقعی طلوع وغروب کا وقت کسی جگہ کا نکالنا ہو تو جو فرق شمس وسطی اور شمس واقعی میں ہو اس کو دفع کرنا لازم ہوتا ہے اسی سبب سے بعض روز دو ایک دقیقے کی کمی یا زیادتی بغیر تسلسل کے ہوتی ہے۔

(۴) لیل ونہار ہمیشہ ۲۴ گھنٹے کے ہیں کبھی طلوع اور غروب میں کمی اور زیادتی ہوئی تو بھی ۲۴ گھنٹے میں فرق نہیں ہو سکتا۔

(۵) پنجشنبہ ۵ جولائی ۱۹۱۷ء کو ۹ ، ۸ دقیقہ ۳ گھنٹے پر قبل ظہر خسوف یعنی چاند گرہن تھا اس وقت عمر قمر کی چودہ روز سے زائد تھی اور اس روز پندرہ رمضان ۱۳۳۵ھ میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

(۶) غرۂ رمضان المبارک میں بوجہ عدم رویت کے فرضیت نہیں ہو سکتی تھی لیکن ہلال اور بادر کے مشاہدے سے کوئی شبہ نہیں رہتا ہے کہ جمعہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء کو ۳۰ رمضان المبارک ہے اور اس روز

Marfat.com

اگر مطلع صاف نہ ہو تو رویت کی حاجت نہیں ہے بلحاظ علم ہیئت اور مشاہدہ شنبہ ۲۱ جولائی ۱۹۱۷ء کو غرۂ شوال ۱۳۳۵ھ ہونا لازم ہے اور اس روز صوم بلا شبہ حرام ہے۔

مولانا اشرف علی صاحب کا جواب

الجواب :۔ اول تو ان متقدمات ریاضیہ میں بعضے مخدوش بھی ہیں۔ دوسرے قطع نظر اس سے شریعت میں ان کا بالکل اعتبار نہیں کیا گیا۔ حدیث نحن امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشھر ھکذا وھکذا الخ اس کی صریح نفی کر رہی ہے یعنی ان کے اعتبار کے قطع نظر وقوع سے اور یہ ہر قانون کو اختیار ہے کہ باوجود کسی امر کے واقع ہونے کے اس پر اپنے احکام کو مبنی نہ کرے۔ جیسے عدالت کے متعلق قانون ہے کہ حاکم اپنے علم پر بدون ضابطے کی شہادت کے عمل نہیں کر سکتا۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ حاکم کے علم کی واقفیت کی نفی کی گئی ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ باوجود واقعی ہونے کے اس پر حکم کا فی کسمجا جائز نہیں رکھا گیا۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیا جائے۔ اس قانون شرعی پر خلاف عقل ہونے کا الزام نہیں لگایا جا سکتا اور راز اس کا وہی ہے جس کی طرف حدیث مذکور میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی شریعت کا قواعد سہل پر مبنی ہونا نہ کہ دقائق پر۔ تیسرے علاوہ بریں جب عدم فرضیت صوم مان لی گئی تو شنبہ کو غرۂ شوال یقینی ماننا اس کے منافی ہے۔ کیونکہ جمعہ کو ۳۰ قرار دینا مستلزم ہے۔ پنجشنبہ کے غرہ ہونے کو

Marfat.com

گو اس کا ظہور بعد میں ہوا ہو اور پنجشنبہ کا غرہ ہونا مستلزم ہے اس میں فرضیت صوم کو تو لازم آتا ہے فرضیت اور عدم فرضیت صوم کا مجتمع ہونا اور یہ اجتماع خود محال ہے اور مستلزم محال کو محال۔ پس یہ فتویٰ دینا کہ شنبہ کو روزہ رکھنا یقیناً حرام ہے بوجہ مبنی ہونے کے مقدمات مستخیلہ پر یقیناً باطل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ رائے محض غلط ہے اور اس پر عمل کرنا بالکل حرام ہے۔ اس کو اچھی طرح شائع کر دیجئے۔

کتبہ اشرف علی ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ (امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۹)

جائزہ:- مولانا اشرف علی صاحب کے فتوے کے مطابق بھی جنتری یا علم ہیئت یا موقتین یا موسمی ماہرین یا رصدگاہوں کے مبصرین کے قول پر اعتماد کر کے چاند دیکھے بغیر روزہ رکھنا قابل قبول نہیں۔ مولانا نے فرمایا ہے کہ روزے کی فرضیت کا تعلق رویت ہلال سے ہے۔ نجومیوں کے حساب پر نہیں خواہ حساب صحیح کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ اگر کوئی مجسٹریٹ کسی مقدمے کے متعلق ذاتی طور پر جانتا ہو۔ لیکن اس کا فیصلہ وہی صحیح سمجھا جائے گا جو گواہوں کی گواہی اور مسل کی صورت حال سے وابستہ ہے۔

ایک اور فتویٰ ایک اور جگہ جنتری کی رو سے چاند پر اعتماد کرنے کے متعلق مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-

"شریعت میں مدار رویت (ہلال) حجت ہے یا شہادت رویت یا تکمیل صیام ثلاثین۔ اگر اولین نہ ہوں تو ثالث متعین ہے (امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ ۹۱ کتاب الصوم والاعتکاف)

مذکورہ تحریر کا یہ مطلب ہے کہ روزہ رمضان کے دیکھنے سے فرض ہوتا ہے یا چاند دیکھنے والوں کے چاند دیکھنے کی گواہی پر روزہ رمضان فرض ہوتا ہے اور اگر ابر وغیرہ کی وجہ سے انتیس کو چاند نظر نہیں آیا اور کوئی رویت کی شہادت بھی نہیں تو پھر رمضان یا شعبان کے تیس دن پورے کرنے ہوں گے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کی نجوم کے بارے میں تحقیقات

نجوم کے حساب پر روزے اور عید کے واجب نہ ہونے کے بارے میں اِنَّا اُمَّۃٌ اُمِّیَّۃٌ لَا نکتب وَلَا نحسب والی حدیث کے ماتحت علامہ شبیر احمد عثمانی نے ایک لفظ میں نکتہ حل کر کے رکھ دیا ہے اور حق یہ ہے کہ مختصر سی تحقیق میں اُنہوں نے حقیقت سے پردہ اُٹھا کر رکھ دیا ہے۔ فتح الملہم میں مذکورہ حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ا۔ قیل للعرب امیون لان الکتابۃ کانت فیھم عزیزۃ قال اللہ تعالیٰ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ ولا یرد علی ذالک انہ کان فیھم من یکتب و یحسب لان الکتابۃ کانت فیھم قلیلۃ نادرۃ۔	عربوں کو اُمّی کہا گیا ہے کیونکہ ان میں لکھنا پڑھنا نادر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وہی ہے جس نے بے پڑھوں میں ان میں سے ایک رسول بھیجا"۔ اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ ان میں بعض لکھ سکتے اور حساب کر سکتے تھے کیونکہ تحریر کا کام جاننے والے بہت ہی کم تھے

Marfat.com

۲- والمراد بالحساب هنا حساب النجوم وتسييرها ولم يكونوا يعرفون من ذالك أيضا الا النزر اليسير فعلق الحكم بالصوم وغيره بالرؤية لرفع الحرج عنهم في معاناة حساب التسيير-

اور حساب سے یہاں مراد نجوم کا اور ان کی گردش کا حساب ہے۔ عرب کے لوگ علم نجوم کو بھی بعض کے سوا کوئی نہ جانتا تھا اس لئے روزے وغیرہ کا حکم تنگی دور کرنے کے لئے رویت ہلال پر موقوف کر دیا کہ نجوم کے حساب میں دقت تھی۔

۳- واستمر الحكم في الصوم ولو حدث بعدهم من يعرف ذالك بل ظاهر السياق يشعر بنفي تعليق الحكم بالحساب أصلا ويوضحه قوله في الحديث الماضي فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين ولم يقل فسلوا اهل الحساب والحكمة فيه كون العدد عند الاغماء يستوي فيه المكلفون فيرتفع الاختلاف والنزاع عنهم وقد ذهب قوم الى الرجوع

اور روزے کے بارے میں (رویت ہلال کا) حکم مستقل طور پر جاری کر دیا اگرچہ بعد میں آنے والے علم نجوم کے ماہرین کیوں نہ پیدا ہو جائیں بلکہ ظاہری حکم، نجوم کے حساب پر روزے کو معلق کرنے کے قطعاً خلاف ہے جس کی گزشتہ حدیث وضاحت کر رہی ہے یعنی اگر ہلال دکھائی نہ دیا جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔ اور آنحضور نے یہ نہیں فرمایا کہ نجومیوں اور حساب دانوں سے پوچھو تو چاند کے نظر نہ آنے کی صورت میں تیس کا مہینہ پورا کرنے میں سب برابر ہو جاتے ہیں اور لوگوں سے اختلاف اور جھگڑے دور ہو جاتے ہیں

Marfat.com

الی اهل التسییر فی ذالك	اور بعض لوگ اس صورت میں علم نجوم
وهم الرو افض ونقل	کی طرف رجوع کرنے کے متعلق کہتے ہیں
عن بعض الفقهاء موافقتهم	اور وہ روافض ہیں اور بعض فقہا سے
قال الباجی" واجماع السلف	بھی انہی کی موافقت نقل کی گئی ہے باجی
الصالح حجة علیهم مع انه	نے کہا ہے کہ صالح متقدمین کا اجماع ان
لو ارتبط الامر بها لضاق	کے مقابلے میں حجت ہوگا کیونکہ اگر نجوم پر
اذ لا یعرفها الا القلیل۔	معاملے کو معلق کیا جائے گا۔ تو تنگی ہوگی
(فتح الملهم جلد ۳ صفحہ ۱۱ کتاب الصوم)	کیونکہ اس کو چند کے سوا کوئی نہیں جانے گا۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کی مذکورہ بالا تحقیقات کے تین حصے ہیں۔

۱۔ پہلے حصے میں اُمّت کی حقیقت بیان کی ہے کہ چند کے سوا اور ان میں لکھے پڑھے لوگ نہ تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بے لکھے پڑھوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس سے واضح ہے کہ اکثریت ناخواندہ لوگوں کی تھی۔ جب صورت حال یہ ہو تو روزوں کے واجب کرنے کا تعلق حساب پر نہ ہونا ہی مناسب تھا۔

۲۔ دوسرے قطعہ عبارت میں علامہ نے یہ فرمایا ہے کہ رویت ہلال میں اتنی تکلیف نہیں ہے جتنی کہ حساب نجوم پر روزوں وغیرہ کو متعلق کرنے میں بلکہ راقم الحروف کا تو یہ خیال ہے کہ مسلم برادری کی زیادہ تر آبادی قصباتی یا دیہاتی ہے۔ یعنی تقریباً اسی فیصدی۔ ان ناخواندہ لوگوں کے لئے رویت ہلال کی بجائے حساب پر روزوں اور عید کو موقوف کر دینا ناخواندہ لوگوں کی نمائندہ

اور جمہوریت کے عین مناسب ہوگا۔ اب رہے شہر کے لوگ تو ان میں سے صرف چند لوگ ہیں جو علم نجوم کو جانتے اور موسمیات سے واقفیت رکھتے ہیں اس لئے جب قوم کا سواد اعظم ایسا ہو تو جمہوری طرز زندگی میں فیصلہ ایسے ہی امور پر ہونا چاہیئے جو عوام کی علمی سطح کے زیادہ مناسب اور موزوں ہو۔ درانحالیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بھی یہی ہو ذرا غور سے سوچئے کہ شعبان یا رمضان کی انتیس تاریخ ہو اور آسمان پر ابر ہو چاند دکھائی نہ دیا گیا ہو۔ اب نجومیوں اور موسمیات والوں کی تلاش میں لوگ کہاں سرگرداں پھرینگے۔

اور صحیح خبروں کا پہنچنا دشوار۔ ایک بار پھر غور سے کام لیجئے کہ چاند نکلے اور کل عالم دیکھے۔ نگاہ آسمان کی طرف بلند کریں اور ہلال کے نظر آنے اور نہ آنے پر فیصلہ موقوف رکھیں تو کتنا اچھا ہے یہ اصول۔ اور اگر ابر ہوا اور ہو انتیس کی رات تو شہادت مل جائے تو اچھا ہے ورنہ تیس دن پورے کئے جائیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانی کی عربی عبارت کا تیسرا حصہ فیصلہ کن ہے۔ اس میں انہوں نے ایک حکمت آمیز بات بتائی ہے اور وہ یہ کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم بے لکھے پڑھے لوگ ہیں نجوم کا حساب کیا جانیں۔ لہٰذا اگر انتیس کو ابر وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر سے پوشیدہ رہے تو تیس دن پورے کرو۔ آنحضور نے یہ نہیں فرمایا کہ نجومیوں، موسمیات والوں اور محققین سے دریافت کرو بلکہ یہ فرمایا کہ تیس دن پورے کرو۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ علامہ نے وہ بات فرمائی ہے جو اور کسی نے نہیں لکھی یعنی کہ اگر چاند نہ ہو تو نجومیوں سے پوچھ لیا کرو حضور نے ایسا نہیں فرمایا۔

علامہ نے اپنی اس عبارت میں یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ اگر بعد میں آنے والوں میں علم نجوم سے معرفت کی مہارت بھی کیوں نہ حاصل ہو جائے لیکن پھر بھی ہمیشہ کے لئے روزے وغیرہ کے لئے رویت پر فیصلہ ہوگا سلطنت عباسیہ میں علوم ہیئت و نجوم و ریاضی عروج پر تھے لیکن اس وقت بھی معمول رویت ہلال تھا نہ کہ نجوم۔ لہٰذا قیامت تک یہ فیصلہ جاری رہے گا۔

علامہ موصوف نے یہ بھی تحریر فرمادیا کہ نجوم پر حساب کو متعلق کرنے کے حق میں جو لوگ ہیں وہ رافضی ہیں یا اگر بعض فقہا اُن سے اتفاق کرتے ہیں تو کیا کریں۔ سلف صالحین کی اکثریت اور جمہوریت کا فیصلہ یہ ہے کہ نجوم وغیرہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ رویت ہلال پر اعتماد کیا جائے گا۔ اور جمہور اور اکثریت کا فیصلہ قابل عمل ہوتا ہے لہٰذا آج بھی جمہوریت یہی

حرف آخر ہم نے اس تحقیق میں کافی بحث کی ہے لیکن بمجبوری مقصد صرف قاری کے سامنے تحقیقی امور کو پیش کرنا تھا۔ اس تحقیق کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ روزے اور عید کے منانے کا دارومدار چاند کے دیکھنے پر ہے۔ علم نجوم خواہ صحیح کیوں نہ ہو معیار نہیں بن سکتا۔ اور یہ سب کچھ انتیس کی رات سے متعلق مباحث ہیں جبکہ آسمان پر غبار ہو لیکن تیسویں رات کو چاند دیکھے بغیر بھی روزہ یا عید خود بخود متعین ہو جائیں گے۔

Marfat.com

سائنس کے زمانے سے استفادہ

جب یہ واضح ہو گیا کہ رویت ہلال ہی روزے کے وجوب اور عید کا معیار ہے تو اس کے بعد ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ موجودہ سائنس کے دور میں ایسے آلات اور حسابات سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہیئے جو ہماری دینی مشکلات کے حل میں ممد معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ رصدگاہوں کے اعلانات، موسمیات کے حسابات، نجوم کے اندازے اور زائچے ہمیں رویت ہلال بریقین کی طرف قریب تر کرنے میں غیر معمولی طور پر مفید ہو سکتے ہیں۔

رویت ہلال کے سلسلے میں ہی ان علوم ریاضیہ سے استفادہ کرنے پر بس نہ کریں بلکہ مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ ایسی ایجادات کی طرف توجہ دیں جو ہماری زندگی اور عظمت کا معیار بڑھا سکیں۔ لیکن افسوس کہ قدیم زمانے کے برعکس اس سائنس کے دور جدید میں مسلم ممالک کی طرف سے کوئی ایسی خبر سننے میں نہیں آئی کہ فلاں مسلم ملک میں فلاں مسلمان سائنسدان نے یہ چیز ایجاد کی ہے۔ سائنس کی لیبارٹریوں میں رات دن تجربہ کرنے والے مسلمان سائنسدان آخر کب تک اس مہر سکوت کو توڑ سکنے میں کامیاب ہونگے۔

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

ہندوستان کی پارلیمنٹ میں مسٹر کرشنا مینن نے اعلان کیا ہے

کہ ہندوستان صرف اِدھر اُدھر کی معلومات کی فراہمی کے ذریعہ سے میزائل تیار کر رہا ہے لیکن مصر، ایران، ترکی جو مسلمانوں کے قدیم آزاد ملک ہیں۔ اس جدید دور میں آج تک کوئی ایجاد کی خبر بہم پہنچانے سے قاصر رہے ہیں۔ حالی نے یہی تو کہا تھا ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

دوربین کے ذریعے رویتِ ہلال

اگر کوئی شخص انتیس رمضان کی رات کو دوربین کے ذریعہ چاند دیکھ لیتا ہے۔ تو روزہ واجب ہو جائے گا
مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

دوربین محض آلۂ تحدید بصر است و رویت بہ بصر واقع است پس حکمش مثل عینک باشد و بریں دیدن رویت کہ مدار وجوب احکام است صادق است پس لامحالہ صحیح و معتبر و مناط احکام باشد۔ البتہ اگر بدلائل فن ایں امر ثبوت بپیوندد کہ خاصیت آلی دوربین

دوربین محض نگاہ کو تیز کرنے کا آلہ ہے اور چاند کی رویت نظر سے واقع ہوتی ہے لہٰذا اس کا حکم عینک کی مانند ہے اور اس طرح دیکھنے سے رویت جس پر احکام کی فرضیت ہے درست ہے اس لئے یقیناً صحیح، معتبر اور احکام کی فرضیت کا سبب ہے۔ البتہ اگر فنی دلائل سے یہ امر ثابت ہو جائے کہ دوربین کی خاصیت

"چنین است کہ ہلال باوجود تحت
افق بودن بواسطۂ آں منظر می
آید حتیٰ کہ شمس ہم باوجود عدم
طلوع از افق دراں طالع می
نماید آری صحیح و معتبر نباشد"
(امداد الفتاوی صفحہ ۸۶-۸۷)

یہ ہے کہ ہلال کے آسمان کے کنارے
سے نیچے ہونے کے باوجود بھی دوربین
میں نظر آجاتا ہے یہاں تک کہ سورج
بھی طلوع نہ ہونے کے باوجود اس
میں نظر آجاتا ہے تو اس وقت دوربین
سے دیکھنا معتبر نہ ہوگا۔

دریا یا پانی میں رویت ہلال

اگر افق پر ابر و غبار رہنے اور انتیس کا چاند کسی معتبر شخص نے پانی میں دیکھ لیا تو اس شخص کی شہادت رویت قبول کر لی جائے گی۔ کیونکہ اگرچہ اُس نے آسمان پر تو چاند نہیں دیکھا لیکن پانی میں اس کا عکس دیکھ لیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک چاند آسمان پر نہ ہوا ہو پانی میں اس کا عکس ناممکن ہے۔ بہرحال اگر کسی شخص کو ابر کی صورت میں دریا یا حوض یا طشت غرض کسی قسم کے پانی میں چاند نظر آگیا اور پھر اس نے آسمان پر نظر دوڑائی تو چاند بادلوں میں روپوش ہو گیا ایسی صورت میں رمضان کے چاند کا اس ایک شخص کی گواہی پر اعتماد کیا جائے گا۔ لیکن عید کے چاند کی صورت میں دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہو گی۔

آئینے میں رویت ہلال

آئینے میں بھی چاند دیکھنے کا وہی حکم ہے جو آنکھ، دوربین، دریا، طشت کا حکم ہے۔ ان سب کے مسائل یکساں ہیں۔

تار یا خطوط کے ذریعے چاند کی خبر

تار یا خطوط کے متعلق گزشتہ اوراق میں مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محل کا فتویٰ "نجومیوں کے حساب سے چاند کے ہونے پر اعتبار" کے ضمن میں دوسرے پیرے میں گذرا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے اُس فارسی عبارت کو اور اس کا جو ترجمہ ہم نے کیا ہے۔ مولانا مرحوم کی اُس عبارت کا مطلب تار یا خطوط کے ذریعے چاند کی خبر کے متعلق حسب ذیل ہے :-

"اگر خطوط اور تاروں کے ذریعے چاند کے دیکھے جانے کی بکثرت اطلاعات مل رہی ہیں کہ جن پر گمان غالب حاصل ہو جائے اور شبہ کی جانب مغلوب اور پست ہو جائے تو خطوط اور تاروں پر اعتماد کر کے روزہ اور عید منانا جائز ہے بشرطیکہ جس کی طرف خط لکھا گیا ہے وہ خط لکھنے والے کی تحریر کو یقین کے ساتھ پہچانتا ہو کہ یہ اسی کی تحریر ہے لیکن اگر تار کی خبر کسی غیر مسلم تار کلرک کے ذریعے ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ دین کے معاملے میں غیر مسلم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسلمانوں کی حکومت میں اعتماد کیا جائے گا۔ البتہ مسلم تار کلرک بھی کئی دفعہ غلطیاں کرتے ہیں۔ اس لئے کسی ایک آدھ خط یا تار کے ذریعہ جو خبر آئی اور اس کی اطراف و جوانب سے خبریں تائید نہیں کرتیں تو پھر تار کا اعتبار نہ ہوگا لیکن اگر خط بھیجنے والے کے خط کے متعلق یقین ہے کہ یہ اسی کی تحریر ہے اور وہ لکھتا ہے کہ میں نے اور یہاں کے بعض آدمیوں نے

چاند دیکھا ہے اور چاند کے دیکھنے کی گواہی دی تو پھر اعتبار کیا جائے گا جبکہ تحریر پر یقین ہو اور تحریر میں خود دیکھنے یا دوسرے لوگوں کی گواہی کا یقین دلایا گیا ہو مگر شہادت کے لیے ایک آدمی کی تحریر معتبر نہ ہوگی۔ بلکہ دو آدمیوں کے خطوط آنا چاہئیں جو یہ لکھیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے۔

آخری اُصول

تار اور خط یا دیگر خبروں کے ذریعے ایک شہر سے رویت ہلال کی مسلسل اور متواتر خبریں تحریریں اخباروں کی تائیدات ٹیلیفون، ریڈیو کی تائیدوں کے ذریعہ جب استفاضے کے درجے پر پہنچ جائیں کہ مسلمانوں کو یقین کے قریب یا ظن غالب کے قریب کر دیں تو پھر یہ ساری مجموعی چیزیں اعتماد کے قابل ہونگی چنانچہ درمختار میں ہے:-

نعم لو استفاض الخبر فی البلدة الاخرى لزمهم على الصحيح من المذهب۔	ہاں ایک شہر میں چاند دیکھنے کی خبر دوسرے شہروں میں اگر پھیل گئی تو صحیح مذہب کی بنا پر دوسرے شہر کے لوگوں کو اس پر عمل کرنا ہوگا۔
(مجموعہ فتاوی عبدالحی حاشیہ صفحہ ۲۶۲)	

یعنی دوسرے شہروں کے نصف یا زائد آدمیوں میں خبروں کی اشاعت استفاضہ کا حکم رکھتی ہے۔ فقیہ طحطاوی لکھتے ہیں:-

یعتبر فیه تحدث غالب اهل البلدة او نصفها۔	یعنی شہر کے نصف یا نصف سے زیادہ لوگوں میں خبر کا شائع ہونا معتبر سمجھا جائے گا۔
(بحوالہ فتاوی عبدالحی حاشیہ صفحہ ۲۶۲)	

Marfat.com

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کسی شہر کے نصف آدمیوں سے کم ہیں خبر کی اشاعت ہو گی یا اور کم ہیں تو پھر یہ اشاعت اور استفاضہ نہ ہو گا دراصل فقہا کا اس تعداد سے یہ منشا ہے کہ یقین اور گمان کی جانب غالب ہو جائے۔ اب اگر یقین کم عدد میں بھی ہو جائے تو یہ بھی استفاضہ کے خلاف نہیں ہے چنانچہ درمختار میں ہے:۔

یقع العلم الشرعی وھو غلبۃ الظن بخبرھم وھو مفوض برای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب (درمختار ج ۲ صفحہ ۱۲۲)	خبر کے ذریعہ علم شرعی حاصل ہو جائے اور وہ ظن کا غلبہ ہے اور یہ امام کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ عدد کی اس میں شرط نہیں۔

چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:۔

اگر از شہرے خبرے رسیدہ کہ بشب گذشتہ در انجا رویت ہلال شد یا بوساطت تار برقی دریافت ایں امر شدہ تا وقتیکہ شہرت آں نشود و از تحریرات کثیرہ و اخبار عدیدہ معلوم نشود اعتبار آں نباید ساخت۔	اگر کسی شہر سے خبر پہنچے کہ گذشتہ رات وہاں چاند دیکھا گیا یا تار کے ذریعہ یہ بات دریافت ہوئی۔ تاوقتیکہ اس کی شہرت نہ ہو جائے اور بہت سی تحریروں اور متعدد خبروں سے معلوم نہ ہو جائے اس کا اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

(مجموعۃ الفتاویٰ حاشیہ صفحہ ۲۶۴)

مولانا تھانوی کی نظر میں تار کا حکم

سوال:۔ رویت ہلال کا

رمضان و ماہ شوال تار برقی کی خبر پر معتبر ہے یا نہیں اور تار کی خبر پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا۔

الجواب :- اخبار متواترہ سے تحقیق ہوا کہ تار میں مختلف اقسام کی غلطی اور دھوکہ بھی زیادہ محتمل ہے لہٰذا وہ خط سے بھی ادون (کم درجے کا ثبوت) ہے کہ خط میں اس کے طرز سے کچھ تو معرفت کاتب کی ہوتی ہے پھر بھی "الخط یشبہ الخط" (خط، خط کے مشابہ ہو سکتا ہے) بعض احکام میں کہا گیا ہے اور تار میں تو اس کی بھی کوئی علامت نہیں اور نیز طبل سحر (سحری کا نقارہ) و مدفع افطار (افطاری کی توپ) سے بھی اضعف (کمزور ناقص) ہے ...... تار میں یہ بھی نہیں ان امور پر نظر کر کے ...... اب یہ حکم متعین سمجھتا ہوں کہ اس باب میں تار کی خبر اصلاً قابل اعتبار و لائق عمل نہیں۔ واللہ اعلم ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

(امداد الفتاویٰ جلد دوم کتاب الصوم صفحہ ۱۰۶-۱۰۷ مطبوعہ دار اشرف العلوم کراچی)

وضاحت :- واضح رہے کہ تار کی خبر پر بعض قیاسوں اور شرطوں کے ساتھ مولانا اشرف علی صاحب نے اپنے ایک فتوے میں رویت ہلال کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن لوگوں کی بے احتیاطیوں اور ان شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے کے باعث جو ملحوظ رکھنی چاہئیں، مولانا کو آخر میں یہ فتویٰ دینا پڑا کہ تار کی خبر مطلقاً درست نہیں اور یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب کا بھی یہی مقصد ہے کہ ثقاہت جگہ سے تاروں اور خطوط کے سلسلے سے یقین کا مقام حاصل ہو جائے تو معتبر ہوگی۔

چنانچہ مولانا اشرف علی صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اگر مختلف اطراف وجوانب سے تار آئیں کہ جس میں کذب اور جھوٹ کا شائبہ نہ رہے اور پہلے سے لوگوں میں یہ خط و کتابت کے ذریعے طے ہو جائے کہ فلاں تاریخ فلاں وقت رویت کے متعلق خبر بھیجیں گے اور وہ ایسے مسلمان ہوں جو قابل وثوق معتبر شاہد ہوں۔ ایسی صورت میں مولانا اشرف علی صاحب تاروں کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"ایسی صورت میں یہ خبر متواتر شرعاً بھی معتبر ہے۔ خواہ مطلع صاف ہو یا نہ ہو" (امداد الفتاوی جلد دوم صفحہ)

ریڈیو اور ٹیلیفون پر چاند کی خبر اگر ٹیلیفون پر خبر دینے والے کی آواز پہچانی جاتی ہے اور وہ کہے کہ میں نے یا یہاں کے معتبر آدمیوں نے چاند دیکھ لیا ہے تو یہ خبر معتبر سمجھی جائے گی اور اگر آواز ٹیلیفون یا ریڈیو پر نہیں پہچانی جاتی تو معتبر نہ ہوگی لیکن اگر مسلمان اسٹیٹ کا ریڈیو ذمہ دارانہ طور پر پہلے اعلان کردے کہ شہادت کے حاصل کرلینے کے بعد حکومت فلاں وقت اپنی ذمہ داری میں چاند کا اعلان کرے گی تو یہ بھی قابل قبول ہوگی۔

خلاصہ غرض فقہا کا منشا یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کو یا مختلف شہروں سے دوسرے شہر کو اگر بکثرت تاروں خطوط، ریڈیو، ٹیلیفون سے اتنی خبریں پہنچ گئیں کہ جن سے یقین کا مرتبہ حاصل ہوجائے تو ان سب تاروں وغیرہ کا مجموعہ یقین اور

Marfat.com

اختیار کے مقام پر پہنچا دے گا۔ بس ساری تحقیق کا یہی خلاصہ ہے۔

اخبار اور روزناموں کے ذریعے متواتر خبریں | اگر کسی ملک کے اخبار میں بکثرت کہیں چاند ہونے کی اطلاع دی گئی ہو جس سے یقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے تو اخباروں کی اس مسلسل متواتر و متعدد خبر کو صحیح سمجھا جائے گا۔

دوسرے شہروں سے چاند کی خبر معلوم کرنا | یہ ایک منطقی اور عقلی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا اگر کسی شہر میں رمضان یا عید کا انتیسویں کا چاند ابر وغیرہ کی وجہ سے نظر نہ آئے تو کیا دوسرے شہروں سے چاند کی خبر منگانا واجب ہے یا نہیں۔ علمائے احناف نے دوسرے شہروں سے خبر منگانا ضروری قرار نہیں دیا۔ مولانا اشرف علی صاحب نے ایسے ہی سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:-

"چونکہ کوئی حکم بلا دلیل ثابت نہیں ہوتا اور اس کے (یعنی کسی دوسرے شہر سے خبر منگانے کے) وجوب کی کوئی دلیل نہیں لہٰذا یہ امر (خبر معلوم کرنا) واجب نہیں۔" (امداد الفتاویٰ جلد دوم صفحہ [illegible])

مسئلہ شہادت

شہادت کیا چیز ہے | شہادت کی شریعت اسلامیہ میں بڑی اہمیت ہے۔

اور معاملات میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے قرآن کریم میں فَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ (تم دو گواہ اپنوں میں سے یعنی مسلمان بنالو) سے صاف شہادت کا پتہ چلتا ہے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہے:-

البینۃ للمدعی والیمین	مدعی کے ذمے گواہوں کا پیش کرنا ہے
علی من انکرا۔	اور مدعا علیہ کے ذمے قسم ہے۔

قرآن و سنت سے جا بجا گواہوں کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔

شاہد کا عادل اور نیک ہونا

چونکہ شہادتوں پر قتل و قیاۃ قصاص پھانسی اور دیگر معاملات کا دارو مدار ہے اس لئے مذہب اسلام نے گواہوں پر سخت پابندیاں عائد کی ہیں۔ اور اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ گواہ معتبر، صادق، عادل مذہب ہو، اور فاسق و فاجر نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس بات کا صاف ثبوت موجود ہے کہ جو شخص کسی پاک دامن عورت کو تہمت لگائے اسکے متعلق یہ حکم ہے:-

فَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا	ان کی شہادت کبھی قبول مت کرو مگر یہ
إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا۔	کہ وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص ایک پاکدامن کو تہمت لگا سکتا ہے وہ دوسرے معاملات میں بھی جھوٹی گواہی دے سکتا ہے۔ لہٰذا قرآن کریم میں خداوند تعالیٰ نے فاسقوں، بدکاروں، جھوٹوں کی گواہی کو ہمیشہ

کے لئے ناقابل قبول قرار دیا۔ البتہ اگر فسق و فجور وغیرہ سے کوئی شخص توبہ کرے اور اس توبہ پر عمل کر کے دکھلائے جس کا نام اصلاح کہا گیا ہے تو پھر اس کی گواہی قابل قبول بھی جائے گی۔ بہر حال شہادت اور شاہد پر شریعت نے کڑی نظر رکھی ہے۔ اس لئے رمضان اور عید کے چاند کے سلسلے میں بھی شہادت اہم کردار ادا کرتی ہے۔

گواہ کیسا ہونا چاہیئے

پس جب کوئی شخص ہلال رمضان یا عید کے چاند کی ابو کی صورت میں گواہی دیتا ہے تو اس کے متعلق یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ فاسق و فاجر تو نہیں۔ فقہ کی مستند اور جید کتابوں بحر الرائق اور در مختار میں ہے:۔

وتشترط العدالۃ فی الکل لان قول الفاسق فی الدیانات التی یمکن تلقیہا من العدل غیر مقبول کالھلال وروایۃ الاخبار ولو تعدد کفاسقین فاکثر (درمختار صفحہ ۹۰/۲)(وبحر الرائق صفحہ ۲۶۶/۲)

اور ہر معاملے میں گواہ کی عدالت و دیانت ضروری ہے کیونکہ فاسق کا قول دیانات میں کہ ان میں انصاف سے ہٹ جانا ممکن ہے مقبول نہیں ہے جس طرح ہلال اور خبروں کی روایت اگرچہ وہ فاسق کئی ہوں۔

فاسق کی تعریف

دراصل فاسق اس کو کہتے ہیں جو دین کی پابندی نہ کرے۔ مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا۔ جھوٹ بولتا ہے گناہ کرتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کو شریعت میں فاسق کہتے ہیں۔ ایسے شخص کا شریعت میں اعتبار نہیں اور نہ عند الشرع

Marfat.com

اس کی گواہی معتبر نہیں خواہ وہ قسمیں کھا کر بھی کیوں نہ بیان کرے بلکہ اس قسم کے دو تین آدمی بھی اگر کسی گواہی میں متفق ہوجائیں تو بھی ان کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

مستورالحال کی گواہی

لیکن اگر کوئی شخص بظاہر اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی سی صورت ہے اور اس کے باطنی حالات چھپے ہوئے نامعلوم ہوں تو ایسے مستورالحال شخص کی گواہی کو شریعت میں معتبر سمجھا جائے گا۔ بقول سعدیؒ

هر کرا جامه پارسا بینی — پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست — محتسب را درون خانه چه کار

لہذا بظاہر درست اور بباطن نامعلوم الحال انسان کی گواہی ایسے معاملات میں قبول کی جاسکے گی۔ ورنہ شہادتوں کا حصول ناممکن ہوکر معاملات اور دیانات میں فیصلے دشوار ہوجائیں گے۔ اس لئے مستورالحال گواہ کے بارے میں گنجائش کی وجہ سے موجودہ دور میں وسعت نظریہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ مستورالحال کی گواہی قبول کی جاسکے گی۔ مولانا عبدالحی صاحب مجموعۃ الفتاوی میں لکھتے ہیں:۔

و بروایت حسن از امام ابوحنیفہؒ عدالت شرط نیست شہادت مستورالحال ہم مقبول باشد	اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت حسن کے مطابق عدالت شرط نہیں ہے مستورالحال کی شہادت بھی قبول ہے۔

Marfat.com

واستحسنه بسبب الطحاوي وشمس الائمة الحلواني ومشائخ بخارى روايته تصحيح لفساد الزمان۔

(مجموعۃ الفتاوی صفحہ ۲۲۸ بر حاشیہ خلاصۃ الفتاوی)

یعنی طحاوی اور شمس الائمہ حلوانی اور مشائخ بخارا نے مستحسن سمجھا اور فساد زمانہ کی وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ موجودہ دور میں اگر شہادت کے بارے میں سختی سے کام لیا جائے تو شہادت کے معیار پر لوگوں کا آنا سخت دشوار ہے اور معاملات دینی اور دنیوی میں سخت حرج لازم آئے گا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے مجموعۃ الفتاوی میں مسائل اور ان کی عبارت کو نقل کیا ہے اور لکھا ہے:۔

ان شرط العدالة في امثال هذه في زماننا يخل باكثر الاعمال لا سيما في الصيام فالاحرى ان يفتى بما عن الامام ابي يوسف ان كان الشاهد ذا مروءة ووجاهة يغلب على الظن صدقه يقبل قوله لئلا يختل امر الصيام۔

(مجموعۃ الفتاوی صفحہ ۱۲۸ بر حاشیہ خلاصۃ الفتاوی)

کہ عدالت کی شرط لگانا جیسے امور میں ہمارے زمانہ میں اکثر معاملات میں خلل کا باعث ہوگا خصوصاً روزوں کے بارے میں۔ لہٰذا زیادہ مناسب یہی ہے کہ امام ابو یوسف سے جو منقول ہے اس پر فتویٰ دیا جائے یعنی اگر گواہ صاحب مروت ہے اور اس کے متعلق غالب گمان یہ ہے کہ وہ سچ بولتا ہے تو اس کی بات قبول کر لی جائے گی تاکہ روزہ داروں کا معاملہ خراب نہ ہو جائے۔

فیصلہ شہادت | لہٰذا ان تمام جزئیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ...

Marfat.com

یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص بالکل تو پابند شریعت نہیں ہے ہاں اس کی شخصیت کے متعلق لوگوں کا غالب گمان یہی ہے کہ یہ سچ بولتا ہے تو رمضان کے چاند کے بارے میں بالخصوص اس کی گواہی کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ آخری بات یہ ہے کہ زمانے میں اگر اچھے لوگ بھی جھوٹ بولنے کے عادی ہوں تو قاضی کو حالات کا جائزہ لینا چاہیئے اور اس کے مطابق گواہوں کی گواہی کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ اگر کسی ملک کے مسلمان یوں تو پابند شرع نہ ہوں لیکن ان کے کیریکٹر کے متعلق یہ طے شدہ بات ہو کہ یہ جھوٹ نہیں بولتے تو پھر مذکورہ بالا فقہی روشنی میں ایسے لوگوں کی شہادت کو چاند کے بارے میں مان لینا مناسب ہوگا۔ لیکن اگر ماحول ہی گندہ ہو اور عام شہادتیں پیشہ ورانہ ہونے کا دستور ہو تو مفتی اور قاضی کو ان حالات کے مطابق غیر دیندار لوگوں کی گواہیوں کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ بہرحال امام ابو یوسف کے قول کی روشنی میں گواہ اگر بھلا مانس آدمی اور شریف ہے تو زیادہ چھان بین کی ضرورت نہیں۔ مگر احتیاط کا دامن کسی حالت میں بھی بالخصوص نہ چھوڑنا چاہیئے۔

روزے اور عید کے واجب ہونے کے طریقے اور ذرائع	شہادت کی اس مختصر سی بحث کے بعد روزوں اور عید کے واجب کرنیوالے ذرائع حسب ذیل ہیں

۱۔ شہادت رویت ہلال: یعنی کوئی شخص گواہی دے کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے۔ یا دو نیک صادق آدمی انتیسویں شب کو

Marfat.com

چاند کے ابر کی وجہ سے نظر نہ آنے کے بارے میں گواہی دیں تو رویت ہلال کی شہادت ہوگی اور روزہ واجب ہو جائے گا۔

۲۔ شہادت رویت ہلال پر شہادت:۔ یعنی اگر کسی ایک شخص یا دو شخصوں نے ابر کی حالت میں چاند دیکھنے کی گواہی دی اور ان کی گواہیوں کے متعلق کوئی اور گواہی دے کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے تو اس صورت میں بھی روزہ یا عید واجب ہوگی۔

۳۔ حکم حاکم پر شہادت:۔ کسی شہر کے قاضی یا مفتی نے لوگوں کی گواہی پر روزہ رکھنے یا عید کرنے کا فیصلہ صادر کیا تو دوسرے شہر میں اگر اس بات کی معتبر شہادت پہنچائی جائے تو اس صورت میں بھی دوسرے شہر والوں پر روزہ رکھنا یا عید کرنا واجب ہوگا۔

۴۔ استفاضہ:۔ استفاضہ کے ذریعہ بھی روزہ یا عید کرنا واجب ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔ کہ کسی شہر سے دوسرے شہر میں چاند دیکھے جانے کی خبریں مسلسل خطوط، تار، ٹیلیفون کے ذریعہ سے اتنی پہنچ رہی ہیں کہ ان کی اس ذریعے شہرت ہوگئی کہ یقین یا ظن غالب ہو گیا تو یہ استفاضہ کہلاتا ہے۔

شہادت کس کو دی جائے

ابر کی صورت میں اگر بعض لوگ چاند دیکھیں تو یہ شہر کے قاضی یا شہر کا مفتی یا جو بھی شہر کا عالم ہو اس کے پاس جاکر چاند دیکھنے کی خبر کرنی چاہیئے پھر وہ مستند عالم دین، یا قاضی جو فیصلہ دیں گے معتبر

ہوگا لیکن اگر کسی گاؤں میں کوئی قاضی یا مفتی یا عالم دین نہیں ہے تو وہاں معتبر چاند دیکھنے والوں کی گواہی پر بھی روزہ رکھا جا سکتا ہے اور عید منائی جاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:۔

ولو کانوا ببلدة لا حاکم فیها صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة (باب الصوم)

اگر لوگ ایسے شہر میں ہوں کہ وہاں کوئی عالم نہیں تو ایک معتبر آدمی کی شہادت پر روزہ رکھیں اور دو عادل آدمیوں کی گواہی پر عید کریں جبکہ ابر ہو

نقطۂ بحث فقہاء نے رویت ہلال کے متعلق بحث کو جو اس قدر تفصیل سے لکھا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ شعبان، رمضان اور شوال کی حدود میں امتیاز قائم رہے۔ کیونکہ ان کے باہم امتیاز نہ ہونے سے احکام میں سخت انتشار پیدا ہو جائے گا۔ بھلا تیس شعبان اور یکم رمضان، یکم شوال میں کس قدر زبردست فرق ہے۔ اول و آخر ماہ کے اطراف میں روزہ فرض نہیں اور ماہ رمضان کے اول و آخر ایام میں روزے فرض ہیں۔ تو گویا فرضیت اور عدم فرضیت کا فرق کتنا بڑا فرق ہے۔

پھر ایک ملک کو دوسرے ملک سے سرحدوں اور باؤنڈریوں کے ذریعہ جدا کیا جاتا ہے۔ اگر ایک ملک اپنی سرحد کی ایک گز زمین دوسرے کے ملک میں داخل پاتا ہے تو ملکوں میں صرف اتنی سی بات پر تلواریں، توپیں، ٹینک، راکٹ باہر نکل آتے ہیں اور میدان کارزار گرم ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ سرحدوں کا امتیاز اور ان کی حفاظت ہر ملک و حکومت کے قوانین میں فرض اور اہم ہے۔ یہی صورت شعبان، رمضان اور شوال کی حدود میں باہم گڈمڈ ہونے سے بچانے کے لئے رویت ہلال کے لئے اس قدر اہم اور طویل بحثوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض یہ ہے کہ شعبان اور شوال اور رمضان کی حدود قائم کرنے کے لئے سخت تحقیق اور قوانین کی ضرورت ہے۔ یہی حال دوسرے مہینوں کا بھی ہے خصوصاً عید الاضحیٰ کے چاند کی اہمیت بھی حج اور عید الاضحیٰ اور ایام قربانی و تشریق کی وجہ سے حاصل ہے۔ بہرحال در مختار میں ہے:۔

وهلال الاضحیٰ وبقية الا شهر التسعة كالفطر۔	عید الاضحیٰ اور بقیہ نو مہینوں کے ہلال کے احکام عید فطر کے چاند کی طرح ہیں۔

رمضان و شوال کے چاند کا دن میں دیکھنا

آخر میں یہ مسائل بھی بیان کرنے جائیں تو ضروری ہیں کہ اگر کوئی شخص عید کا یا رمضان کا چاند دن میں زوال کے وقت سے پہلے دیکھ لے تو اس کا حساب شام سے سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ ہوگا کہ چونکہ رمضان کا چاند ۲۹ شعبان کو سورج کے زوال سے پہلے دیکھ لیا تو اسی وقت سے روزہ رکھنا ضروری ہو جائے گا۔ یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شخص عید کا چاند رمضان کے آخری دن میں زوال سے پہلے دیکھتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے بھی عید اگلے دن کرنا ہوگی۔

چاند کے مطلعوں کا اختلاف

رویت ہلال کی بحث کے ختم کرنے کے بعد اگر چاند کے مطلعوں کے مختلف ہونے کی بحث پر مختصر طور پر تبصرہ نہ کیا جائے تو ہم اپنی اس تصنیف میں ایک کوتاہی محسوس کریں گے اور مضمون بھی تشنۂ تکمیل رہ جائے گا۔ اس لئے ہم یہاں قدرے اختلاف مطالع کے متعلق کچھ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔

واضح رہے کہ سورج کے طلوع ہونے کے مختلف اوقات ہیں اور جاڑوں اور گرمیوں کے حساب سے سورج کے طلوع و غروب کے اوقات بدلتے رہتے ہیں۔ مشرقی ممالک میں سورج پہلے نکلتا ہے اور مغربی ملکوں میں بعد میں طلوع ہوتا ہے اور سیکنڈوں اور منٹوں کے حساب سے مختلف شہروں میں سورج یکے بعد دیگرے منٹوں کے اختلاف سے نکلتا ہے۔ گویا جس طرح ملکوں ملکوں میں مشرق و مغرب کے حساب سے سورج کے طلوع ہونے کے اوقات آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں اسی طرح ایک ہی ملک کے مختلف شہروں میں بھی سورج کے طلوع و غروب میں منٹوں اور سیکنڈوں کا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً لاہور میں کسی وقت سورج ۶ بجکر ۵۴ منٹ پر طلوع یا غروب ہوتا ہے تو لائلپور میں پانچ منٹ کے بعد طلوع و غروب ہوتا ہے۔ یہی حال چاند کا بھی ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

اعلم ان نفس اختلاف	جان لیجئے کہ نفس اختلاف مطالع

المطالع لا نزاع فيه بمعنى
انه قد يكون بين البلدتين
بعد بحيث يطلع الهلال
ليلة كذا في احدى البلدتين
دون الاخرى وكذا مطالع
الشمس لان انفصال الهلال
عن شعاع الشمس يختلف
باختلاف الاقطار حتى
اذا زالت الشمس في
المشرق لا يلزم ان
تزول في المغرب وكذا
طلوع الفجر وغروب الشمس
بل كلما تحركت الشمس
درجة فتلك طلوع فجر لقوم
وطلوع شمس لآخرين وغروب
لبعض ونصف ليل لغيرهم۔
(شامی مطبوعہ مصر صفحہ ۹۹ جلد ۲)

ہیں کوئی جھگڑا نہیں یا یں معنی کہ دو
شہروں میں کبھی اتنا فاصلہ ہوتا ہے کہ
ہلال ایک شہر میں ایک رات ظاہر ہوتا
ہے اور دوسرے شہر میں نہیں یہی حال
سورج کے مطلعوں کا ہے کیونکہ سورج
کی شعاع سے ہلال کا جدا ہونا قطروں
کے مختلف ہونے کے سبب سے مختلف
ہوتا ہے تا آنکہ جب کہ سورج مشرق میں
زوال پایا جاتا ہے تو ضروری نہیں کہ مغرب
میں بھی زوال ہو یہی حال فجر کے طلوع
ہونے اور سورج کے غروب ہونے کا ہے۔
بلکہ جس قدر سورج آگے بڑھتا ہے تو کسی
ملک کے لوگوں کے لئے صبح کا وقت ہوتا ہے
اور کسی کے لئے طلوع شمس کا اور بعض لوگوں
کے لئے غروب کا اور بعض جگہ آدھی رات
ہوتی ہے۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں طلوع و غروب شمس و
قمر مختلف ہوتا ہے۔ سب جگہ ایک ہی وقت میں سورج اور چاند طلوع

Marfat.com

زوال اور نظر آئیں غلط ہے۔ اس لئے چاند بھی اپنے فاصلوں کے اعتبار سے کہیں نظر آتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا۔ مثلاً مغرب کی سمت میں ذرا دور تک چاند پہلے نظر آئے گا۔ لیکن جس قدر مشرق کی طرف بڑھتے جائیے وہاں ایک خاص فاصلے پر چاند نظر نہیں آئے گا۔ چنانچہ ہمارے ملک پاکستان کی نسبت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ چونکہ مغرب میں کافی ہم سے زیادہ واقع ہیں اس لئے وہاں ہمیشہ ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے اور بعض دفعہ دو دن پہلے بھی نظر آ جاتا ہے۔ اور یہ بھی اخبار اور ریڈیو کے ذریعہ خبریں پہنچتی رہتی ہیں کہ مکہ معظمہ میں چاند پاکستان سے ایک دن پہلے ہو گیا لیکن اہل پاکستان یا یہاں کے علماء اس خبر کو سن کر کبھی یہ اعلان نہیں کرتے کہ چونکہ وہاں چاند ہو گیا ہے لہٰذا یہاں بھی ایک دن کا روزہ قضا کرنا چاہئے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ملک عرب کو ہمارے یہاں سے تقریباً ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے اور اتنے فاصلے پر چاند کے مطلعوں میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے علماء کا خیال اس طرف جاتا ہی نہیں کہ وہ یہاں ایک دن کا روزہ قضا کرائیں۔ گویا ہمیشہ کا عمل یہی ہوتا آیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کتنے فاصلے پر چاند کا مطلع بدل جاتا ہے اور ایک شہر میں اس فاصلے پر نظر آتا ہے اور دوسرے میں نہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

وقدمنا ان البلاد التي تختلف
فيها المطالع مسيرة شهر فاكثر

اور فاصلے کی مقدار جس میں مطلعے بدل
جاتے ہیں ایک ماہ کی مسافت یا اس سے

Marfat.com

على ما في القهستاني من تجويزهم ذلك عملا بقصة سليمان عليه السلام فانه قد انتقل كل غدو ورواح من اقليم الى اقليم وبينهما شهر - (كتاب الصوم صفحہ ۹۹)

زیادہ جیسا کہ قہستانی میں جواہر سے سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر اعتبار کرتے ہوئے اندازہ لگایا گیا ہے کیونکہ سلیمان علیہ السلام ہر صبح و شام ایک ولایت سے دوسری ولایت جاتے اور ان دونوں ولایتوں کے درمیان ایک ماہ کا سفر تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھ کر شام سے یمن تک اڑ کر چلے جاتے تھے اور وہ راستہ ایک پیدل متوسط درجے کی رفتار سے ایک ماہ کا تھا۔ لہذا بعض فقہاء نے اس واقعہ کو مطالع کے اختلاف کا فاصلہ بنا لیا۔ جیسا کہ قہستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے لیکن علامہ شامی اس دلیل سے مطمئن نہیں، وہ لکھتے ہیں۔

ولا يخفى ما في هذا الاستدلال -

اور جو کچھ اس دلیل میں ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

پھر لکھنے کے بعد علامہ شامی بعض دیگر اقوال نقل کرتے ہیں ...

وفي شرح المنهاج للرملي ونقله عنه التاج التبريزي عن ان اختلاف المطالع لا يمكن في اقل من اربعة وعشرين فرسخا (كتاب الصوم صفحہ ...)

اور رملی کی شرح منہاج میں ... تاج تبریزی سے نقل کیا گیا ہے کہ مطالع کا اختلاف چوبیس فرسخ سے کم فاصلے پر ممکن نہیں ہے۔

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ چوبیس فرسخ کے فاصلے پر مطلعوں کا اختلاف ہوجاتا ہے۔ لہٰذا جب دو شہروں کے درمیان چوبیس فرسخ کا فاصلہ ہو تو وہاں مطلعوں کا اختلاف معتبر سمجھا جائے گا۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:۔

اھل بلدۃ اذا راوا الھلال یلزم فی حق کل بلدۃ ...... فبعضھم قالوا لا یلزم فانما المعتبر فی حق اھل بلدۃ رویتھم (فتاویٰ تاتارخانیہ رویت ہلال واختلاف مطالع)	اگر کسی شہر کے آدمی ہلال کو دیکھ لیں تو کیا تمام شہروں کے لئے وہ رویت لازم ہوجاتی ہے تو بعض نے کہا کہ لازم نہیں کیونکہ ہر شخص کے حق میں اس کے باشندوں کی رویت معتبر ہے۔

اس عبارت سے بعض فقہا کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ اگر مطالع مختلف ہوں تو ایک جگہ کی رویت دوسروں کے لئے لازم نہیں ہے۔ بلکہ ان کے اپنے ملک یا شہر کے لوگوں کی رویت معتبر ہوگی۔

اور فقہ کی کتاب ظہیریہ میں ہے:۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ کان یعتبر فی حق کل بلدۃ رویۃ اھلہا۔	ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے کہ وہ ہر شہر کے اپنے باشندوں کی رویت کو معتبر سمجھتے تھے۔

یعنی اگر کسی ملک کے ایک شہر مثلاً تہران میں چاند کی رویت ہوئی۔ تو وہیں کے باشندوں پر روزہ فرض ہوگا۔ لیکن اگر دوری کی وجہ سے لاہور میں چاند نظر نہیں آیا تو تہران میں چاند دیکھے جانے کی وجہ سے

Marfat.com

لاہور والوں پر کہ اس کا مطلع مختلف ہے روزے فرض نہ ہونگے۔ بلکہ لاہور والوں پر اگلے روز چاند دیکھ کر روزہ فرض ہوگا اور اسی طرح عید بھی۔

اور فقہ کی مشہور اور مستند کتاب قدوری میں ہے :۔

ان کان بین البلدتین تفاوت لا تختلف بالمطالع یلزمہ وذکر الشیخ شمس الائمۃ الحلوائی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا۔ (بحوالہ مجموعۃ الفتاوٰی مولانا عبدالحی)	اگر دو شہروں کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ جس میں مطلعے مختلف نہیں ہوتے تو ایک جگہ کی رویت دوسرے کے لئے لازم ہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ یہی بات ہمارے حنفیوں کے مذہب میں صحیح ہے۔

اس عبارت کا مطلب بھی واضح ہے کہ اگر دو شہروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا زیادہ نہیں ہے کہ جس میں ان کے مطلعے بدل جائیں تو پھر ایک شہر میں چاند دکھائی دئے جانے پر دوسرے شہر کے لوگوں پر بھی احکام لازم ہوجائیں گے۔

میرے ناقص خیال میں یہ فقہی فیصلہ جو قدوری کے مصنف نے کیا ہے طبع سلیم کے موافق ہے۔ کیونکہ خود حضرت ابن عباسؓ سے ایک حقیقت جو ہم تک پہنچی ہے وہ یہ ہے :۔

روی عن کریب ان ام الفضل بعثہ الی معاویۃ رضی اللّٰہ عنہ	کریبؓ سے مروی ہے کہ ام فضل نے ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف

قال فقدمت الشام فقضيت
حاجتها واستهل علي رمضان
وانا بالشام فرأيت الهلال
ليلة الجمعة ثم قدمت
المدينة في آخر الشهر فسألني
ابن عباس رضي الله عنه
ثم ذكر الهلال فقال متى رأيتم
الهلال فقلت رأيناه ليلة
الجمعة فقال انت رأيته
فقلت نعم ورآه الناس
وصاموا وصام معاوية
فقال لكنا رأيناه ليلة
السبت فلا نزال نصوم حتى
نكمل ثلاثين يوما او نراه
فقلت اولا تكتفي برؤية
معاوية وصيامه فقال لا
هكذا امرنا رسول الله
صلى الله عليه وسلم
[illegible]

بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ میں ملک شام آیا
اور ام فضل کا کام کیا اور رمضان کا
ہلال جب میں شام میں تھا نمودار ہوا۔
میں نے جمعہ کی رات ہلال کو دیکھا پھر
میں مدینہ میں مہینہ کے آخری وقت ابن
عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور
ہلال کے متعلق ذکر کیا۔ انہوں نے
پوچھا تم نے ہلال کب دیکھا۔ میں نے
کہا جمعہ کی رات میں ہم نے دیکھا انہوں
نے پوچھا کیا تم نے ہلال دیکھا۔ میں نے
کہا۔ ہاں۔ اور لوگوں نے بھی دیکھا اور
روزہ رکھا اور معاویہؓ نے بھی روزہ
رکھا ابن عباس نے کہا لیکن ہم نے تو ہلال
ہفتہ کی رات دیکھا پس ہم تو روزہ رکھتے
رہیں گے تا آنکہ تیس دن پورے کر لیں یا
(اس سے پہلے) چاند دیکھ لیں۔ میں نے
کہا کیا آپ کو معاویہؓ کا چاند دیکھنا
اور روزہ رکھنا کافی نہیں ہے تو انہوں نے کہا
نہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے

اس روایت کو علماء نے اختلاف مطالع کے لئے دلیل ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں رویت ہلال کو اپنے لئے دلیل نہیں ٹھہرایا۔

اور کنز کی شرح زیلعی میں ہے:

اکثر المشائخ علی انہ لا	اکثر فقہ کے بزرگ اس بات کے قائل
یعتبر اختلاف المطالع	ہیں کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں
والاشبہ ان یعتبر	لیکن زیادہ مناسب یہ ہے کہ
لان کل قوم مخاطبون	اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اسی
بما عندھم	چیز کی مخاطب ہے جو اس کے پاس ہے۔

بہرحال علماء و فقہاء نے اگرچہ ظاہری روایت پر عمل کی ہے کہ مطلعوں کا اعتبار نہیں ہے اگر ایک جگہ چاند ہو گیا اور دوسرے کسی ملک یا شہر کے مطلع پر باوجود صاف ہونے کے چاند نظر نہیں آیا تو بھی روزہ فرض ہوگا (خلاصہ) اس مشکل کا حل ضروریات کا حل ہے اور وہ یہی ہے کہ عام طور پر ایسے ملکوں کی خبر نہ لی جائے جیسے طریقے سے ہم تک پہنچی جہاں ان مطلعوں کا اختلاف ہوتا ہے۔ لہٰذا اختلاف مطالع کی روایت والی خود بخود عملی قدم اپنے ملک میں رویت ہلال کی طرف اٹھایا جس سے معلوم ہوا کہ بلکل بلا قاعدہ ... ہر شہر ... کی خود بخود حقیقت مان لی گئی ہے۔

مقتضائے قیاس | قیاس بھی اسی امر کا متقاضی ہے کہ ... نماز

کی فرضیت کا سبب اس کے صحیح اوقات ہیں۔ مثلاً جب سورج غروب ہوجاتا ہے تو مغرب کی نماز فرض ہوتی ہے اور جب صبح صادق طلوع کرتی ہے تو صبح کی نماز فرض ہوتی ہے اسی طرح جب جس ملک اور شہر میں چاند دکھائی دیتا ہے تو روزہ یا عید عائد ہوجاتے ہیں ورنہ نہیں اور اگر ہم یہی مطلب اس حدیث کا سمجھیں کہ صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته یعنی روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور عید مناؤ چاند دیکھ کر یعنی اپنے اپنے ملک میں جب تمہیں چاند دکھائی دے اسی کے مطابق روزہ رکھو۔ لکل اهل بلد رؤیتهم اور صوموا لرؤیته دونوں میں مطابقت ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اختلاف مطالع درست ہے لیکن اگر علمائے ربانی اس کو منظور نہ کریں تو ان کو چاہیئے کہ مکہ معظمہ سے آئی مصدقہ خبر پر روزہ رکھنے کا اعلان فرمائیں۔ اس صورت میں بعض اوقات ہمارے اکتیس روزے ہوسکنے کا امکان ہوسکتا ہے جبکہ ہم اپنے مطلع کی بجائے وہاں کے مطلع پر روزہ رکھیں اور عید کا چاند یہاں تیس کا ہو۔

عمل رویت مگر اصل صورت عمل کی شکل میں اسی طرح جلوہ گر ہو رہی ہے۔ کہ تمام ملکوں کے مسلمان اپنے اپنے شہروں اور ملکوں کی رویت کے مطابق روزے رکھتے اور عید مناتے ہیں گویا تمام دنیا کے علماء اور صلحا کا یہ تعامل ہی مسئلے کی اصل حقیقت بن کر رہ گیا ہے۔

Marfat.com

فضائلِ رمضان و صیام

٭ رمضان میں نزولِ قرآن ٭ رمضان میں بڑے بڑے شیطانوں کو قید ٭ بہشت کے دروازوں کا کھلنا اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا ٭ اللہ تعالیٰ روزے کی خود جزا بن جائے گا ٭ خلوصِ نیت سے روزہ رکھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں ٭ روزے سے ملکوتی قوت پیدا ہوتی ہے جس کے باعث ملاقاتِ ربی نصیب ہوتی ہے ٭ روزے میں زبان سے بری بات نہ نکالئے ورنہ روزہ خراب ہو جائے گا ٭ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے ٭ روزے کی بدولت مومن معبودِ حقیقی سے واصل ہوتا ہے ٭

مسلمانوں کی نگاہیں آسمان پر لگی ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں رویتِ ہلال کے لئے سراپا انتظار ہیں۔ جا بجا چھتوں پر، ... میں ہر شخص کھویا کھویا نظر آتا ہے۔ اور اس کی کوشش یہ ہے کہ پہلے میری نگاہیں ہلال کے جمال سے لطف اندوز ہوں۔ چھتوں پر، اونچی اونچی کوٹھیوں کی چھتوں، جھروکوں، صحنوں، جنگلوں، دروازوں ... چہرے کے لئے تلاش ہے۔ سامنے ... ایک بچی اپنی ... دیکھئے وہ رہا ہلال جیسے ... ٹوٹی ہوئی چوڑی۔ ہاں نظر آ گیا ہے ...

اور مسلمانوں کا ایمان بڑھاتا ہے۔ بھلا یہ بات جو جانتے دیکھتے ہیں ہے۔ وہ چھوٹوں اور عورتوں اور بوڑھوں کے حساب میں کہاں۔ بہر حال شعبان کا مہینہ ختم ہوا اور افق پر ہلال رمضان نمودار ہو چکا۔ توپیں چھوٹیں، نقاروں کی آوازوں سے شہر گونج اٹھے۔ توپوں کے زبردست دھماکوں نے رمضان کی آمد کا اعلان کیا۔ روزے داروں نے روزوں اور رمضان کا استقبال کیا۔ نیکی یا برکا مہینہ آ پہنچا۔ عبادت کا سیزن شروع ہو گیا۔ خدا کی رحمتوں کے دروازے کھل گئے اور اپنے اللہ سے خاص طور پر بہت کچھ لینے کا وقت آ گیا۔

رمضان میں قرآن کا نزول ہوا

رمضان کا مبارک مہینہ اس لئے مبارک ہے کہ اس میں قرآن کریم جیسی رحمت، سب سے بڑی خدا کی رحمت، رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس لئے اس کے روزے فرض ہوئے اور اسی لئے یہ مہینہ سب مہینوں سے افضل ٹھہرا۔ اس فضیلت میں قرآن کریم کے اس رکوع کی طرف جو روزوں کی ترغیب سے متعلق ہم نے ابتدا کے کیا ہے میں تحریر کیا ہے آپ کی توجہ دلانا چاہتے ہیں:—

شہر رمضان الذی انزل	رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن
فیہ القرآن ہدی للناس	کریم جو تمام دنیا کے لوگوں کے لئے ہدایت
و بینٰت من الہدیٰ	ہے اور اس میں ہدایت کی واضح آیتیں
و الفرقان فمن شہد	و حق و باطل میں امتیاز کا سامان ہے

Marfat.com

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ — نازل کیا گیا لہٰذا جو اس مہینے کو تم میں
(قرآن) — سے پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

اس آیت کی بنا پر یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن کریم کا نزول رمضان المبارک میں ہی ہوا ہے اور اسی لئے محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت بھی رمضان المبارک کو عطا ہوا اور جب ہی قرآن نازل ہوا۔ اس حساب سے آنحضورؐ کی عمر مبارک چالیس سال چھ ماہ کی تھی۔

ثم حمي الوحي وتتابع في رمضان — وأتت عليه أربعون وستة أشهر

حافظ عسقلانی نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ غار حرا کا اعتکاف آنحضورؐ رمضان ہی میں فرمایا کرتے تھے (زرقانی صفحہ ۲۰۶ جلد ۱ — فتح الباری صفحہ ۔۔۔ جلد ۱)

دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:-

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ — ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا۔

معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم سب سے پہلے نازل ہونے کے لحاظ سے رمضان ہی میں ہوا اور اسی میں قرآن کریم آخر تک ۔۔۔ رمضان کی فضیلت اور عظمت کی وجہ نزول قرآن ہے اور اسی لئے اس ماہ کے روزے فرض کئے گئے۔ ہم نے نزول قرآن کریم کے سلسلے میں وہ سب تفصیلات چھوڑ دی ہیں جن میں بارگاہ خداوندی سے آسمان اول پر اور پھر وہاں سے دنیا میں نازل ہونے کی مختلف توجیہات لکھی ہیں۔ بلکہ ایک آسان اور صاف راستہ اختیار کیا ہے۔ رمضان کی فضیلت کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

Marfat.com

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل رمضان فتحت ابواب السماء وفی روایۃ فتحت ابواب الجنۃ وغلقت ابواب جھنم وسلسلت الشیاطین وفی روایۃ فتحت ابواب الرحمۃ۔

(بخاری مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئیے جاتے ہیں اور شیطانوں کے بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دئیے جاتے ہیں۔

آسمان کے دروازے کھلنے کا یہ منشا ہے کہ خدا کی رحمت مسلسل اور لگاتار اس مہینے میں نازل ہوتی ہے۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اچھے اعمال کے آسمانوں کی طرف بلند ہونے کے لئے تمام رکاوٹیں دور کر دی جاتی ہیں۔ بہشت کے دروازوں کے کھل جانے کا بھی منشا واضح ہے۔ اس ماہ میں طاعت اور نیک کاموں کی زیادہ توفیق ہوتی ہے۔ جن کے باعث جنت میں داخل ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ گویا جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جب رمضان اور روزوں کے باعث نیک اعمال کا ظہور ہوگا تو جہنم کے عذاب سے بچنا لازم ہو جائے گا اور جب بندوں سے رمضان کی برکت کے باعث جرائم کا ارتکاب ہی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ جہنم کے دروازے بند ہو

Marfat.com

ہو کر رہ جائیں گے۔ اسی طرح جہنم بھی معطل ہو جائے گا۔

رہا شیطانوں کا قید کر دیا جانا تو اس کا منشا یہ ہے کہ شیطانوں کو روزہ داروں کے بہکانے اور ان کو وسوسوں میں ڈالنے کا موقع کم ملتا ہے۔ کیونکہ اتنی مشقت کی عبادت میں روزہ دار اُن تمام بُرائیوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جو روزے کے منافی ہوتی ہیں۔ بخلاف دوسرے مہینوں کے کہ ان میں شیطانی جال کے پھندوں میں پھنسنا آسان ہے کہ دفاعی لائن مضبوط نہیں ہوتی۔

رہا کفار کا معاملہ تو ان کے لئے شیطانوں کی شیطنت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کی بعینہ وہی مثال سمجھئے کہ جب سُورج نکلتا ہے تو چور اور ڈاکو روپوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب سُورج چھپ جاتا ہے تو رہزن اور قزاق، چور اور اوباش اس کی تاریکی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اسی طرح جب رمضان کی تجلیات، برکات اور رحمتیں فضائے آسمان و زمین میں نمودار ہوتی ہیں اور بہیمی قوتیں روزوں کے باعث پست ہو جاتی ہیں تو شیطانی قوتوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے یا دوسرے الفاظ میں سمجھئے کہ جب کسی ملک میں معزز مہمان آتا ہے اور اس ملک کے بعض لوگ جو اس کے مخالف ہوں اور معزز مہمان کے لئے ان سے خطرہ ہو تو ان کو نظر بند کر دیا جاتا ہے بعینہٖ یہی صورت رمضان المبارک میں بڑے بڑے شیطانوں کی ہوتی ہے کہ ان کو نظر بند کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود جو بُرائیاں سرزد ہوتی ہیں ان میں مطلقاً نفس امارہ کو دخل ہوتا ہے

Marfat.com

ایک اور حدیث میں ہے جس کو ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان اول لیلة من شهر رمضان صفدت الشیاطین ومردة الجن وغلقت ابواب النار فلم یفتح منها باب وفتحت ابواب الجنة فلم یغلق منها باب وینادی مناد یا باغی الخیر اقبل ویا باغی الشر اقصر ولله عتقاء من النار وذلک کل لیلة۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کے مہینے کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور بڑے بڑے جن قید کر دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں کہ ایک بھی کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ ایک بھی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک منادی ندا دیتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے شر کے طالب باز آجا اور بہت سے لوگ اللہ کے لئے آگ سے آزاد ہو جاتے ہیں اور یہ ہر رات (یکساں) رہتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:-

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتاکم رمضان شهر مبارک فرض الله

ابی ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس رمضان کا مبارک مہینہ آ پہنچا اللہ نے اس کے روزے

Marfat.com

عليكم صيامه تفتح فيه
ابواب السماء وتغلق
فيه ابواب الجحيم و
تغل فيه مردة الشياطين
لله فيه ليلة خير من
الف شهر من حرم
خيرها فقد حرم

(رواہ نسائی)

فرض کیے ہیں اس میں آسمان کے دروازے
کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے
بند کر دیئے جاتے ہیں اور بڑے بڑے
شیطان اللہ کے لئے بیڑیاں پہنا دیئے
جاتے ہیں۔ اس رمضان میں ایک
رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے
جو اس رات سے محروم رہا وہ بھلائی
سے محروم ہی رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے علاوہ روزوں کی وجہ سے بھی یہ ماہ معظم و محترم ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے بڑے شیاطین تو بند کر دیئے جاتے ہیں۔ البتہ چھوٹے چھوٹے جن سے کوئی خاص خطرہ نہیں ہوتا آزاد ہوتے ہیں اور اس ماہ میں جو بعض گناہ ہوتے ہیں وہ انہی کے باعث اور نفس امارہ کے سبب سے ہوتے ہیں۔ پھر رمضان کی فضیلت کی وجہ یہ بھی معلوم ہوئی کہ اس میں شب قدر ہوتی ہے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک اور حدیث یہ بھی ہے:

عن سلمان الفارسي قال
خطبنا رسول الله صلى الله
عليه وسلم في آخر يوم من
شعبان فقال يا ايها الناس

سلمان فارسی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
شعبان کے آخری دن ہمیں خطبہ دیا
اور فرمایا اے لوگو تم پر ایک بڑے

قد اظلكم شهر عظيم شهر
مبارك شهر فيه ليلة خير
من الف شهر جعل الله
صيامه فريضة وقيام
ليله تطوعا من تقرب فيه
بخصلة من الخير كان
كمن ادى فريضة فيما
سواه ومن ادى فريضة
فيه سواه وهو شهر
الصبر والصبر ثوابه
الجنة وشهر المواساة
وشهر يزاد فيه رزق المومن
من فطر فيه صائما كان
له مغفرة لذنوبه وعتق
رقبته من النار وكان له
مثل اجره من غير ان
ينقص من اجره شيء قلنا يا
رسول الله ليس كلنا نجد
ما نفطر به الصائم فقال

اور مبارک مہینے نے سایہ کیا ہے یہ مہینہ
ہے کہ اس میں ایک رات ہزار مہینے سے
بہتر ہے اللہ نے اس ماہ کے روزے فرض
کئے ہیں اور اُسکی راتوں میں عبادت کرنا
نفل قرار دیا ہے جس نے کسی نیکی سے خدا
کی نزدیکی حاصل کی تو ایسا ہے جیسا
غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جس نے
اس ماہ میں ایک فریضہ ادا کیا تو ایسا
ہے گویا کہ اس نے ستر فریضے غیر رمضان
میں ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا
بدلہ جنّت ہے یہ مہینہ غمخواری کا ہے اور
مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق زیادہ
کیا جاتا ہے جس نے اس ماہ میں کسی
روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے
گناہوں کی بخشش ہے اور آگ سے
اس کی گردن کو خلاصی اور اسکو روزہ دار
کا سی ہی ثواب ملے گا کہ اس کے ثواب
میں کچھ کمی نہیں ہوگی ہم نے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ ہم میں سے سب اپنے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعطی اللہ ھذا الثواب من فطّر صائماً علی مذقة لبن او تمرة او شربة من ماء ومن اشبع صائماً سقاہ اللہ من حوضی شربة لا یظمأ حتی یدخل الجنة۔ وھو شھر اولہ رحمة واوسطہ مغفرة وآخرہ عتق من النار من خفف عن مملوکہ فیہ غفر اللہ لہ واعتقہ من النار۔
(شعب الایمان از امام بیہقی)

نہیں کہ کسی روزہ دار کو افطار کرا سکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا یہی ثواب اللہ تعالیٰ اس کو بھی دے گا جو کسی روزہ دار کو لسّی کے ایک گھونٹ یا ایک کھجور یا پانی کے ایک گھونٹ پر روزہ افطار کرائے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا تو اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے ایسا شربت پلائے گا کہ جنت میں داخل ہونے تک اس کو پیاس ہی نہ لگے گی اور یہ مہینہ اس کا اوّل حصہ رحمت، درمیانہ حصہ مغفرت اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے اور جس نے اس ماہ میں اپنے غلام پر تخفیف کی تو اللہ اس کو بخش دے گا اور جہنم سے آزاد کر دے گا۔

اس ماہ میں کتنی رعایتیں دی گئی ہیں کہ اس مہینے میں نفل کا ثواب فرض کی برابر اور فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستّر فرضوں کے برابر کر دیا گیا ہے۔ نیز صبر کے باعث کہ روزہ دار خواہشات کو ترک کر دیتا ہے جنت حاصل کرتا ہے۔ اس میں خصوصی رعایت کے باعث مومن کی روزی میں بھی اضافہ

Marfat.com

کر دیا جاتا ہے اور کس قدر انعام ہے کہ روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے اس کو حوض کوثر سے سیر ہو کر پینے کا موقع ملے گا اور جس کے پاس پیٹ بھر کر کھلانے کو نہ ہو وہ ایک کھجور یا لسی کے ایک گھونٹ اور پانی بھی انتہائی خلوص سے روزہ افطار کرائے تو بھی اجر اس کو بھی مل جائے گا۔

وضاحت

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک کھجور سے روزہ افطار کرانے میں اتنا اجر اور ثواب کیونکر ملنا چاہیے۔ مگر یہ بات قابل تعجب نہیں۔ کیونکہ عطا کرنے والی ذات وحدہٗ لاشریک لہٗ کے خزانے بے شمار ہیں اور اس کی طرف سے معمولی بخشش شایان شان نہیں۔ آپ ہی ذرا سوچئے کہ اگر کوئی سائل کسی بادشاہ کے سامنے دست سوال دراز کرے تو کیا ایک دو پیسوں یا ایک دو آنوں کی بخشش اس کے شایان ہوگی۔ اسی طرح زمین و آسمان کی سب سے بڑی بارگاہ سے مانگنے والے کے لئے تھوڑا سا انعام دینا شان رزاقی کے خلاف ہے وہ تو یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (جس کو چاہتا ہے بے حساب ہی رزق دیتا ہے) کا نعرہ رحمت لگاتا ہے اور اس کی ذات تو ایک داتا ہے۔ غرض ایک کھجور سے روزہ افطار کرانے والے انسان کی نیت کے اخلاص کی قیمت لگائی گئی ہے جو کچھ بھی ہو۔ اسی نسبت قربانی کے سلسلے میں فرمایا:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

اللہ تعالیٰ کو نہ تو ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون اس کو تو تمہارا تقویٰ (اور اخلاص نیت) پہنچتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:۔

عن ابن عباس قال کان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اذا دخل شہر رمضان
اطلق کل اسیر واعطی کل
سائل (شعب الایمان بیہقی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے انہوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب رمضان آتا ہر قیدی کو
چھوڑ دیتے اور ہر سائل کو دیتے۔

یعنی آپ کے حصے میں جو قیدی آتا آپ اس کو آزاد فرما دیا کرتے تھے۔ اور رمضان المبارک میں خصوصیت سے سائل کو بخشتے ورنہ یوں تو حضور کی عادت بخشنے اور آزاد کر دینے کی ہمیشہ رہی۔

ایک اور روایت میں ہے:۔

عن ابن عمر ان النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال
ان الجنۃ لتزخرف
لرمضان من راس الحول
الی حول قابل قال فاذا
کان اول یوم من رمضان
ہبت ریح تحت العرش
من ورق الجنۃ علی الحور
العین فیقلن یا ربنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت رمضان کے
لئے شروع سال سے آخر سال تک
کے لئے زینت اختیار کرتی ہے فرمایا
جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو
عرش کے نیچے سے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اجعل لنا من عبادك أزواجا تقرّ بهم أعيننا وتقرّ أعينهم بنا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)	ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں اور ان کی آنکھیں ہماری وجہ سے ٹھنڈی ہوجائیں۔

جس طرح دنیا میں خصوصی تقریبات میں گھروں کو سجایا جاتا ہے اسی طرح رمضان میں جنتوں کی خاص طور پر زینت کی جاتی ہے اور یہ عین عقل سلیم کے مطابق ہے اور جنت کی حوروں کی وہ خواہش جس کا وہ اظہار کرتی ہیں یہ بھی عقل سلیم کی زد میں آنے والی حقیقت ہے کہ بہر حال ہر مکان کی آبادی مکین سے ہوتی ہے اور مکینوں میں بھی جوڑوں سے۔

فضائل صیام

ہم نے اب تک رمضان کی فضیلت اور برکت کے متعلق احادیث پیش کی ہیں اب صرف رمضان کی فضیلت اور بزرگی کے متعلق چند احادیث پیش کرتے ہیں۔ دراصل کسی مشقت و محنت کی عبادت اتنی ہی برکت، رحمت، فضیلت و شرف کا باعث ہوتی ہے جس قدر اس میں بندوں کو تکلیفات، تحمل اور صبر کرنا پڑتا ہے اور جب تک بندوں کو اس کی عزت، شرف اور فضیلت کا علم نہ ہو اس وقت تک ان کے ذوق و شوق میں بے تابی پیدا نہیں ہوتی۔ اسی لیے شریعت اسلامیہ اور قرآن و سنت کے مزاج میں چیز داخل ہے کہ وہ پہلے کسی چیز کو فرض کرتی ہے اور پھر اس کی فضیلت اور انعام و اجر پر روشنی ڈالتی ہے۔ روزوں کے فضائل بھی اپنی جگہ خود اہمیت کے مالک ہیں۔ احادیث میں ہے:-

Marfat.com

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه ومن قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری ومسلم) (باب فضائل رمضان)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کا روزہ رکھتے ہوئے اور ثواب کے لئے رکھا اس کے اگلے گناہ بخش دئے جائیں گے اور جس شخص نے رمضان میں قیام کیا ایمان کے ساتھ اور ثواب کے لئے تو اس کے پہلے گناہ بخش دئے جائیں گے اور جس شخص نے شب قدر میں یاد خدا کے لئے قیام کیا اس کے بھی پہلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔

ایمان اور احتساب کے ساتھ روزہ رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ شریعت پر ایمان رکھتا ہو، رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہو اور محض ثواب اور رضائے الٰہی کیلئے روزہ رکھے نہ کہ لوگوں کے دکھانے اور سنانے کے لئے (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ) کتاب الصوم صفحہ ۱۲۱ جلد ۲)

رہا رمضان کی راتوں کا قیام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تراویح و دیگر نوافل، تلاوت قرآن اور ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ سے راتوں کو بیدار رہنا جیسا کہ رمضان اور شب قدر کی راتوں میں عبادت سے انسان کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کبیرہ گناہ ہلکے ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے

Marfat.com

حساب میں گناہ نہیں ہوتے تو اس عبادت سے اس کے درجات بلند ہوتے
ہیں۔ جیسا کہ امام ترمذی نے کہا ہے۔ ایک اور حدیث یوں ہے:-

وعن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کل عمل ابن آدم
یضاعف الحسنۃ بعشر
امثالہا الی سبع مائۃ
ضعف قال اللہ تعالی الا
الصوم فانہ لی وانا اجزی
بہ یدع شہوتہ و
طعامہ من اجلی۔
للصائم فرحتان فرحۃ
عند فطرہ وفرحۃ عند
لقاء ربہ ولخلوف فم
الصائم اطیب عند
اللہ من ریح المسک
والصیام جنۃ فاذا کان
یوم صوم احدکم فلا
یرفث ولا یصخب فان

اور ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے انہوں نے
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ ابن آدم کا ہر نیک عمل دس
نیکیوں سے سات سو کے برابر تک
بڑھایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
روزہ (کہ اسکی کوئی حد نہیں) وہ میرے
لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں
(کیونکہ) روزہ دار اپنی خواہش اور کھانا
میری وجہ سے چھوڑتا ہے روزہ دار
دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک
روزہ افطار کرنے کے وقت اور دوسری
خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت
اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے
یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر
اور روزے ڈھال ہیں لہذا جب
تم میں سے کسی کا روزے کا دن
ہو تو بیہودہ بات کرے اور نہ چلائے

ساب احد او قاتلہ فلیقل انی امرئ صائم	پس اگر اس کو کوئی برا کہے یا اس سے لڑنے کا ارادہ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

(بخاری و مسلم)

یہ حدیث روزے کی فضیلت میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور خصوصی شرف و عظمت کی آئینہ دار ہے۔ بایں معنی کہ اللہ تعالےٰ ایک نیک عمل کا دس نیکیوں کی برابر ثواب دیتا ہے اور اس نیکی میں جو ستی صدق و صفا اور جذب و شوق جس قدر بھی مومن کی طرف سے زیادہ ہوتا چلا جائے گا اسی قدر ستر درجے تک نیکیاں حاصل کرتا چلا جائے گا۔ بلکہ خانہ کعبہ میں تو ایک نیکی کی لاکھ نیکیاں ملتی ہیں۔ لیکن روزے دار کی نیکیوں کی کوئی حد نہیں۔ اس کو بے حد و حساب ثواب ملتا ہے۔ روزے کی یہ فضیلت جیسا کہ خود حدیث سے واضح ہے دو وجہ سے ہے۔

اوّل اس لئے کہ روزہ ایک پوشیدہ عبادت ہے جس کو بجز ذات رب العالمین اور کوئی نہیں جانتا لیکن دوسری عبادتیں دیکھی جا سکتی اور دیکھی جاتی ہیں۔ لہٰذا روزہ دار کا خلوص اور جذبہ شوق و وجد کی فراوانیوں کا علم اللہ ہی کو ہو سکتا ہے پھر اس میں ریا کا دخل بھی اپنی پوشیدگی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اس لئے فرمایا کہ بندہ چونکہ خالص میری مرضی اور خوشنودی کے لئے روزہ رکھتا ہے اس لئے میں ہی اس کی جزا قیامت میں دوں گا۔ بخلاف نماز، زکوٰۃ اور حج کے کہ اُن کے انعامات ملائکہ کے ذریعے دلا دئے جائیں گے اور روزے کے

Marfat.com

اس بے حساب ثواب اور درجات خود اجر عطا فرمانے کی وجہ پر بھی روشنی ڈال دی گئی کہ وہ اپنی خواہش نفسانی اور اکل و شرب اور اپنے کھانے پینے کو میری خوشنودی اور رضا کے لئے قربان کر دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے لئے قربانی کرنا اور اپنی خواہشات کو ترک کر دینے کا یہی عمل ہونا چاہیئے۔

بعض محدثین نے اَنَا اَجزِیْ کو اَنَا اُجزٰی پڑھا ہے یعنی میں خود روزہ دار کو اس کے روزے کی جزا کی صورت میں مل جاؤں گا۔ چنانچہ آگے چل کر اس کی ان الفاظ میں وضاحت کی گئی کہ روزہ دار کو دو طرح کی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک تو افطار نے کے وقت کہ وہ اپنی قربانی اور اپنے ایثار میں پورا اترا اور دوسری خوشی یہ کہ وہ قیامت میں اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ گویا روزے کی جزا میں خدا اسے خود مل جائے گا۔ خدا کرے کہ وہ ہمارا بھی ہو جائے اور ہمیں بھی ایسے ہی روزے رکھنے کی توفیق دے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے الصوم لی وانا اجزی بہ کے ماتحت بعض علما کا قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ روزہ میرے ہی لئے ہے کا یہ مطلب ہے کہ اور عبادتوں میں تو دوسرے کو بھی اہل عرب شریک کر لیتے تھے لیکن روزہ صرف خدا کیلئے ہی رکھتے تھے

رہا یہ معاملہ کہ روزے ڈھال ہیں۔ یعنی جس طرح ڈھال انسان کے لئے تلوار کے وار کو روکنے کے کام آتی ہے اسی طرح روزے ہر برائی کے حملے یا عذاب جہنم سے ڈھال بن کر روزہ دار کو ہر برائی یا جہنم کی آگ

Marfat.com

سے بچاتے ہیں۔

آخر میں آنحضورؐ نے فرمایا کہ جب تمہارا روزہ ہو اور تم مذکورہ بالا انعامات حاصل کرنے کی خواہش کرو تو پھر اسی صورت میں ممکن ہے کہ روزے کی حالت میں تم سے کوئی بری بات یا برا فعل سرزد نہ ہو۔

روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ کے یہاں مشک سے بہتر ہے

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے روزہ دار کی منہ کی بدبو مشک سے بہتر ہے" کے متعلق ایک دل لگتی بات کہی ہے اور وہ دراصل عند اللہ سے متعلق ہے یعنی اللہ کے یہاں اعمال حسب جسمانیت اختیار کریں گے اور ایسا ہونا احادیث سے ثابت ہے تو اس وقت روزہ دار کے منہ کی بدبو جو صورت اختیار کریگی وہ مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی۔ مزید وضاحت کے لیے یوں خیال فرمایئے کہ ذکرِ الٰہی اور حدیث و قرآن اور وعظ کی مجالس جو عام طور پر خوشبوؤں سے معطر اور پاکیزہ بنائی جاتی ہیں۔ ان کے معطر کرنے میں مشک وغیرہ کی جو خوشبوئیں استعمال کیئے جانے کی عادت ہوتی ہے، روزہ دار کے منہ کی بدبو کا ثواب اللہ کے نزدیک اس مشک کی خوشبو سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے وہ شبہ بھی دور ہو جاتا ہے۔ کہ کیا اللہ تعالےٰ مشمومات اور خوشبودار چیزوں کی خوشبو قبول کرنے سے مبرا نہیں ہے۔ حالانکہ یہ خصوصیات مخلوقات کی ہیں۔

ایک اور حدیث میں روزوں کی فضیلت کا ان الفاظ میں تذکرہ

فرمایا گیا ہے :-

وعن عبد الله بن عمرو ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الصيام والقرآن يشفعان للعبد يقول الصيام يا رب اني منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعني فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعني فيه فيشفعان۔ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

اور عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کرینگے۔ روزے کہیں گے۔ اے رب میں نے اس کو کھانے اور شہوتوں سے دن میں روکے رکھا لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول کیجئے اور قرآن کہے گا میں نے اس کو رات میں سونے سے روکا لہٰذا اس کے متعلق میری سفارش قبول فرمائیے پس دونوں کی سفارش قبول کی جائیگی۔

ایک اور حدیث میں ہے :-

وعن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل شئ زكوة وزكوة الجسد الصوم (رواه ابن ماجه)

اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے (ابن ماجہ نے روایت کیا)

ایک اور حدیث میں جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے روزے کی فضیلت میں فرمایا گیا :-

وعن ابي سعيد الخدري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام يوما في سبيل الله بعّد الله وجهه من النار سبعين خريفا۔ (بخاري مسلم)

اور ابو سعید خدری رضی سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے (یعنی اس کو) کو ستر برس کے سفر کے فاصلے کی برابر آگ سے دور رکھے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے:-

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان مكفرات لما بينهن اذا اجتنبت الكبائر (مسلم)

ابو ہریرہ رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچوں نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک کے درمیان کے چھوٹے گناہوں کا اگر کبیرہ گناہوں سے بچا جائے کفارہ ہو جاتے ہیں

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت بریدہ رض سے روزے کی فضیلت میں حسب ذیل حدیث نقل کی ہے:-

عن بريدة قال دخل بلال على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتغدى فقال

بریدہ رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بلال رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ ناشتہ

Marfat.com

رسول الله صلی الله علیه وسلم الغداء یا بلال فقال انی صائم یا رسول الله فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ناکل رزقنا وفضل رزق بلال فی الجنة اشعرت یا بلال ان الصائم یسبح عظامه ویستغفر له الملائکة ما اکل عنده (رواه البیهقی)

فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال کھانا حاضر ہے انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال کا بہتر رزق جنت میں ہے۔ اے بلال کیا تو نے جانا کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں اور فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں جب تک اس کے پاس کھایا جائے (روایت بیہقی)

فضیلتِ صیام پر عام گفتگو

فضائل رمضان و صیام پر اگر مسلسل کلام کیا جائے تو مستقل کتاب تحریر میں لائی جا سکتی ہے۔ لیکن ہم نے اس سلسلے میں ان فضائل کو جو احادیث میں آئے ہیں پیش کر دیا ہے تاہم علما اور ائمہ اور صوفیا نے روزوں کے بارے میں بہت تفصیلات سے بحثیں کی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں :-

ان الصوم حسنة عظیمة یقوی الملکیة ویضعف البهیمیة ولا شیء مثله

روزہ ایک بہترین نیکی ہے جو روحانی اور ملکوتی قوت کو بڑھاتا ہے اور بہیمیت کو کمزور کرتا ہے اور روح کو صیقل اور

في صيقلة وجه الروح وقهر الطبيعة۔ والإنسان إذا سعى في قهر النفس وإزالة رذائلها كانت لعمله صورة تقديسية في المثال ومن أذكياء العارفين من يتوجه إلى هذه الصورة فيمد من الغيب في علمه فيصل إلى الذات من قبل التنزيه والتقديس۔

کرنے میں اور نفس کو شکست دینے میں روزے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اور انسان جب نفس پر غلبہ پانے اور رذائل نفس کے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا یہ عمل عالم مثال میں ایک پاکیزہ صورت و شکل اختیار کر لیتا ہے اور حساس عارفین و صوفیا میں جو اس عالم مثال کی صورت کی طرف توجہ دیتا ہے تو اس کے غیبی علم کا اضافہ ہوتا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تنزیہ اور تقدیس و پاکیزگی کے باعث ذات خداوندی سے جا ملتا ہے۔

روزے کی تھیوری

ہمارے نزدیک روزے کی تھیوری یہی ہے کہ اس کے ذریعہ انسان جو ایک قطرہ ہے اپنے دریا سے جا ملتا ہے یا ذرہ آفتاب سے یا بندہ اپنے معبود سے واصل ہو جاتا ہے اور یہی مقصد زندگی ہے۔ کیونکہ روزے میں ایک گونہ اخلاق الٰہیہ پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عادت یہ ہے کہ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے، نہ اسے خواہشات سے کوئی تعلق ہے۔ اسی طرح روزہ دار بھی خوشنودی

Marfat.com

خداوندی کی خاطر اپنے محبوب کی طرح نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ زنون کو عبادت کی وجہ سے سوتا ہے۔ بلکہ تمام خواہشات کو ترک کرکے اللہ کے اخلاق اختیار کر لیتا ہے۔ جب حال یہ ہو تو بس روزے کے ذریعہ زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ بس یہی روزے کی فیوری ہے۔ اس لئے نسائی کی ایک حدیث میں جو ابی امامہ سے مروی ہے یہ ہے:۔

علیک بالصوم فانہ لا	تم اپنے لئے روزہ کو لازم پکڑلو کیونکہ
مثل لہ (نسائی)	اس کی مانند کوئی چیز نہیں ہے۔

روزہ مادیت سے خارج کرکے روحانیت کی دنیا میں لے جاتا ہے۔ کیونکہ نہ کھانے سے مادیت کو شکست ہوتی ہے اور اس صورت میں تجلیات کا ظہور روزہ دار کے دل پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن کریم نازل ہوا تو رمضان کے ایام تھے اور آنحضور غار حرا میں اکثر جو سکے اور پانی آپ وطعام کہ گذارہ سیتے تھے۔ یہی موسیٰ علیہ السلام سالہا سال تنہا کہ پہلے کوہ طور پر آکر معتکف ہوگئے اور جب تزکیۂ نفس سے ہم کنار ہوگئے تو انہیں توریت دی گئی۔

حقیقت صیام پر مولانا جلال الدین رومی نے اپنی حقیقتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لب فرو بند از طعام و از شراب	سوئے خوان آسمانی کن شتاب
کھانے پینے سے ہونٹ بند کر لے	آسمانی دسترخوان کی طرف جلدی کر
این دہان بستی دہانے باز شد	کو خورندہ لقمہائے راز شد

تو نے یہ (ظاہری) منہ بند کر لیا تو دوسرا منہ کھل گیا۔ کیونکہ وہ روزہ دار راز کے لقمے کھا رہا ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر　　　کیں غذائے خر بود نے آنِ حُر

یہ غذا میں تھوڑی تھوڑی چھوڑ دے　　　کیونکہ یہ تو گدھے کی غذا ہے نہ کہ حُر کی

تا غذائے اصل را قابل شوی　　　لقمہائے نور را آکل شوی

تاکہ تو اصلی (روحانی) غذا کے قابل ہو جائے (اور) نور کے لقموں کو کھانے والا بن جائے

یَا حَرِیْصَ الْبَطْنِ عَرِّجْ هٰكَذَا　　　اِنَّمَا الْمِنْهَاجُ تَبْدِیْلُ الْغِذَا

اے پیٹ کے لالچی اسی طرح عروج اختیار کر کیونکہ غذا کا بدلنا ہی طریقہ ہے۔

یَا مَرِیْضَ الْقَلْبِ عَرِّجْ لِلْعِلَاجِ　　　جُمْلَةُ التَّدْبِیْرِ تَبْدِیْلُ الْمِزَاجِ

اے دل کے مریض علاج کی طرف توجہ کر کیونکہ مزاج کی تبدیلی پوری تدبیر ہے

اَیُّهَا الْمَحْبُوْسُ فِیْ رَهْنِ الطَّعَامِ　　　سَوْفَ تَنْجُوْ اِنْ تَحَمَّلْتَ الْفِطَامَ

اے کھانے کے رہن میں محبوس اگر تو نے دودھ چھڑانے کو برداشت کر لیا تو چھٹکارا پا جائیگا

ہر گرسنہ عاقبت قوتے بیافت　　　آفتاب دولتے بر وے بتافت

ہر روزہ دار بھوکے نے آخر ایک غذا پائی　　　اس (روزہ دار) پر دولت کا آفتاب چمکا

قوت جبریل از مطبخ نبود　　　بود از دیدار خلاق ودود

جبرئیل کی قوت باورچی خانے کے ذریعہ نہ تھی　　　بلکہ وہ تو خلاق و ودود کے دیدار سے تھی

ایں جہاد و صوم سخت است و خشن　　　لیک ایں بہتر ز لطف ممتحن

یہ جہاد اور روزہ بہت ہی سخت دشوار ہیں　　　لیکن آزمائش میں پڑ جانے کے بعد بہتر ہیں۔

رنج کے ماند دمے کہ ذو المنن　　　گویدت چونی تو اے رنجور من

بھلا تکلیف کب رہتی ہے جبکہ رحمتوں کا بادشاہ تجھ سے پوچھتا ہو کہ اے میرے بیمار کیا حال ہے

چوں ملک تسبیح حق را کن غذا
فرشتے کی طرح غذا کی تسبیح کو اپنی غذا بنالے
تا رہی ہمچوں ملائک از اذی
تاکہ تو فرشتوں کی مانند تکلیف سے چھوٹ جائے

کچھ روزہ خوروں کے متعلق
اور کچھ
بلا پرہیز روزہ داروں کے لیے

○ روزہ نہ رکھنے والا سخت مجرم ہے ○ روزہ ہر عاقل، بالغ، تندرست مرد اور عورت پر فرض ہے ○ روزہ جذبہ شوق کے آگے آسان بات ہے ○ بیمار، حائضہ، دودھ پلانے والی عورت قضا کر سکتی ہے جو بعد میں رکھے ○ شیخ فانی ہر روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کرے گا۔

روزہ ارکان اسلام میں چوتھا رکن ہے۔ نہ رکھے بغیر جان کر روزہ نہ رکھنا درجے کی بدبختی ہے اور ایسا وہی کرتے ہیں جن کے دل میں روزہ اور احکام دین کی وقعت نہ ہو۔ ورنہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جن لوگوں کو روزوں سے محبت ہوتی ہے ان کا جذبہ شوق روزوں کو ان کے لیے آسان

بتا دیتا ہے۔
کسی دشوار کام کے کرنے کا بہت کچھ تعلق نفسیات سے ہے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ فرہاد شیریں کے محل تک سخت پتھروں کو کاٹ کر جوئے شیر لے آیا تھا۔ تو ہمیں اس کے ماننے میں کوئی عقلی اشکال نہیں عشق، جنون، غصہ، شوق و حقیقتیں ہیں جو انسان میں قوت کی کرنٹ جاری کر دیتے ہیں۔ یہ کرنٹ انسان کی اعتدالی حالت میں نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ جب انسان اپنی اعتدالی حالت اور نارمل پوزیشن میں ہوتا ہے اس کی بہ نسبت اس وقت اس میں زیادہ طاقت ہوتی ہے جب اس کو کسی بات پر طیش آتا ہے یا عشق میں ہو یا جنون میں یا جذبہ بے اختیار شوق میں ہو تو ان حالات میں وہ ایسے کام کر گذرتا ہے کہ اعتدال کی حالت میں کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔ حافظ نے فرہاد کے متعلق ایک نفسیاتی کیفیت میں بے ستون پہاڑ کو کاٹ ڈالنے کا اس طرح نکتہ حل کیا ہے ؎

نہ بہ تیشہ بے ستون را زدہ کوہکن زہرسو
کہ ز درد کوہکن شد دل خارہ پارہ پارہ

شاعر نے ایک واضح حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ فرہاد نے بے ستون پہاڑ کو تیشے سے نہیں کاٹا بلکہ کوہکن کے درد عشق اور ولولہ شوق وصال سے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

دنیا میں اس قسم کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ جوش، حوصلہ، لگن اور جذبہ شوق و ذوق سے وہ دشوار کام آسان ہوتے ہیں کہ

Marfat.com

جو بے شوقی و بے ذوقی میں انجام نہ پا سکے۔

قلعہ خیبر کا دروازہ جو فتح ہونا دشوار ہو رہا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی جذبۂ اسلامی اور شوق جہاد میں تنہا اکھاڑ کر پھینک دیا جس کو ستر آدمی بھی نہ اکھاڑ سکتے تھے۔

اسی جوش ایمانی کا نتیجہ تھا کہ جنگ بدر کا جہاد جو رمضان کے روزوں میں لڑا گیا سخت دھوپ اور شدت کی گرمی کے باوجود صحابہ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کفار مکہ کے ستر سرداروں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی طرح اگر جوش ایمان رگوں میں خون بنکر دوڑتا ہو تو جون اور جولائی کے چودہ گھنٹوں کے سخت گرمی کے روزے، روزہ دار مومن کا منہ پھیرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر حیرانی ہے ان مسلمانوں پر جو روزوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور گرمیوں کو تو چھوڑیئے جاڑوں میں بھی روزہ رکھنے سے کانپتے ہیں۔ اس کی وجہ صرف بے ذوقی اور بے شوقی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ ان نتائج سے غافل ہیں۔ جو روزہ نہ رکھنے کی صورت میں سامنے آئیں گے۔

رمضان میں بے باکانہ خورد و نوش

وہ لوگ جو رمضان میں بے باکانہ بغیر عذر شرعی نصف النہار علی الاعلان کھاتے ہیں وہ اسلام کے ایک رکن عظیم کی توہین کرتے ہیں۔

اسلامی قانون جن ملکوں میں رائج ہو اور وہاں پر محکمہ احتساب موجود ہو تو یہ کام قاضی وقت کا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو دائرہ شریعت میں سخت سزا دے۔ البتہ مسلم ممالک میں جہاں روزوں کی علی الاعلان بیباکانہ ذلیل بے احترامی ہوتی ہو وہاں کے اہل حل وعقد خدائے قدوس و عزیز کے سامنے جواب دہ ہوں گے اور وہ لوگ بھی جو روزوں کا احترام نہیں کرتے۔ درمختار میں ایسے کھلم کھلا قصداً روزوں میں بلا عذر کھانے والوں کے لئے قاضی وقت کو کہا گیا ہے:۔

لَوْ اَكَلَ عَمَدًا شُهْرَةً بِلَا عُذْرٍ يُقْتَلُ۔

اگر کوئی شخص رمضان میں قصداً بلا عذر علی الاعلان اور بے باکانہ کھائے تو قتل کر دیا جائے۔

(درمختار باب مایفسد الصوم)

واضح رہے کہ اس قانون کو عوام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے یہ کام صرف ان ممالک میں قضاۃ کا ہوگا جہاں اسلامی قانون رائج ہو۔

ہمارا مقصد درمختار کی عبارت پیش کرنے سے صرف یہ ہے کہ جو شخص بے باکانہ، دکھا کر بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے اور سب کے سامنے کھاتا پھرے اور دندناتا پھرے وہ روزے کی توہین اور اس سے مذاق کر رہا ہے ایسے شخص کی سزا سخت سے سخت ہونی چاہئے۔ اگر دوسرے روزہ خوروں کو عبرت ہو اور بے احترامی سے اس مجبور سے روزوں کی کشتی باہر نکل جاتے۔ یہی سزا جان کر نماز چھوڑنے والے کی ہے جس کی تفصیلات ائمہ کے اقوال میں موجود ہیں۔ البتہ بعض

Marfat.com

اگر مثلاً امام احمد بن حنبل تو تارک نماز کے بارے میں بہت سخت ہیں سب سے زیادہ نرمی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمائی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ تارک نماز کو قید کر دیا جائے تا آنکہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ اگر قید و بند کے باوجود نہ مانے اور نماز نہ پڑھے۔ تو پھر اسے آزاد نہ کیا جائے تا آنکہ جیل میں پڑا پڑا مر جائے

امام ذہبی جو جلیل القدر آئمہ میں سے ہیں تحریر فرماتے ہیں :-

وعند المومنین مقرر ان ترک صوم رمضان بلا مرض انہ شر من الزانی ومدمن الخمر بل یشکون فی اسلامہ ویظنون بہ الزندقۃ والانحلال (ذہبی)

اور یہ بات اہل ایمان کے نزدیک طے شدہ ہے کہ بغیر مرض کے روزہ چھوڑ دینے والا زانی اور ہمیشہ کے شرابی سے بھی بدتر ہے۔ بلکہ اس کے اسلام میں بھی انہیں شک ہے اور اہل ایمان ایسے شخص کو لامذہب اور بے دین خیال کرتے ہیں۔

امام ذہبی نے مومنین کے اس طے شدہ نظریہ میں یہ فرمایا ہے کہ زانی اور ہمیشہ کا عادی شرابی اتنا برا نہیں جتنا بغیر عذر شرعی روزے کا ترک کر دینے والا مسلمان۔ بلکہ ایسے شخص کے اسلام میں بھی اہل ایمان کو شک ہے اور اس کو زندیق سمجھا گیا ہے :-

حدیث کی وہ چھ کتابیں جن کو صحیح تسلیم کیا گیا ہے اور جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے ان میں سنن ابو داؤد کا بھی شمار ہے۔ امام ابو داؤد لکھتے ہیں:

Marfat.com

من افطر یوما من رمضان	جس شخص نے رمضان کے ایک دن کا
فی غیر رخصة رخصها	روزہ بھی اللہ کی رخصت کے بغیر چھ
اللہ لہ لم یقض عنہ	اس نے روزہ دار کو دی ہے، کھا لیا
صیام الدھر کلہ وان	وہ اگر تمام عمر بھی روزہ رکھتا رہے
صامہ۔ (ابوداؤد)	تب بھی اس کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اپنی جگہ بالکل واضح اور صاف ہے۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے ماہ کے روزوں کی مسلسل کڑیوں میں سے ایک کڑی بھی اگر ٹوٹ جائے تو تمام سلسلۂ فرضیت و رحمت کٹ کر منتشر ہو جائے گا۔ اب اس روزے کو جو رمضان میں ہونے کی وجہ سے اپنے اندر بے شمار برکات رکھتا تھا۔ تمام عمر کے روزے بھی تو واپس نہیں لا سکتے۔ وقت از دست رفتہ و تیر از کمان جستہ باز نمی آید۔ جو وقت گزر گیا اور جو تیر کمان سے نکل گیا وہ کسی صورت سے بھی واپس نہیں آ سکتا۔ اس لئے جو روزہ عذر شرعی کے بغیر کھا لیا گیا وہ کبھی واپس نہیں آ سکتا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:۔

علیک بالصوم فانہ لا	روزے کو اپنے اوپر لازم کر لو۔ کیونکہ
عدل لہ	اس کا بدل کوئی نہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ روزہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کی مکافات کسی

اور تبیسر سے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا روزوں کی سختی سے پابندی کرنی چاہیئے کہ اور اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے۔

ان ائمہ اور فقہا کے اقوال سے روزے کی اہمیت واضح ہے جن کا ماخذ قرآن و سنّت ہے۔

روزہ خوروں کی مختلف قسمیں

ہم نے آغاز کتاب میں روزہ داروں کی تین قسمیں بتائی ہیں یعنی

۱ - عوام روزہ دار :- جو صرف کھانا پینا اور خواہش نفس کے ترک کر دینے کا نام روزہ سمجھتے ہیں۔

۲ - خواص روزہ دار :- جو آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں سے بھی روزہ دار رہتے ہیں۔

۳ - اخص الخواص روزہ دار :- جو روزوں میں کھانا، پینا، خواہش نفسانی کو ترک کرنا ہی روزہ نہیں سمجھتے بلکہ آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کے روزہ دار ہونے کے علاوہ افطار کے انتظام و اہتمام کو تصور میں لانے کو بھی روزے کے منافی سمجھتے ہیں اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے نزدیک روزہ خوروں کی بھی تین قسمیں ہو سکتی ہیں :-

۱ - اوّل وہ روزہ خور جو روزہ نہیں رکھتے لیکن چھپ کر کھاتے پیتے ہیں۔ ہوٹلوں، ڈھابوں، قہوہ خانوں میں پردے ڈال لیتے ہیں اور کھاتے پیتے رہتے ہیں۔

Marfat.com

۲- دوسرے قسم کے روزہ خور لوگ وہ ہیں جو روزہ نہیں رکھتے اور کوچہ و بازار میں کھلم کھلا سگریٹ، چائے، حقہ پیتے اور کھانا کھاتے ہیں لیکن روزے کو فرض سمجھتے ہیں۔

۳- تیسرے قسم کے روزہ خور وہ ہیں جو روزے کو روزہ ہی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ یہ دنیا نوسی قسم کی عبادت عرب کے بدوؤں کے لئے تو ٹھیک تھی کہ وہ غذا کی کمی اور شارٹیج (shortage) سے دوچار تھے۔ اس قسم کی باتیں کرنے والے بھی مسلمانوں کے افراد ہی میں سے ہیں جو نہایت بے باکی سے یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔ کہ دیکھئے صاحب اس علم و سائنس کے دور میں بھی روزہ رکھنے والے لوگ موجود ہیں جو پسماندگی کا نتیجہ ہے۔

اس قسم کی باتیں کہنے والے دنیائے اسلام کے انتہا پسند آزاد خیال ہیں۔ ورنہ الحمد للہ ہمارے ملک میں اسلامی قدروں کا جو احترام ہوتا ہے وہ شاید دوسرے آزاد خیال اسلامی ممالک میں نہ ہو۔ اگرچہ یہاں بھی بعض اس قسم کے خیال کے لوگ موجود ہیں۔

مجھ سے میرے ایک ملاقاتی نے جو بعض ممالک اسلامیہ میں رہ آیا ہے بیان کیا کہ میں نے فلاں اسلامی ملک کے ایک شیخ کو دیکھا کہ اس کی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی مگر مسجد میں باقاعدہ امامت کرتا اور نماز پڑھاتے وقت مصنوعی ڈاڑھی لگاتا اور لمبا چوغہ پہنتا اور فرائض کی ادائیگی کے بعد چوغہ اور ڈاڑھی کھونٹی پر ٹانگ رکھتا۔ اس لئے ہمیں

اس قسم کے ممالک کو اپنے لئے نمونہ بنانا یا ان کے اجتہاد کی تقلید کرنا ضروری نہیں۔

بہرحال تیسرے درجے کے روزہ خور اعتدال کی حد سے ہی نہیں بلکہ اسلام کی حدود کو بھی پھلانگ چکے ہیں۔

ہم دراصل ان سربسجود، پا بقعود، قد بقیام، تن برکوع، رو بقبلہ اور دل بخدا لوگوں کی عبادتوں اور نفوس قدسیہ کی برکت کے صدقے میں زندہ ہیں جو اپنے صوم و صلوٰۃ سے ہمارے لئے ڈھال بنے ہوئے ہیں ورنہ اس قسم کی بے باکیاں کسی وقت بھی قہر خدا کا باعث بن سکتی اور بنتی ہیں ہمیں قرآن کریم کی اس آیت کو پیش نظر رکھنا چاہیئے :۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ ط وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ٥	اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی زیادتی کی وجہ سے پکڑنے لگے تو زمین پر ایک چوپایہ بھی نہ چھوڑے لیکن وہ ایک مقررہ مدت تک کے لئے ان کو ڈھیل دیتے ہیں۔

احترام صیام

روزہ اللہ کے شعائر میں سے ہے اس کا اور دوسرے شعائر اللہ، حرمات اور آیات الٰہیہ کا احترام فرض ہے۔ نماز، حج، قربانی کا جانور، مساجد اللہ، صفا و مروہ، نا قۂ صالح علیہ السلام یہ ساری چیزیں جو کسی نہ کسی حیثیت کے اعتبار سے اللہ کی نشانیاں، آیات اور حرمت کی چیزیں قابل احترام ہیں

قرآن کریم میں ہے:-

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔	صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔

صالح علیہ السلام نے فرمایا:-

يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً۔	اے قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے۔
وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا	اور اللہ کی آیات کو مذاق نہ ٹھہراؤ۔
وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ	اور جو اللہ کی حرمات کی عزت کرتا ہے
خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ط	تو اسکے رب کے نزدیک اس کے لئے بہتر ہے
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ	اور جو اللہ کے شعائر کی عظمت کرتا
فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ	ہے تو یہ دلوں کے تقوے کا نتیجہ ہے

بہرحال مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں روزوں کا احترام اور ان کی عظمت مسلمان کے لئے فرض ہے۔

بے احتیاط روزہ دار

روزہ ایک اثباتی چیز ہے اور نفس امارہ کے امراض کے لئے بہترین تریاق ہے۔ لیکن جہاں کسی مرض کے علاج کا سبب دوا بنتی ہے۔ وہاں علاج کے ساتھ ساتھ پرہیز بھی نہایت ضروری حقیقت ہے۔ ورنہ پرہیز کے بغیر علاج بے سود ہے۔ گویا روزہ مثبت اور پرہیز منفی چیز ہے اور ان دونوں مثبت و منفی یا Positive اور Negative سے

ایک رُوحانی روشنی ہوتی ہے جو مقصود ہے۔ یہ امر واضح ہے کہ بجلی کے مثبت اور منفی تاروں کے ملنے سے ہی روشنی اور لائٹ پیدا ہوتی ہے اس لئے روزے کے ذریعے روحانی برق اور روشنی حاصل کرنے کے لئے ایک طرف بھوکا، پیاسا ہونا اور خواہش نفسانی سے دُور رہنا اور زبان، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں کو روزہ دار بنانا ہوگا تو دوسری طرف شطرنج جُوا، تاش، گنجفہ، چوسر اور دیگر ناجائز لہو و لعب سے پرہیز کرنا ہوگا۔ تب جا کر روزے کے ذریعہ نُور حاصل ہوگا۔

وہ روزہ دار جو صرف بھوک، پیاس اور خواہش نفس سے تو کنارہ کش رہتا ہے لیکن غیبت، بدگوئی، چغلخوری، تاش اور شطرنج سے پرہیز نہیں کرتا تو اس کا روزہ اندھا اور بے نور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ (بخاری)	ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (روزے میں) بیہودہ بات اور بُرا عمل نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی پروا نہیں کہ اس نے اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دیا۔ (بخاری)

قول زور میں بیہودہ گفتگو، غیبت، چغلخوری، کذب، جھوٹی گواہی، افترا، تہمت، سب و شتم سب ہی شامل ہیں۔ اور عمل بہ میں ہر وہ عمل

Marfat.com

شامل ہے جس سے گناہ لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا حدیث کا منشا اور خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ہر وہ قول اور عمل جو گناہ کا باعث ہو روزے میں ان سے احتراز اور پرہیز لازم ہے۔ اگر روزہ دار ان سے اجتناب نہ کریگا۔ تو اس کے روزے اور بھوکے پیاسے رہنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پروا نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ایسے بے نور اور نامے روزے سے راضی نہیں ہوتا۔

صوم (روزے) کی لغوی اور اصطلاحی تحقیق

اور

اس کی فرضیت تاریخ کی روشنی میں!

○ صوم کے لغوی اور اصطلاحی معنی ○ روزے کے وقت کی ابتداء اور انتہا ○ روزہ کن پر فرض ہے ○ روزہ تاریخ کی روشنی میں ○ رمضان کے لفظی معنی ○ کیا رمضان اللہ کا نام ہے؟

صوم کے لغوی اور اصطلاحی معنی

"صاحب البدائع" مشہور حنفی فقیہ صوم کی لغوی تعریف میں لکھتے ہیں:-

الصوم اللغوی فهو الا
مساك المطلق وهو الا
مساك عن ای شئ كان
فیسمّی: لمسك عن
(الكلام) وهو الصامت
صائما قال الله تعالیٰ
اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ
صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ
اِنْسِیًّا۔

لغت میں صوم (روزے) کے
معنی مطلقاً رکنے کے ہیں خواہ
وہ کسی چیز سے ہی رکنا کیوں نہ ہو۔
چنانچہ جو شخص کلام کرنے سے رکنے
والا ہو اس کو بھی صامت کہتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی زبانی
فرمایا "میں نے اللہ کے لئے خموشی
کی نذر مانی ہے۔ چنانچہ میں آج
کسی انسان سے کلام نہیں کرونگی"۔

مذکورہ آیت میں صوم کے معنی رکنے کے ہیں۔ لیکن آگے جس چیز سے رکنے کی تشریح کی گئی ہے۔ وہ کلام کرنے اور بات چیت کرنے کی وضاحت کی گئی ہے۔ لیکن صوم کے اصطلاحی معنی حسب ذیل ہیں:-

اما الشرعی فهو الا
مساك عن اشیاء مخصوصة
وهی الاكل والشرب
والجماع بلنیة المتقرب

لیکن شریعت میں روزہ خاص
چیزوں سے رکنے کا نام ہے اور وہ
کھانے پینے اور جماع کرنے سے رکنے
کے ہیں جسکا مقصد اللہ سے نزدیکی حاصل کرنا ہے

معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص روزے کے بغیر بھوکا پیاسا رہے گا اور جماع سے بچے گا۔ تو وہ روزہ دار نہیں ہوگا۔ بلکہ روزے کے

Marfat.com

لئے نیت شرط ہے۔

روزے کے اوقات کی پابندی

روزہ کس وقت سے کس وقت تک رکھنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں اس کے حدود کی تعیین ان الفاظ میں فرمائی گئی ہے:-

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ۔	اور رات کو اس وقت تک کھا سکتے اور پی سکتے ہو جب تک صبح نمودار ہو پھر صبح سے رات تک (سورج چھپنے) تک روزہ پورا کرو۔

اس آیت میں خدائے کریم نے روزے کے ابتدائی اور انتہائی یعنی صبح صادق سے سورج کے چھپ جانے تک کا وقت مقرر فرما دیا۔

روزہ کس پر فرض ہے

فقہ کی عام کتابوں میں لکھا ہے:-

صوم رمضان فرض علی کل مسلم ومسلمة مکلف ومکلفة ای بالغ وبالغة الا المجنون والحائضة والمریض والصبیان والشیخ الفانی والمرضعة۔	رمضان کا روزہ ہر مسلمان مرد اور عورت پر جو بالغ اور بالغہ ہو فرض ہے۔ البتہ پاگل اور حائضہ عورت اور مریض اور بچوں اور ناطاقت بوڑھے پر اور دودھ پلانے والی پر۔

البتہ مجنون جب اچھا ہو جائے اور حائضہ جب حیض سے پاک ہو جائے اور دودھ پلانے والی جب دودھ پلا چکے اور مریض جب صحتیاب ہو کر روزے کی طاقت پیدا کرے اور بچے جب بالغ ہو جائیں۔ تو سب روزے رکھیں گے۔ لیکن شیخ فانی وہ بوڑھا جس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہ رہی اور امید بھی نہیں رہی کہ کس وقت اس میں طاقت آ سکتی ہے۔ تو اس پر روزہ فرض نہیں ہے۔ البتہ فدیہ ادا کرنا رہے گا۔ بقیہ مسائل آئندہ اوراق میں آپ تفصیل سے پڑھیں گے۔

بچوں کو روزوں کی عادت

بچے روزوں کے اتنے شوقین ہوتے ہیں کہ سخت سے سخت گرمی میں نو دس سال کے بچے روزے رکھ لیتے ہیں ہمارے سامنے اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اس لئے بالغ ہونے سے پہلے ہی بچوں کو نماز کی طرح روزوں کی عادت ڈلوانی چاہیئے۔ انہیں نماز کی طرح سات سال سے روزہ رکھنے کی نصیحت کرنی چاہیئے۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں۔ تو اب بھی اگر روزہ نہ رکھیں۔ تو نماز کی طرح تنبیہ کی جائی مصلحت سے خالی نہیں۔ کیونکہ مقصد احساس دلانا ہے۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ تمام مہینے کے روزے رکھوائے جائیں۔ مقصد ابھی سے روزے رکھنے کی عادت پیدا کرنا اور اس اہم فریضے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

روزہ تاریخ کی روشنی میں

علامہ عثمانی فتح الملہم شرح مسلم

میں لکھتے ہیں:-

ونزلت فریضۃ رمضان فی شعبان من السنۃ الثانیۃ من الہجرۃ فصام رسول اللہ تسع رمضانات (فتح الملہم کتاب الصوم جلد ۳)

اور رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم ہجرت کے بعد دوسرے سال شعبان میں نازل ہوا۔ بایں حساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو رمضانوں کے روزے رکھے۔

مشکوٰۃ کے شارح صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں:-

"پھر ہوئی فرضیت رمضان کی دس روز بعد تحویل قبلہ کے شعبان کے مہینے میں کہ اٹھارہواں مہینہ تھا ہجرت سے۔"
(کتاب الصوم صفحہ ۱۸۱ جلد دوم)

لفظ رمضان کی تحقیق

اگرچہ رمضان کے متعلق ہم پہلے ابتدائی اوراق میں کچھ لکھ چکے ہیں۔ تاہم یہاں لفظ صوم کی لغوی اور شرعی تحقیق کے ساتھ رمضان کے لفظ کی لغوی تحقیق بھی قدرے بیان کرنا مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں۔

مواہب اور شرح مواہب میں ہے:-

اعلم ان لفظ رمضان مشتق من الرمض بفتح المیم قال فی المصباح یقال رمض یومنا یرمض

واضح رہے کہ لفظ رمضان رمض سے نکلا ہے جو میم کے زبر سے ہے۔ مصباح میں کہا ہے کہ رمض یومنا یرمض رمضا باب

Marfat.com

رمضا من تعب وهو شدة الحر	تعب سے بولا جاتا ہے جس کے معنی
لات العرب لما ارادوان یضعوا	شدت حرارت کے ہیں۔ کیونکہ اہل عرب
اسماء الشھور، وافق الشھر	نے جب مہینوں کے نام رکھنے کا ارادہ کیا
المذکور شدید الحر فسموہ	تو مذکورہ ماہ رمضان سخت گرمی میں واقع
بذالک لموافقۃ الوضع الازمنۃ	ہوا۔ اسی وجہ سے اس کا نام موسموں کی
فقالوا رمضان ثم کثر حتی	وضع کی موافقت سے رمضان رکھ دیا پھر
استعملوھا فی الاھلۃ وان لم	کثرت استعمال کی وجہ سے ان کا مہینوں کے
توافق ذالک الزمن کما سمی	لئے استعمال ہونے لگا خواہ پھر ان موسموں کے
الربیعان لموافقتھما زمن	موافق ہوں یا نہ ہوں جس طرح ربیع الاول اور
الربیع وذالک حین اربعت	ربیع الآخر موسم بہار میں واقع ہونے کی وجہ سے اس وقت
الارض۔	یہ نام دیئے گئے جبکہ زمین بہار لارہی تھی۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ عربوں نے جب مہینوں کے نام رکھے تو موسموں کے اعتبار سے رمضان کا مہینہ سخت گرمی میں آیا اور چونکہ رمض کے معنی گرمی کی شدت کے ہیں۔ لہٰذا شدت حرارت کے باعث اس کو رمضان کا نام دے دیا گیا ہے۔ بعد ازاں خواہ رمضان جاڑوں میں ہی کیوں نہ آئے لیکن اب یہ مہینے کے نام سے موسوم ہو گیا۔ جس طرح ربیع الاول اور ربیع الآخر کے نام بہار میں آنے کے باعث ربیع رکھے گئے کہ ربیع کے معنی بہار کے ہیں کہ اس وقت نام رکھتے وقت یہ مہینے بہار میں واقع ہوتے تھے۔ بعد ازاں وہ مہینوں کے معنی میں استعمال ہوئے خواہ وہ مہینے خزاں کے موسم ہی میں کیوں

Marfat.com

نہ واقع ہوں۔

رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے

یہ بات بھی معلومات کے سلسلے کی ایک معمولی سی کڑی بن سکتی ہے کہ بعض علما کے مطابق رمضان، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ لہٰذا صرف رمضان کا تنہا لفظ استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ ماہ رمضان یا شہر رمضان (رمضان کا مہینہ) کہنا چاہیے جس طرح عبدالرحمٰن میں رحمٰن اللہ کا صفاتی نام ہے لہٰذا کسی شخص کو جس کا نام عبدالرحمٰن ہو صرف رحمٰن کہنا درست نہیں۔ یہ نظریہ ایک ضعیف اور کمزور حدیث کی بنا پر قائم کیا گیا جس کو ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے۔

عن ابی ھریرۃ لا تقولوا رمضان فان رمضان اسم من اسماء اللہ ولکن قولوا شہر رمضان۔	ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رمضان مت کہو کہ رمضان اللہ کے ناموں میں سے ہے لیکن شہر رمضان (ماہ رمضان) کہا کرو

بہر حال امام مالک کے اصحاب سے مطلقاً رمضان کہنے کی کراہت ثابت ہے۔ وہ مذکورہ حدیث کے مطابق کہتے ہیں کہ ماہ رمضان کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں لیکن عام جمہور علما صرف لفظ رمضان بغیر ماہ یا شہر کے الفاظ بھی بلا کراہت جائز قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:۔

وعامۃ المشائخ علی انہ لا یکرہ لمجیئہ فی الاحادیث الصحیحۃ کقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من	اور عام مشائخ علما اس پر قائم ہیں کہ صرف لفظ رمضان بولنا مکروہ نہیں کیونکہ صحیح احادیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

Marfat.com

صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ وعمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ ولم یثبت فی المشاهیر کونہ من اسماء اللہ تعالی ولئن ثبت فهو من الاسماء المشترکۃ کالحکیم کذا فی الدرایۃ (شامی کتاب الصوم جلد ۲)	روایت ہے من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ وعمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ ۔ اور مشاہیر سے رمضان کا اللہ کے ناموں میں سے ہونا ثابت نہیں ۔ اور اگر ثابت بھی ہو تو وہ حکیم کے اسم کی طرح مشترک ناموں میں ہے جیسا کہ درایہ (فقہ کی کتاب) میں ہے ۔

بہر حال لفظ رمضان کا اللہ کے ناموں میں سے ہونا ثابت نہیں ۔ اور ابو ہریرہؓ والی حدیث ضعیف ہے ۔ اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود رمضان کا تنہا لفظ بغیر شہر رمضان استعمال فرمایا ہے ۔ اکثر شافعی المذہب علما کا قول یہ ہے کہ اگر رمضان کے استعمال میں کوئی قرینہ ایسا ہو جس سے مہینہ مراد ہو تو صرف رمضان کے لفظ کا استعمال مکروہ نہیں اور اگر کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر مکروہ ہے

ملا علی قاری کا قول ہے کہ اگر یہ صحیح طور پر ثابت ہو جائے کہ رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے تو پھر رمضان کے معنی غافر کے ہیں کہ وہ گناہوں کو مٹا دیتا اور دور کر دیتا ہے ۔ مگر اس پر بھی اک گونہ شبہ ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے رمضان، مہینے کا نام رکھا گیا ہے بہر حال رمضان کو اللہ کے ناموں میں سے قرار دینا غیر یقینی ہے ۔

Marfat.com

روزے کی قسمیں

فرض روزے ٭ واجب روزے ٭ سنت، نفل اور مندوب روزے جو سب نفل کہلاتے ہیں ٭ کفارے کے روزے ٭ نفل روزوں کے فضائل ٭

دنیا کے معاملات اور عبادات مناظر اور کیفیات میں رنگ برنگی اور تقسیم کچھ فطرت کے اصول کے خصوصی تقاضوں کا نتیجہ ہے۔ جس طرح نماز مختلف اقسام فرض، واجب، سنت اور نفل میں منقسم ہے۔ اسی طرح روزے کی بھی فرض، واجب، سنت، نفل، مستحب اور مندوب مختلف قسمیں ہیں اور سنت، نفل، مستحب اور مندوب کی ساری قسموں پر نفل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ گویا کہ مختصر طور پر اصطلاح فقہ میں روزے کی تین قسمیں طے شدہ ہیں جو حسب ذیل ہیں :۔

فرض[۱]۔ واجب[۲]۔ نفل[۳]۔ سنت روزے بھی نفل میں شامل ہیں۔

پھر فرض روزہ بھی یا فرض عین ہے جو ہر عاقل، بالغ، تندرست مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اس قسم کے روزے رمضان المبارک کے روزے ہیں جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر اپنی شرائط کے ساتھ فرض عین ہیں۔ اور

Marfat.com

یا وہ روزے ہیں جو فرض عین نہیں بلکہ ان ہی پر فرض ہوتے ہیں جن پر روزوں کا قانون حادی ہے۔ واضح رہے کہ اصطلاح فقہ میں فرض کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل فرض عین اور دوسرے فرض کفایہ۔

فرض عین ایک ایسا فرض ہوتا ہے جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر اپنی شرطوں کے ساتھ فرض ہوتا ہے اور ہر ایک فرد کو اس کا ادا کرنا ضروری ہے لیکن فرض کفایہ، یہ ایک ایسا فرض ہے جو چند مسلمانوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے اور باقی قوم کی طرف سے بھی چند آدمیوں کی نمائندگی کفایہ کر جاتی ہے۔ فرض عین کی مثال میں پنجگانہ نماز اور رمضان کے روزے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور فرض کفایہ کی مثال نماز جنازہ ہے جو چند آدمیو کے ادا کرنے سے باقی تمام شہر کے لوگوں کی طرف سے یہ فریضہ ادا ہو جاتا لیکن اگر کسی شہر میں کوئی شخص بھی نماز جنازہ نہ پڑھے تو تمام شہر کے مسلم گنہگار ہوں گے۔ اس کے برعکس پنجگانہ نماز کی ادائگی اور رمضان کے روزے ہر ہر مسلمان بالغ مرد اور عورت کے ادا کرنے سے ادا ہوں گے۔

فرض روزے

رمضان شریف کے روزے فرض ہیں ان کی فرضیت قرآن کریم، حدیث، اجماع اور عقل سب سے ثابت ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:-

۱۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

۲۔ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

حدیث سے رمضان کے روزوں کی فرضیت کے ثبوت میں آنحضور صلی اللہ

Marfat.com

کے مبارک خطبے کے وہ اجزا پیش کرنا چاہئیں جو حضور نے حجۃ الوداع میں ارشاد فرمائے :-

اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَ صَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَصُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَحُجُّوْا بَیْتَ رَبِّکُمْ وَاَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ طَیِّبَۃً بِھَا اَنْفُسُکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ	اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو اور پانچ وقت کی نماز پڑھو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ بطیب نفس ادا کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

اجماع امت سے بھی روزوں کی فرضیت طے شدہ ہے۔ اجماع امت سے مراد یہ ہے کہ تمام علمائے امت کے متفقہ فیصلے کے مطابق رمضان کے روزے فرض ہیں اور جو ان کی فرضیت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔

قضا روزے بھی فرض ہیں

رمضان المبارک کے جو روزے کسی شرعی عذر کی وجہ سے حائضہ، حاملہ، مرضعہ (دودھ پلانے والی) بیمار، مسافر وغیرہ وغیرہ۔ مرد اور عورتیں نہ رکھ سکیں تو عذر گزر جانے پر رمضان کے بعد چھوٹے ہوئے روزوں کا قضا کرنا بھی فرض ہے اور یہ روزے بھی فرض کی فہرست میں شامل ہیں۔

کفارے کے فرض روزے

کفارہ کے معنی کسی کوتاہی کو پورا کرنے اور کسی گناہ کی پاداش اور خطا کی مکافات کرنے کے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث میں بعض خصوصی کوتاہیوں اور گناہوں کی مکافات میں کچھ روزے رکھوائے گئے ہیں جن سے ان غلطیوں

Marfat.com

کی مکافات ہو جاتی ہے۔ ایسے روزے کفارے کے روزے کہلاتے ہیں۔ یہ روزے بھی فرض ہی ہیں کہ قرآن کریم سے ثابت ہیں لیکن ان پر ہی فرض ہوتے ہیں جن سے وہ قصور سرزد ہوتے ہیں جن پر روزوں کا کفارہ قائم کیا گیا ہے۔ مثلاً قسم کھانے اور اس کو توڑ دینے کے متعلق قرآن کریم میں ہے۔

کفارۂ قسم کے روزے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ
فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَا
خِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ
الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ
عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ
مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ
اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ
فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ
كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ
وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ۝

(پارہ ۷ سورہ مائدہ رکوع ۱۲)

اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری لغو (بیہودہ) قسموں پر نہیں پکڑتا ولیکن تم سے مواخذہ کرتا ہے ان قسموں پر جو تم نے مضبوط باندھیں سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا دینا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا دس محتاجوں کو کپڑا پہنانا یا ایک گردن (یعنی غلام) کو آزاد کرنا۔ لیکن اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جو تم قسم کھا بیٹھو۔ اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے احکام بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔

واضح رہے کہ قسم کی تین قسمیں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔ ایک تو یمین لغو ہے یہ ایسی قسم ہے جو محض عادت اور عرف کے موافق

بے ساختہ اور بغیر ارادہ نکل جائے اور دل میں قسم کا ارادہ نہ ہو جیسا کہ بعض لوگوں کا قسم تکیہ کلام ہی بن جاتی ہے۔ تو ایسی قسم کو لغو، بیہودہ قسم کہا جاتا ہے اس پر نہ گناہ ہے اور نہ کفارہ ہے۔

(۲) یمین منعقدہ:۔ دوسری قسم یمین منعقدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان قصداً قسم کے الفاظ بخدا، یا واللہ باللہ، خدا کی قسم وغیرہ کہتا ہے اور اس سے تاکید مقصود ہو چاہے قسم کا ارادہ بھی نہ ہو تو اس پر کفارہ لازم آئے گا۔ یعنی جو شخص جان بوجھ کر قسم کھائے اور دل بھی زبان کی موافقت کرے۔ ایسی قسم کو یمین منعقدہ (مضبوط قسم) کہتے ہیں اور اس کے توڑنے کی سزا یہ ہے کہ:۔

۱۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ یا غلّہ دے دینا یا اس کی قیمت دے دینا۔
کھانا اوسط درجے کا جو گھر میں عموماً کھایا جاتا ہے۔

۲۔ یا دس محتاجوں کو کپڑا پہنانا جس میں بدن کا اکثر حصّہ چھپ جائے۔
مثلاً کرتا پاجامہ یا چادر اور تہبند۔

۳۔ یا غلام آزاد کرنا۔ خواہ مسلمان غلام ہو یا کافر کیونکہ قرآن کریم میں اس کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی۔

۴۔ لیکن اگر ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو پھر آخری کفارہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے۔

قتل مسلم میں روزوں کا کفارہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غلطی اور بھول چوک سے

Marfat.com

قتل کردے مثلاً یہ سمجھا کہ یہ شیر ہے اور شیر سمجھ کر شکار کیا اور اتفاق سے وہ مسلمان نکلا یا کوئی مسلمان کفار میں رہتا ہو اور مجاہدین اسے کافر سمجھ کر غلطی سے قتل کر ڈالیں تو ایسے قتل کو قتل خطا کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ایسے قتل خطا کے احکام یہ ہیں :-

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا	اور مسلمان کا یہ کام نہیں کہ کسی مسلمان کو
اِلَّا خَطَاً ج وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا	قتل کرے مگر غلطی سے اور جو مسلمان کو
خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ	غلطی سے قتل کر دے تو ایک غلام کو
وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ	آزاد کرنا اور مقتول کے ورثہ کو خون بہا
اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ط فَاِنْ كَانَ	دینا مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر
مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ	اگر مقتول ایسی قوم میں سے تھا کہ وہ
فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ط وَاِنْ	تمہارے دشمن ہیں اور وہ مقتول
كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ	مسلمان تھا تو ایک مسلمان غلام کا
مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى	آزاد کرنا ہے۔ اور اگر مقتول ایسی قوم
اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ج	میں سے تھا کہ تم میں اور ان میں عہد ہے
فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ	تو مقتول کے ورثہ کو خون بہا ادا کرے اور
مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ط	ایک مسلمان غلام کو آزاد کرے لیکن اگر کسی
وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَ	کو میسر نہ ہو تو دو مہینے کے متواتر (بلا ناغہ)
مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا	روزے رکھے اللہ سے توبہ کے لئے اور
فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا	اللہ علیم و حکیم ہے اور جو کوئی کسی مسلمان کو

وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَ
أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ۝
(پارہ ۵ النساء رکوع ۱۳)

جان کر قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے ایسی میں پڑا رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کی لعنت اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے

اس آیت میں غلطی سے قتل کرنے کے دو حکم بتائے گئے ہیں۔

۱۔ ایک مسلمان غلام کا آزاد کرنا اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو مسلسل اور لگاتار بلا ناغہ دو مہینے کے روزے رکھنا۔ یہ کفارے کے طور پر ہے۔

۲۔ دوسرے اس مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا۔ یہ وارثوں کا حق ہے۔ اور اگر وہ معاف کر دیں تو معاف ہو جائے گا۔ لیکن کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔ یہ تعزیر ہے جو خدائی آرڈیننس ہے اس کے متعلق تین صورتیں ہیں:۔

۱۔جس مسلمان کو غلطی سے قتل کیا ہے اس کے وارث یا مسلمان ہوں گے یا کافر۔ اگر کافر ہیں تو ان سے مسلمانوں کی مصالحت ہے یا دشمنی۔ پہلی دو صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا پڑے گا۔ تیسری صورت میں جبکہ دشمنی ہو تو خون بہا لازم نہ ہو گا اور کفارہ سب صورتوں میں ادا کرنا پڑے گا کہ یہ خدائی سزا ہے۔

خون بہے کی رقم واضح رہے کہ خون بہے کی رقم حنفیوں کے نزدیک تقریباً دو ہزار سات سو چالیس روپیہ ہوتی ہے۔

لیکن اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو قصداً بلا شرعی حکم کے قتل کرے تو وہ جہنمی ہے اللہ کا اس پر غضب اور لعنت ہے۔ اور اس کا معاملہ

Marfat.com

اللہ کے سپرد ہے۔ وہ چاہے اس کے ساتھ کافر کا سا معاملہ کرے اور چاہے کبھی چھوڑ دے لیکن قتل عمد کفر کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

ہمارا مقصد تو مذکورہ بالا آیات میں صرف روزوں سے ہے۔ یعنی اگر کوئی مسلمان قاتل کسی مسلمان مقتول کے کفارے میں یہ طاقت نہ رکھتا ہو کہ وہ غلام کو آزاد کر سکے تو پھر دو مہینے مسلسل کفارے میں گناہ بخشوانے کے لئے روزے رکھنے پڑیں گے۔

حالت احرام میں بصورت زخم سر یا درد سر، سر منڈوانے کا کفارہ تین روزے

کفارے میں تین روزے رکھنے کی ایک اور صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص نے حج یا عمرہ شروع کیا یعنی اس کا احرام باندھا تو اس کا پورا کرنا لازم ہو گیا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ درمیان میں احرام کھول ڈالے اور حج و عمرہ چھوڑ بیٹھے۔ یا احرام کی حالت میں جن امور کی اجازت نہیں مثلاً بال منڈوانے یا کتروانے وغیرہ کا ارتکاب کرنا۔ لیکن اگر کوئی شخص احرام باندھے ہوئے ہے اور اس کے سر میں زخم ہے یا ایسا درد ہے کہ سر منڈوانے کے بغیر چارہ نہیں تو ایسی صورت میں بحالت احرام اس کو حجامت کرانے کی اجازت ہے مگر اس کا کفارہ دینا پڑے گا جو تین روزے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلانا ہے یا ایک دنبہ یا بکری کی قربانی کرنا یہ دم جنایت ہے کہ بحالت احرام بضرورت لاچار ہو کر ایسا کام کرنا پڑا جو احرام کے مخالف ہے۔ قرآن کریم میں حج و عمرے کے احرام باندھنے کے بعد کسی وجہ سے

Marfat.com

حرم میں پہنچنے سے پہلے عازم حج کو روک دیا گیا اور وہاں نہ پہنچ سکا تو اس کے احکام بیان کرنے کے بعد حالت احرام میں زخم یا کسی اور تکلیف سے حجامت کرا لینے والے کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ
(پارہ ۲ البقرہ رکوع ۲۴)

جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں یا صدقہ دینا یا قربانی کرنا۔

حج کی قربانی میسر نہ آنے کی صورت میں دس دن کے روزوں کا کفارہ

اگر کسی شخص نے حج کی نیت سے احرام باندھا تو ظاہر ہے کہ اس کو قربانی بھی دینی پڑتی ہے لیکن اگر کسی وجہ سے اسے قربانی میسر نہ ہوئی تو اس کو چاہئے کہ حج کے ایام میں تین روزے رکھے جو ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے دن ختم ہوتے ہیں یعنی ۷-۸-۹ ذی الحجہ کو رکھ لے اور جب حج ختم ہو جائے تو حج سے فراغت کے بعد سات روزے رکھے۔

قرآن کریم میں اس حکم کو ان الفاظ سے بیان فرمایا گیا ہے :۔

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ

جو شخص حج کے ساتھ عمرہ ملا کر فائدہ اٹھائے تو اس پر قربانی ہے جو میسر آئے پس اگر قربانی نہ ملے تو تین دن کے روزے ایام حج میں رکھنا ہیں

Marfat.com

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ط ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
(سیقول۔ بقرہ رکوع ۲۴)

اور سات حج سے واپسی پر۔ یہ پورے دس روزے ہوئے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے حرم کعبہ (میقات احرام) سے باہر رہتے ہوں۔

لیکن اگر حاجی حرم کعبہ اور میقات کے اندر رہنے والا ہو تو اس پر صرف حج کا احرام باندھا ہوتا ہے۔ عمرہ نہیں ہوتا۔ جس کو افراد کہتے ہیں بہرحال مذکورہ بالا صورت میں قربانی میسر نہ ہونے کی صورت میں دس دن کے روزوں کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

کفارۂ ظہار کے روزے

حنفیہ کے نزدیک ظہار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن وغیرہ کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف اس کو دیکھنا منع ہو مثلاً یوں کہے اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ اور اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ اپنے آپ پر اپنی بیوی سے صحبت کرنے کو حرام قرار دے رہا ہے تو یہ ظہار کہلاتا ہے۔ لیکن ایسا کہنے سے بیوی واقعی ماں یا بہن کی طرح ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہو جاتی جیسا کہ ایام جاہلیت میں کفار کا عقیدہ تھا۔ البتہ چونکہ اس نے ایک سخت بات کہی ہے اس لئے بیوی کے پاس جانے سے پہلے اس کو کفارہ دینا ہوگا۔

قرآن کریم میں حسب ذیل آیات پر غور کیجئے:۔

Marfat.com

وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ؕ	اور جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کر بیٹھیں پھر کرنا چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے تو آزاد کرنا ہے ایک غلام کا ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے۔ اس سے تم کو نصیحت ہو گی اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو خبردار ہے۔ پس اگر نہ میسر ہو تو لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں اس سے پہلے کہ آپس میں چھوئیں۔ پھر جو کوئی طاقت نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

مذکورہ آیت میں ظہار کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، اگر غلام نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا پڑے گا۔ ہمارا مقصد صرف روزوں سے ہے جو دو ماہ کے کفارے کے طور پر اس صورت میں رکھنے پڑتے ہیں جبکہ غلام آزاد کرانے کی طاقت نہ ہو۔

روزۂ رمضان بغیر عذر توڑنے کا کفارہ

قرآن کریم میں جہاں تک کفارے کے روزوں کا ذکر ہے وہ یہی چند مقامات ہیں جن میں روزے کفارے کے طور پر فرض ہیں۔ لیکن حدیث میں جس کفارے کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر شرعی کے روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کے کفارے میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی بھی ایک صورت ہے حسب ذیل حدیث مسلم نے روایت کی ہے:۔

Marfat.com

عن حمید بن عبد الرحمٰن ان اباھریرۃ حدثه ان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم امر رجلا افطر فی رمضان ان یعتق رقبة او یصوم شھرین او یطعم ستین مسکینا۔ (مسلم کتاب الصوم)	حمید بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے ان سے حدیث بیان کی کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

ان صحابی کا نام جنہوں نے قصداً روزہ توڑ دیا تھا مشکوٰۃ کے شارح صاحب مظاہر حق نے سلمہ بن صخر انصاری بیاضی تحریر کیا ہے۔ بہرحال معلوم ہوا کہ ایسے شخص کی سزا غلام آزاد کرنا ہے تاکہ جہنم سے اس کو آزادی مل سکے، اگر اس کی قدرت نہ ہو تو پھر دو ماہ کے روزے کو توڑ دینے کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس نے ایک روزہ توڑ کر پورا مہینہ تباہ کر دیا لہٰذا ایک ماہ کے مقابلہ میں دو ماہ کے روزے کفارے میں تجویز کئے گئے اور اگر دو ماہ روزہ رکھنے کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے کیونکہ دو مہینے میں ہر ایک روزے کے کفارے میں ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے حساب سے ساٹھ مساکین کا حساب بنتا ہے۔

۲۔ منت کے واجب روزے

مذکورہ بالا صفحات میں فرض روزوں کا ذکر تھا۔ فرض کے علاوہ روزے کی دوسری قسم واجب روزہ ہے۔ یہ منت کا روزہ ہے۔ مثلاً کسی شخص نے

Marfat.com

منت مانی کہ اگر میرا یہ کام ہو جائے تو میں دو دن کے روزے رکھوں گا۔ لہٰذا کام ہو جانے پر دو دن کے روزے رکھنے واجب ہیں۔ پھر منت کے روزوں کی دو شکلیں ہیں:۔

۱۔ ایک تو نذر مطلق کہ اس میں روزوں کی تاریخ اور دن کا تعین نہ ہو اور ۲۔ دوسرے نذر معین جس میں نذر ماننے والا تاریخیں اور دن مقرر کر دے کہ فلاں فلاں تاریخوں اور دنوں کا روزہ رکھوں گا۔ لہٰذا ان مقررہ دنوں میں ہی روزہ رکھنا پڑے گا۔ واجب روزے کا منکر کافر تو نہیں ہوتا لیکن فاسق اور گنہگار رہتا ہے۔ جب تک وہ روزہ نہ رکھے گا اس سے گناہ دور نہ ہو گا۔

نذر کے روزوں کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔

ولو قال للّٰہ علیّ ان اصوم یومین او ثلثۃ او عشرۃ لزمہ ذالک و یعین وقتا یؤدی فیہ فان شاء فرق وان شاء تابع الا ان ینوی التتابع عند النذر فحینئذ یلزمہ متتابعا فان نوی فیہ التتابع وافطر یوما فیہ او حاضت المرأۃ فی مدۃ الصوم استانف واستانفت (عالمگیری ص ۱۲۲ ج ۱)

اگر کسی نے کہا کہ اللہ کے لئے میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ میں دو دن یا تین یا دس دن کے روزے رکھوں گا تو اس پر لازم ہو جائیں گے اور جو وقت چاہے مقرر کرے کہ اس میں منت ادا کرے۔ چاہے متفرق روزے ناغہ کر کے رکھ لے اور چاہے لگاتار مگر یہ کہ منت کے وقت مسلسل روزے رکھنے کی نیت کرے تو اس وقت اس کو مسلسل بلاناغہ رکھنے ضروری ہیں۔ پس اگر اس منت میں مسلسل رکھنے کی نیت کی تھی اور ایک دن ناغہ کر دیا یا عورت کو روزے کے دنوں میں حیض آنے لگا تو مرد اور عورت از سر نو روزے رکھیں۔

Marfat.com

واضح رہے کہ منت ماننے والا جس طرح کی نیت کرے گا اسی طور اور طرز پر منت ادا کرنا لازم ہے۔ البتہ ناجائز بات کی منت کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اگر یہ منت مانی کہ اگر میں امتحان میں پاس ہو جاؤں تو اللہ کے لئے ناچ کراؤں گا۔ اس قسم کی منت ماننے سے لازم نہیں ہوتی بلکہ اس پر عمل کرنے سے گناہگار ہوگا۔ کیونکہ نذر ایک قسم کی قسم ہوتی ہے اس لئے کفارہ لازم آئے گا۔ بلکہ ایسی نذر میں کفر کا ارتکاب ہوگا کہ اس نے رب العزت کی توہین کر دی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔

وان نذر بما هو معصية	اگر کسی شخص نے ایسی بات کی نذر کی
لایصح فان فعله یلزمه	کہ اس میں گناہ ہے تو صحیح نہیں۔ اگر
الكفارة۔	ایسی منت مانے گا تو کفارہ لازم آئے گا۔
(فتاویٰ عالمگیری ص۲۰۴ جلد۳)	(یعنی قسم توڑنے کا جو پہلے گزرا)

واضح رہے کہ منت کے مسائل تفصیل سے فقہ کی کتابوں میں درج ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

نفل روزہ توڑنے سے واجب ہو جاتا ہے

واجب روزے کی دوسری صورت منت کے روزوں کے علاوہ یہ ہے کہ کسی شخص نے نفل روزہ رکھ کر توڑ دیا تو اب یہ نفل روزہ واجب بن گیا۔ اور اس کی قضا واجب ہے۔ ورنہ گناہگار ہوگا۔ حدیث میں ہے:۔

عن الزهری عن عروة عن	زہری سے، انہوں نے عروہ سے اور

عائشہ قالت کنت انا حفصۃ صائمتین نعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ فقالت حفصۃ یا رسول اللہ انا کنا صائمتین نعرض لنا طعام اشتھیناہ فاکلنا منہ قال اقضیا یوما اٰخر مکانہ

(مشکوٰۃ کتاب الصوم)

عروہ نے عائشہؓ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں اور حفصہ دونوں روزے سے تھیں۔ ہمارے سامنے کھانا لایا گیا کہ ہمیں اس کی خواہش پیدا ہوئی ہم نے اس میں سے کھالیا۔ حفصہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ اور ہم دونوں روزے سے تھیں کہ ہمارے سامنے کھانا لایا گیا کہ ہم نے اس کی خواہش کی ہم نے اس میں سے کھالیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اس روزے کی جگہ کسی اور دن کی قضا کرو۔

۳۔ نفل روزے اور ان کے فضائل

رمضان، کفارے اور واجب روزوں کے علاوہ نفل روزے کا مفہوم باقی تمام روزوں کو شامل ہے۔ مسنون، مندوب اور صیام نوافل سب کو ہی صیام تطوع (نفلی روزے) کہا جاتا ہے۔ نفل روزے مسلمان کی مزید قوت ایمانی کے نتیجے کے سبب وجود میں آتے ہیں۔ خدائے کریم کی طرف سے بندوں پر فرض نہیں ہوتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ مومن کی آزمائش اگرچہ فرائض کی ادائگی میں بھی ہوئی ہے لیکن صحیح معنی میں فرائض سے گذر کر جب رضائے ربی کے لئے رضا کارانہ روزے رکھتا ہے تو یہ رب کریم کی خوشنودی کا مزید باعث ہوتے ہیں۔

فرائض اور نوافل میں نہایت ہی حسین اور خوبصورت فرق یہی ہے

Marfat.com

کہ فرائض بارگاہ رب العزت کی طرف سے بندے پر عائد کئے جاتے ہیں اور نوافلی بندوں کی اپنی محبت کے تقاضوں کا ثمرہ ہوتا ہے۔ ہم نے گذشتہ اوراق میں رمضان اور اس کے فرض روزوں کے فضائل تفصیل سے لکھے ہیں۔ یہاں کچھ اور نفل روزوں کی فضیلتوں کا ذکر نفل روزے رکھنے والے اور خالق اکبر کے لئے اپنی خواہشات نفس کو کچل دینے والوں کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ترمذی میں روایت ہے:۔

عن ابی امامة قال	ابوامامہ رضؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
من صام یوماً فی سبیل اللہ	جس شخص نے اللہ کی راہ میں روزہ رکھا
جعل اللہ بینه وبین النار	تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان
خندقاً کما بین السماء والارض	ایک اتنی بڑی خندق حائل کر دے گا جتنا کہ
(رواہ الترمذی)	آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔

علمائے محدثین نے فی سبیل اللہ سے جہاد، حج یا جو بھی اللہ کی رضامندی کی راہ ہو مراد لی ہے اور ایسی صورت میں بندۂ مومن جب روزے سے ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے نفل روزہ دار اور جہنم کے درمیان بے حد طویل فاصلہ قائم کر دے گا یعنی ایسا روزہ دار جہنم سے بہت دور رہے گا اور وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ ہاں کبیرہ گناہوں سے بچنے کی شرط خود بخود قائم ہے یعنی فرائض و حقوق سے عہدہ برا ہونے کے بعد یہ مقام روزہ دار کو حاصل ہونا ذہنوں میں متعین اور معلوم (Understood) ہے۔

Marfat.com

ایک اور حدیث میں جس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں درج کیا ہے یہ ہے :-

عن ابی هریرة قال قال رسول	ابوہریرہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ
الله صلی الله علیه وسلم من	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس
صام یوماً ابتغاء وجه الله	شخص نے اللہ کی رضامندی چاہنے کے لئے
لجعّده الله من جهنم کبعد	کسی دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے
غراب طائر وهو فرخ حتی	اتنی دور رکھے گا جتنا کہ کوے کی اڑان کا فاصلہ
مات هرماً (مشکوٰة)	جب وہ بچہ ہو یہاں تک بوڑھا ہو کر مرے۔

صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں کہ "کہا گیا ہے کہ کوے کی عمر ہزار برس کی ہوتی ہے" لہذا اگر کوّا ایک ہزار برس تک اڑتا رہے تو بے حد فاصلہ کر چکے گا۔ اس حدیث کا بھی مقصد وہی ہے کہ ایسا شخص جہنّم سے بے حد دُور رہے گا۔ البتہ جس انداز بیان سے فاصلے کی دوری کا اندازہ پیش کیا گیا ہے وہ قابل داد ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے :-

عن ام عمارة بنت کعب ان	ام عمارہ بنت کعب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
النبی صلی الله علیه وسلم	علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے انہوں نے
دخل علیها فدعت له بطعام	حضرتؐ کے لئے کھانا منگوایا حضورؐ نے ان سے
فقال لها کلی فقالت انی صائمة	فرمایا تم بھی کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں روزے سے
فقال النبی صلی الله علیه وسلم	ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار
ان الصائم اذا اُکل عنده صلت	جس وقت اس کے پاس کچھ کھایا جاتا ہے تو

Marfat.com

علیه الملائكة حتى يفرغوا (رواه احمد والترمذی و ابن ماجه والدارمی)

فرشتے اس پر رحمت بھیجتے ہیں یہاں تک کہ کھانے والے فارغ ہو جائیں۔ (اس کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور دارمی نے روایت کیا ہے)

حدیث سے صاف واضح ہے کہ ام عمارہ کا روزہ نفلی تھا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہ ہے کہ اگر روزہ دار کسی غیر روزہ دار کی کھانے سے تواضع کرے اور خود کھانے کی طرف رغبت کے باوجود صبر سے کام لے تو اس پر اس صبر کی وجہ سے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔

اسی قسم کی پیاری حدیث امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔

عن بریدة قال دخل بلال على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يتغدى فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغداء يا بلال قال انى صائم يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ناكل رزقنا وفضل رزق بلال فى الجنة أشعرت يا بلال ان الصائم تسبح عظامه ويستغفر له الملائكة ما اكل عنده (رواه البيهقى فى شعب الايمان)

بریدہ رضؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے کہ حضورؐ ناشتہ فرما رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کر لو۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ میں روزے سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم اپنا رزق کھاتے ہیں اور بلال کا بہتر رزق جنت میں ہے، اے بلال کیا تمہیں معلوم ہے کہ روزہ دار اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اور فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہیں جب تک کہ اس کے پاس کھایا جائے (یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے)

Marfat.com

حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت بلال کا نفلی روزہ تھا اور اسی موقع پر حضور نے یہ بیان فرمایا۔ اس حدیث میں جو معرفت و عشق کی جھلک نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ نفلی روزہ دار کے پاس بیٹھ کر جو بے روزہ شخص کھانا کھاتا ہے اور اس پر روزہ دار صبر و سکون اور ضبط نفس کے ساتھ کھانے پر رغبت کے باوجود تحمل سے کام لیتا ہے اس پر روزہ دار کی ہڈیاں ذکر اللہ میں مصروف ہو جاتی ہیں اور فرشتے اس کے اس ضبط نفس پر اس کے گناہوں کے لئے کھانے کے ختم ہونے تک استغفار کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث روزوں کی فضیلت میں امام بیہقی سے منقول ہے کہ:۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے اور اس کا عمل مضاعف (دوگنا) ہے اور اس کی دعا مقبول اور اس کا گناہ بخشا گیا ہے۔" (مظاہر حق کتاب الصوم)

اور خطیب نے روایت کی ہے کہ:۔

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نفل روزہ رکھے کہ اس کا کسی کو بھی علم نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے ثواب کے سوا راضی نہیں ہوتا۔ (یعنی جنت میں داخل کرتا ہے)۔ (مظاہر حق)

اور طبرانی نے حسب ذیل حدیث روایت کی ہے کہ:۔

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک

Marfat.com

دستر خوان ہے کہ اس پر ایسی چیزیں ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سُنی ہیں اور نہ کسی کے دل میں ان کا خطرہ تک آیا ہے۔ اس دستر خوان پر صرف روزہ دار بیٹھیں گے۔ (مظاہر حق کتاب الصیام)

ہم نے اب تک رمضان کے فرض اور رمضان کے علاوہ نفل روزوں کے جو فضائل بیان کئے ہیں وہ ایسے ہیں جو عقل انسانی کو اپیل کرتے ہیں اور فطرت انسانی ان کے اجر و ثواب کا تقاضا کرتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح دنیا کی زندگی میں دنیاوی امور انجام دینے والے انسان اپنی خدمات کا صلہ چاہتے ہیں۔ رہا یہ مسئلہ کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح پڑھتی ہیں تو یہ بھی عقل کے خلاف نہیں۔ خود خدائے تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۝ کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔

روزوں کے مذکورہ فضائل و برکات کے بعد کون مسلمان ہو سکتا ہے کہ روزہ رکھنے سے غفلت اختیار کرے اور اتنی بلند و بالا عبادت سے محروم رہے۔

سنت و نفل روزوں کی تفصیل

ہمارے مضمون کی ترتیب یہ تھی کہ روزے کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان میں فرض[1] اور واجب[2] کے علاوہ نفلی[3] روزے بھی ہیں جن کا مفہوم مسنون، مستحب روزوں پر بھی حاوی اور شامل ہے اور جن کی تفصیل

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مبارک زندگی میں حسب ذیل ہے:

روزۂ عاشوراء ۱۰ محرم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کے روزوں کی فرضیت سے پہلے محرم کی دس تاریخ کا روزہ رکھا ہے۔ شیخ بدرالدین عینی نے کہا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے کونسا روزہ واجب ہوا اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ عاشورا ۱۰ محرم کا روزہ واجب ہوا اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ ہر مہینے کے تین روزے واجب تھے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ہر مہینے کے تین روزے رکھا کرتے تھے جیسا کہ بیہقی نے روایت کیا ہے بہرحال عاشورے کا روزہ اور ہر ماہ میں تین دن کے روزے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہیں لیکن رمضان کے روزوں کے بعد عاشورہ اور ہر ماہ کے تین دن کے روزوں کا واجب ہونا تو ختم ہوا تاہم نفلی طور پر آنحضور کبھی یہ روزے رکھا کرتے تھے۔ عاشورہ کے روزے کا آغاز اور سرچشمہ حسب ذیل حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحت میں اعلیٰ مقام رکھتی ہے:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم المدینۃ فوجد الیہود صیاما یوم عاشوراء فقال لہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ہذا الیوم الذی تصومونہ

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو عاشورا کا روزہ رکھتے پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو

Marfat.com

فقالوا ھذا یوم عظیم انجی اللہ فیہ موسیٰ و قومہ و غرق فرعون و قومہ فصامہ موسیٰ شکرا فنحن نصومہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنحن احق واولی بموسیٰ منکم فصامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصیامہ

(بخاری و مسلم)

انہوں نے کہا کہ یہ بڑا عظمت والا دن ہے کہ اللہ نے اس میں موسیٰ اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کر دیا اس لئے موسیٰ نے شکرانے میں اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم تمہاری بہ نسبت موسیٰ کا ساتھ دینے کے لئے زیادہ حقدار اور زیادہ مقدم ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم کر دیا

انبیاء علیہم السلام کا ایک مشن ہے جس میں وہ سب متحد ہیں اور وہ ہے خدا کے دین کی تبلیغ اور اس کو کامیاب بنانا لیکن جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ خدا اور تمام انبیاء کا دشمن ہے۔ لہذا اس سلسلے میں کسی نبی کا کسی دشمن خدا و دین کے مقابلے میں کامیاب ہونا تمام انبیاء کا کامیاب ہونا ہے۔ اسی لئے حضور کو جب یوم عاشورا کی حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے بھی خوشی کا مظاہرہ فرمایا اور اس دن روزہ رکھنے کا یہودیوں کی بہ نسبت کہ انہوں نے دین موسیٰ کو صحیح معنی میں چھوڑ دیا۔ اپنے آپ کو زیادہ حقدار تصور کیا اور خود صحابہ کو روزے کا حکم دیا۔ مگر ظاہر ہے کہ اگرچہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی تائید تو تھی تاہم مسلمانوں کی انفرادیت اور شان امتیازی کے پیش نظر یہودیوں کے ساتھ ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی تھی صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس دن کی تنظیم یہود و نصاریٰ

Marfat.com

کرتے ہیں اور ہم ان کے شعائر کے ساتھ اشتراک مناسب نہیں سمجھتے۔ اس پر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا تاکہ ایک گونہ امتیاز ہو جائے۔ مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال محرم سے پہلے ہی وصال فرما گئے اور روزہ نہ رکھ سکے۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ اگرچہ حضور روزہ نہ رکھ سکے لیکن آپ کا ارادہ ہو چکا تھا لہٰذا محض ارادے سے ہی سنت کا ثبوت مل گیا۔ حدیث میں ہے:-

عن ابن عباس قال حين صام	ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
یوم عاشوراء وامر بصیامه قالوا	عاشورا کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم
یا رسول اللہ انه یوم الیهود و	دیا تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ وہ دن
النصاری فقال رسول اللہ صلی	ہے جس کی یہود و نصاریٰ تعظیم کرتے ہیں تو
اللہ علیه وسلم لئن بقیت الی	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں
قابل لاصومن التاسع	سال آئندہ تک زندہ رہا تو البتہ نویں محرم کا
(رواہ مسلم)	بھی روزہ رکھوں گا۔

اس لئے عاشوراء کا تنہا روزہ رکھنا مکروہ ہے اس کے ساتھ ایک دن اور ملا لینا چاہئے۔ بہرحال عاشوراء کا روزہ اپنی جگہ سنت ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراقی الفلاح میں ہے:-

واما المسنون فهو صوم عاشوراء	سنت روزہ محرم کی دس تاریخ کا ہے کیونکہ
فانه یکفر سنة الماضیة مع	وہ گزشتہ ایک سال کے (صغیرہ) گناہوں کا

Marfat.com

صوم التاسع (مراقی الفلاح صفحہ ۳۵۰) — کفارہ کر دیتا ہے۔ ساتھ ہی نویں محرم کا روزہ بھی سنت ہے۔ (مراقی)

ایام بیض کے روزے — ایام بیض کے روزے ہر چاند کے ماہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخوں کے روزے ہوتے ہیں۔ یہ روزے سنت ہیں کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم یہ روزے رکھا کرتے تھے۔ حدیث شریف ہے

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اذا صمت من الشہر ثلاثۃ ایام فصم ثلاث عشرۃ واربع عشرۃ وخمس عشرۃ۔ (رواہ الترمذی والنسائی)	ابوذرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر اگر تو مہینے کے تین روزے رکھے تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھا کر (ترمذی۔ نسائی)

ایک اور حدیث میں ہے جس کو عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے:۔

وعن عبداللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ کل شہر ثلثۃ ایام وقلما کان یفطر یوم الجمعۃ (رواہ الترمذی والنسائی)	اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینے میں تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور جمعہ کے دن کا روزہ تنہا بہت کم چھوڑتے تھے۔ (ترمذی، نسائی)

یہی وہ تین دن کے روزے ہیں جو ابتداء میں بعض علماء کے قول کے مطابق واجب تھے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ایام بیض اور تین دن ہر ماہ کے روزے ایک ہی چیز ہیں۔ ایام بیض کو ایام بیض کہنے کی وجہ کے متعلق صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

سمیت بذالک لتکامل البیض وشدۃ البیاض (مراقی) | ایام بیض نام رکھنے کی وجہ چاند کی روشنی کے مکمل اور شدید ہونے کی وجہ سے ہے۔

یوم عرفہ کا روزہ یوم عرفہ سے ۹ ر ذوالحجہ کا دن مراد ہوتا ہے جو حج کا دن ہے عرفہ کے معنی معرفت اور پہچان کے ہیں تین روز تک مسلسل خوابوں کے بعد اس روز کے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کی پوری معرفت حاصل ہو گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں اور یہ کہ خواب کی حقیقت میں کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہا تھا اس لئے اس دن کو عرفہ کا دن کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس دن کے علاوہ اور کوئی عرفے کا دن نہیں ہے۔ عرفے کے دن کا روزہ رکھنا اس شخص کو جو حاجی نہ ہو سنت ہے۔ حاجی کے لئے سنت نہیں۔ اور اگر یکم ذی الحجہ سے ۹ ر ذی الحجہ تک روزے رکھے یعنی بقرعید سے پہلے نو دنوں کے تو اور بھی بہتر ہے۔ حدیث میں ہے:

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن صوم یوم عرفۃ بعرفۃ (رواہ ابو داؤد) | ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں عرفے کے دن کے روزے سے منع فرمایا۔

فقہا نے لکھا ہے کہ یہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں یعنی اس دن حاجی کو روزہ رکھنا حرام نہیں البتہ آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ وہ حج کا دن ہے ایسا نہ ہو کہ روزے کے باعث کمزوری کی وجہ سے افعال حج میں کوتاہی ہو البتہ پورے نو دن کے ابتدائی ذی الحجہ کے روزوں کے متعلق عالمگیری میں ہے:

Marfat.com

ویستحب صوم تسعۃ ایام من اول ذی الحجۃ (عالمگیری ج ۱ صفحہ ۱۳۱)

اور ذوالحجہ کے پہلے نو دن کے روزے رکھنا مستحب ہیں۔

حضرت ابوقتادہ کی ایک لمبی حدیث کا حسب ذیل حصہ ملاحظہ فرمائیے:۔

صیام یوم عرفۃ احتسب علی اللہ ان یکفر السنۃ التی قبلہ والسنۃ التی بعدہ (رواہ مسلم)

یوم عرفہ کے روزے اللہ کے لئے ایک سال پہلے اور ایک سال اس کے بعد کے (صغیرہ) گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

شوال کے چھ روزے

رمضان المبارک کے فرض روزوں کے بعد آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ماہ شوال کے آغاز میں چھ روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ روزے سنت ہیں۔ حدیث میں ہے:۔

عن ابی ایوب الانصاری انہ حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر (رواہ مسلم)

ابوایوب انصاری سے روایت ہے انہوں نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے رکھے اور اس کے ساتھ شوال کے (عید کو چھوڑ کر) چھ روزے رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ کے روزے رکھے۔

رمضان اور شوال کے چھ روزے سال کی برابر کس طرح

ہمیشہ روزے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس نے سال بھر کے روزے ادا کئے۔ اور ہر سال جب یہ عمل جاری رہے گا تو گویا وہ رمضان اور شوال کے چھ روزے رکھ کر سال بھر کے

Marfat.com

روزوں کی ادائگی کا حساب عقلی طور پر صاف سمجھ میں آتا ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اگر چاند کا مہینہ تیس دن کا لگایا جائے تو قمری سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور اس نظریہ کے ماتحت کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہوتا ہے رمضان کے تیس دن کے روزوں کا ثواب گویا تین سو دن کا ہوتا ہے کیونکہ تیس کو دس سے ضرب دینے میں حاصل ضرب تین سو (۳۰۰) ہوتا ہے۔ اور شوال کے چھ دنوں کو دس نیکیوں سے ضرب دینے میں حاصل ضرب ساٹھ (۶۰) ہوتا ہے اس لئے رمضان کے تیس اور شوال کے چھ روزوں کے ثواب کا مجموعہ تین سو ساٹھ ہو جاتا ہے اور یہی قمری سال کے پورے دن ہوتے ہیں۔

شعبان کے روزے

شعبان کے بعد چونکہ رمضان کا مہینہ آتا ہے۔ اس لئے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان کے مہینے میں اکثر ایام کے روزے رکھا کرتے تھے تاکہ رمضان المبارک کے آنے سے پہلے ہی عادت کو قائم کیا جائے۔ علاوہ ازیں شعبان میں روزے رکھ کر روزہ دار اپنے آپ کو روحانی طور پر پاک و صاف کر کے رمضان کے روزوں کو زیادہ خوش دلی، طہارت اور پاکیزگی سے ادا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم حتی نقول لا یفطر ویفطر حتی نقول لا یصوم وما رأیت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے [illegible] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] روزہ رکھتے حتی کہ ہم کہتے تھے اب [illegible] نہیں [illegible] گے اور [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استکمل صیام شہر قط الا رمضان وما رأیتہ فی شہر اکثر منہ صیاما فی شعبان وفی روایۃ قالت کان یصوم شعبان کلہ کان یصوم شعبان الا قلیلا (بخاری ومسلم)

افطار فرماتے حتیٰ کہ ہم کہتے کہ روزہ رکھیں گے ہی نہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا کہ آپ نے رمضان کے سوا کسی مہینے کے روزے پورے کئے ہوں، اور شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ عائشہؓ نے کہا کہ تمام شعبان کے روزے رکھتے تھے قلیل کے سوا تمام شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم شعبان کے ماہ میں اکثر ایام کے روزے رکھا کرتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شعبان کے ایام کے روزے رکھنا سنت ہے۔

روزۂ نصف شعبان یعنی ۱۵ شعبان

یوں تو شعبان کے ماہ میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اکثر روزے رکھتے تھے لیکن شعبان کی پندرھویں تاریخ کے لئے خصوصیت سے آپ نے روزہ رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اس لئے پندرہ شعبان کا روزہ رکھنا بھی سنت قرار پایا۔ حدیث میں ہے:-

عن علیؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ النصف

حضرت علیؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب نصف

Marfat.com

من شعبان فقوموا لیلہا و صوموا نہارھا فان اللہ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفرلہ الا من مسترزق فارزقہ الا من مبتلیٰ فاعافیہ الا کذا الا کذا حتی یطلع الفجر (رواہ ابن ماجہ والبیہقی)

شعبان (پندرھویں) کی رات ہو تو اس میں عبادت کرو اور اس دن کا روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات بعد غروب شمس کے نزدیک آسمان دنیا پر اترتے ہیں اور فرماتے ہیں ہاں کوئی بخشش چاہنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں، کوئی رزق کا طالب ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اس کو عافیت دوں، ہاں کوئی ایسا اور ایسا ہے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے (ابن ماجہ اور بیہقی)

ظاہر ہے کہ جس رات میں باری تعالیٰ آسمان اول پر نزول فرمائیں اور گناہگاروں، رزق کے طلبگاروں اور مصیبت کے ماروں کو کامیابی عطا فرمانا چاہیں تو اس رات کو عبادت اور دن کے روزے میں گزارنا خدائے کریم کی رحمتوں کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ بہرحال ۱۵ شعبان کا روزہ رکھنا بھی سنت ہے۔

پیر اور جمعرات کا روزہ سنت ہے

منجملہ اور دنوں کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پیر اور جمعرات کے دنوں کا بھی روزہ رکھا کرتے تھے ترمذی اور نسائی نے روایت کی ہے۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم الاثنین والخمیس (ترمذی و نسائی)

حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

Marfat.com

جمعرات اور پیر کا روزہ رکھنے کی وجہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیان فرمائی چنانچہ ترمذی کی حدیث میں ہے:-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس فاحب ان یعرض عملی وانا صائم

(رواہ الترمذی)

ابو ہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال پیر اور جمعرات کے روز (بارگاہ خداوندی میں) پیش کئے جاتے ہیں میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حالت میں پیش ہو کہ میں روزہ دار ہوں۔

پیر کے دن حضور کی ولادت ہوئی اور قرآن کریم کا نزول ہوا

پیر کے دن کے روزے کی خصوصیت کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس دن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور اسی دن آپ پر قرآن کریم اترنا شروع ہوا۔ چنانچہ آنحضور نے خود پیر کے دن کا روزہ رکھنے کی وجہ حسب ذیل حدیث میں بیان فرمائی ہے:-

عن ابی قتادۃ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنین فقال فیہ ولدت وفیہ انزل علی

(مسلم)

ابو قتادہ رضی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کا روزہ رکھنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل کیا گیا (مسلم)

حنفی فقہ کی مشہور کتاب مراقی الفلاح میں ہے:-

ومن هذا القسم (المندوب) صوم يوم الاثنين ويوم الخميس و (ص ۱۰۱) منه صوم ست من شهر شوال

اور (مندوب) روزے کی قسم میں سے پیر اور جمعرات کا روزہ اور شوال کے چھ روزے بھی ہیں۔

پیر، منگل، بدھ اور جمعرات کے روزے بھی مسنون ہیں

پیر اور جمعرات کے دنوں کے علاوہ منگل اور بدھ کے روزے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے ہیں۔ حضرت عائشہ کی حدیث ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے حسب ذیل الفاظ ہیں:۔

وعن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصوم من الشهر السبت والاحد والاثنين ومن الشهر الآخر الثلثاء والاربعاء والخميس

(رواه الترمذي)

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینے میں ہفتہ، اتوار، پیر کا روزہ رکھتے اور ایک اور مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔

(ترمذی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مہینے میں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ، اتوار اور پیر کو روزہ رکھتے اور کسی دوسرے مہینے میں منگل، بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھتے۔ ایک مہینے کا [illegible] یہ تھا کہ چونکہ [illegible] اللہ [illegible] ہوتے ہیں اس لئے ان میں عمل [illegible] کیا جاتا ہے [illegible] روزہ رکھا جاتا ہے اور کسی [illegible] یہ بھی واضح رہے کہ [illegible] روزہ رکھنے کی یہ صورت تھی۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ [illegible]

روزے حضور رکھا کرتے تھے۔

جمعہ کا روزہ بھی سنت ہے

مذکورہ بالا احادیث سے ہفتے کے چھ دنوں کا روزہ رکھنا حضورؐ سے ثابت ہوتا ہے

لیکن جمعہ کے دن روزہ رکھنے کا ایک اور حدیث میں ذکر ہے:۔

وعن عبد اللہ بن مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصوم من غرۃ کل شہر ثلاثۃ ایام وقلما کان یفطر یوم الجمعۃ (رواہ الترمذی والنسائی)	اور عبد اللہ بن مسعودؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ کے تین دن کے روزے رکھتے تھے۔ اور کبھی کبھار ہی جمعہ کے دن کا روزہ چھوڑتے تھے۔ (ترمذی ونسائی)

بعض حدیثوں میں صرف تنہا جمعہ کے روزے کو آنحضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصوم احدکم یوم الجمعۃ الا ان یصوم قبلہ او یصوم بعدہ (بخاری ومسلم)	ابوہریرہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ ایک دن پہلے اور ایک دن بعد کا روزہ بھی رکھے

اس حدیث میں جو حضور نے صرف جمعہ کے دن کے روزے کی ممانعت فرمائی ہے وہ بھی تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود ہفتے کے دن کی اور عیسائی اتوار کے دن کی تعظیم میں غلو سے کام لیتے تھے۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ تم ان کی طرح جمعہ کی تعظیم میں مبالغہ سے کام نہ لینا کہ جمعہ کی عظمت کے پیش نظر

Marfat.com

بس اس کے روزے ہی ہیں محدود ہو کر رہ جائے۔ ہاں جمعہ اپنی جگہ احادیث اور قرآن کی رو سے جتنے درجہ تک محترم ہے اس کی عظمت اتنے درجے میں اپنی جگہ قائم ہے۔ ورنہ جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہی نہیں بلکہ مذکورہ ابن مسعود کی حدیث کی بنا پر سنت اور ثواب ہے عالمگیری میں ہے کہ صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا جائز ہے بلکہ درمختار میں مستحب لکھا ہے۔ لیکن اگر جمعہ کے ساتھ جمعرات کا یا ہفتے کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو زیادہ بہتر ہے ورنہ کوئی مضائقہ نہیں۔

محترم اور عزت کے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کا روزہ رکھنا دو سال کی عبادت کے برابر ہے

اچھے اعمال کرنے کے بارے میں جو حدیث بھی معلوم ہو اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو اس پر عمل کرنا ثواب و برکت سے خالی نہیں۔ چنانچہ محترم مہینوں کے بارہ میں کسی ہفتے کی جمعرات، جمعہ اور ہفتے کا روزہ رکھنا دو سال کی عبادت کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ اور عزت و احترام کے مہینے چار ہیں یعنی رجب۔ ذیقعدہ، ذی الحجہ کے پہلے دس دن اور محرم کا مہینہ۔ البتہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا جائز نہیں۔ طبرانی نے اوسط میں یہ حدیث روایت کی ہے:۔

عن ابن عباس من صام ثلاثة ایام من شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتب الله تعالى له عبادة سنتين انتهى (طبرانی)

ابن عباس سے روایت ہے کہ جس شخص نے حرمت کے مہینوں میں سے تین دن جمعرات، جمعہ اور ہفتے کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں دو سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتے ہیں

Marfat.com

چالیس دن کے مسلسل روزوں کی فضیلت

دیلمی نے واثلہ سے روایت کی ہے جو حسب ذیل ہے جس میں اللہ کی خوشنودی کے لئے چالیس دن کے مسلسل روزہ رکھنے والے کے لئے عظیم الشان خوشخبری دی گئی ہے:-

عن واثلة من صام اربعين صياما ما يريد به الا وجه الله تعالیٰ لم يسأل الله تعالیٰ شيئاً الا اعطاه (دیلمیؒ)	واثلہ سے ہے کہ جس نے چالیس دن کے (لگاتار) روزے رکھے جن سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو تو وہ اللہ سے جس چیز کا بھی سوال کرے گا وہ اس کو عطا فرمائے گا۔

صوفیا نے جو چالیس دن کے چلّے کی صورت تجویز کی ہے اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ چالیس روز تک تعلقات دنیا کو چھوڑ کر کسی مسجد میں عبادت کرنے اور روزے سے رہنے سے بندے میں ایک خاص روحانی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی برکت سے نور ایمانی اور معرفت پیدا ہونے کے باعث علوم معرفت کا دل پر کشف ہوتا ہے اور روحانی قوتوں میں اضافے کے باعث اور تکدرات اور معاصی کی گندگیوں سے صفائی کے باعث اس کی دعائیں قبولیت کا جامہ پہنتی ہیں لہذا اس کی ہر دعا جو اللہ کے نزدیک مناسب ہو گی قبول ہو گی۔ غالباً موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی لئے کوہ طور پر چالیس دن کا اعتکاف کرایا گیا اور چالیس دن کے روزے رکھائے گئے اور اس کے بعد ان کو توریت عطا فرمائی گئی۔ ان حقیقتوں سے چالیس دن کی چلّہ کشی چالیس دن کے مسلسل روزوں کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔

صیام دہری (ہمیشہ روزہ رکھنا) بعض زبردست روحانی شخصیت کے

Marfat.com

ناکہ اللہ والے ہمیشہ روزہ رکھتے اور رات کو ہمیشہ عبادت کرتے ہیں۔ ان ہستیوں کو قائم اللیل اور صائم الدہر کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ان ایام کے روزے چھوڑ کر جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں)۔ مگر یہ ہمیشہ روزہ رکھنا اسی صورت میں درست ہے جبکہ فرائض اور واجب حقوق اللہ اور حقوق العباد میں خلل واقع نہ ہو۔ نیز انسان کے نفس کو نامناسب حد تک اور صحت کو پامال نہ کریں لیکن اگر صائم الدہر رہنے سے اتنی کمزوری لاحق ہو جائے جس سے صحت خراب ہونے کا اندیشہ یا پنجگانہ نماز کی ادائگی بھی دشوار ہو جائے یا ہمیشہ کے روزے کے باعث نماز کا قیام دشوار ہو جائے یا بیوی بچوں کے حقوق معاش و زوجیت سے علیحدگی کا باعث بن جائیں تو پھر صائم الدہر رہنا جائز نہیں ہے اور یہی جمہور علما کا مذہب ہے۔ صاحب فتح الملہم شارح مسلم لکھتے ہیں:۔

وذهب آخرون الى استحباب	اور دوسرے علما صیام دہری کے مستحب
صيام الدهر لمن قوي عليه	ہونے کی طرف گئے ہیں کہ اس کے لئے
ولم يفوت فيه حقا والى ذالك	جو اس کی طاقت رکھتا ہو اور اس میں حق
ذهب الجمهور (فتح الملهم جلد سوم صفحہ ۱۸۰)	چھوٹنے نہ پائے چنانچہ یہی جمہور کا مذہب ہے

اسحاق کے فوت ہونے کی مختلف شکلیں ہیں۔ اگر صیام دہری (ہمیشہ روزہ رکھنے) سے واجب و فرض حقوق تلف ہوتے ہیں تو صیام دہری حرام ہوگا۔ اور اگر مندوب و مستحب حقوق جو صیام دہری سے بہتر ہیں فوت ہو رہے ہوں تو پھر صیام دہری مکروہ ہیں۔ اور اگر صیام دہری سے واجب اور مندوب حقوق فوت نہ ہو رہے ہوں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائگی میں ان سے کوئی

رکاوٹ نہ ہو تو پھر صیام دہری جائز ہیں اور یہی مطلب ہے حسب ذیل حدیث کا۔

وعن ابی قتادة ان رجلا اتی النبی
صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف
تصوم فغضب رسول اللہ صلی
اللہ من قولہ فلما رأی عمر غضبہ
قال رضینا باللہ ربا وبالاسلام
دینا وبمحمد نبیا نعوذ باللہ من
غضب اللہ وغضب رسولہ
فجعل عمر یردد ھذا الکلام
حتی سکن غضبہ فقال عمر
یا رسول اللہ کیف من یصوم
الدھر کلہ قال لا صام ولا افطر
او قال لم یصم ولم یفطر کیف
من یصوم یومین ویفطر یوما
قال ویطیق ذالک احد فقال
کیف من یصوم یوما ویفطر
یومین قال وددت انی طوقت
ذلک ثم قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم ثلث من کل

اور ابو قتادہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا
آپ کس طرح روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات پر غصہ آیا
جب عمرؓ نے آپ کا غصہ دیکھا تو کہا ہم اللہ
کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے
پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ اور
ہم اللہ کے غضب اور اس کے رسول کے
غضب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ حضرت
عمر نے بار بار یہی کلام کرنا شروع کیا یہاں تک
آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو حضرت عمر نے کہا
کہ کیا حال ہے اس شخص کا جو ہمیشہ روزہ
رکھے حضورؐ نے فرمایا اس نے نہ روزہ رکھا
اور نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھا اور نہ افطار
کیا۔ پھر عمرؓ نے کہا کیا حال ہے اس شخص کا
جو دو دن روزہ رکھے اور ایک دن نہ رکھے
فرمایا کیا اس کی کوئی طاقت رکھتا ہے۔ کہا
کیا حال ہے اس کا جو ایک دن روزہ رکھے

Marfat.com

شهر رمضان الى رمضان فهذا صيام الدهر كله، صيام يوم عرفة احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله والسنة التي بعده وصيام يوم عاشوراء احتسب على الله ان يكفر السنة التي قبله (رواه مسلم)

اور ایک دن نہ رکھے فرمایا یہ صوم داؤد ہے۔ کہا گیا کیا حال ہے اس کا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن نہ رکھے۔ فرمایا کہ میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوں کہ اس کی طاقت پا جاؤں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے کے تین روزے اور رمضان تا رمضان یہی صیام دہر (ہمیشہ کے روزے) ہیں۔ اور عرفہ کے دن کا روزہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ مٹا دے گناہ اس سال کے جو اس سے پہلے گزرا اور بعد کے سال کا۔ اور عاشورے کے دن کا روزہ رکھنا میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ ایک سال کے جو اس سے پہلے ہے گناہ پاک کر دے (مسلم)

مذکورہ بالا حدیث کا منشا یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہو کر بجائے اس کے کہ اپنے لئے پوچھتا کہ کس طرح روزہ رکھے آنحضورؐ کے روزوں کی کیفیت معلوم کرنے لگا۔ جب حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ کے غصہ کو چہرے سے محسوس کیا تو رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا کے الفاظ بار بار کہنا شروع کر دیئے جس سے حضورؐ کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بعد ازاں اس کے ساتھ وہ سوالات پوچھے جو وہ شخص پوچھنا چاہتا تھا۔ آنحضورؐ نے اس شخص کی حالت کے پیش نظر ہمیشہ کے روزے رکھنے کو اس کے لئے پسند نہیں فرمایا چونکہ اس شخص کے لئے ہمیشہ کے روزے رکھنا جہاد اور دیگر حقوق کی ادائیگی کے لئے کمزوری اور رکاوٹ کا باعث بن سکتے تھے اس لئے حضورؐ نے اس کے لئے ایسا کرنا پسند نہ فرمایا۔

امر بالآخر ایک اعتدال کی صورت اس کے لئے پسند فرمائی ۔ یعنی جو حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت میں موجود ہے اور وہ یہ کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ در مختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہمیشہ روزہ رکھنے کو مکروہ تنزیہی کہا ہے لیکن اگر طاقت میں ضعف نہ آئے اور حقوق کی ادائگی میں کوتاہی نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہمیشہ روزہ رکھنے میں کئی طرح کی حق تلفی ہو جاتی ہے اور نفس کو اتنا کچلنا بھی مناسب نہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے عمرو بن عاص کو جو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ ایک طویل حدیث میں جس کا ایک حصہ حسب ذیل ہے فرمایا:۔

صیام داودی

ان لزوجك عليك حقا ولزورك عليك حقا ولجسدك عليك حقا قال فصم صوم داؤد نبي الله صلى الله عليه وسلم فانه كان اعبد الناس قال قلت يا نبي الله وما صوم داؤد قال كان يصوم يوما ويفطر يوما الخ

(مسلم)

یقیناً تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے۔ فرمایا داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھ کیونکہ وہ لوگوں میں زیادہ عبادت گذار تھے۔ راوی نے کہا کہ میں نے کہا یا نبی اللہ داؤد علیہ السلام کا روزہ کس طرح کا ہوتا تھا تو آپ نے فرمایا ایک دن رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ اگر بیوی، مہمان اور جسم و نفس کے حقوق ادا ہوتے رہیں۔ کہ روزوں کی وجہ سے بیوی کے حقوق سے عاجز نہ ہو اور نفس و جسم میں غیر معمولی کمزوری پیدا نہ ہونے پائے یا مہمانوں کے حقوق میں قصور نہ آسکے تو پھر ہمیشہ کے

Marfat.com

روزے رکھنے کی ممانعت نہیں۔ چنانچہ ابو طلحہ انصاریؓ اور حمزہ بن عمرو اسلمیؓ ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو کوئی ممانعت نہیں فرمائی۔ دراصل یہ بات مزاج پر ہے۔

روزوں کے بارے میں بعض انبیا علیہم السلام کی سنت

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ روزے کے بارے میں بعض انبیا علیہم السلام کی سنت اور عادت کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

واختلف سنن الانبیاء علیہم السلام فی الصوم فکان نوح علیہ السلام یصوم الدھر وکان داؤد علیہ السلام یصوم یوماً ویفطر یوما وکان عیسی علیہ السلام یصوم یوما ویفطر یومین اوایاما وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصۃ نفسہ یصوم حتی یقال لا یفطر ویفطر حتی یقال لا یصوم ولم یکن یستکمل صیام شہر الا رمضان وذلک ان الصیام تریاق والتریاق لا یستعمل الا بقدر المرض

اور روزے کے بارے میں انبیا علیہم السلام کی مختلف عادتیں رہی ہیں۔ نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن یا کئی دن نہ رکھتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کی خصوصیت کے اعتبار سے روزے رکھتے یہاں تک کہ کہا جاتا کہ افطار ہی نہ کریں گے اور جب روزے نہ رکھتے تو یوں کہا جاتا کہ روزہ نہ رکھیں گے اور رمضان کے سوا کسی مہینے کے روزے پورے نہیں رکھتے تھے اور یہ اس لئے کہ روزے تریاق ہیں اور تریاق مرض کے مطابق

وكان نوح عليه السلام شديد
الأمزجة حتى روى عنهم ما
روى وكان داود عليه السلام
ذا قوة ورزانة وهو قوله صلى الله
عليه وسلم وكان لا يفر إذا لاقى
وكان عيسى عليه السلام ضعيفا
في بدنه فارغا لا أهل له ولا
مال فاختار كل واحد منهم
ما يناسب الأحوال وكان نبينا
صلى الله عليه وسلم عارفا
بفوائد الصوم والإفطار مطلعا
على مزاجه وما يناسبه فاختار
بحسب مصلحة الوقت ما شاء
(بحوالہ فتح الملہم جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

ہی استعمال کیا جاتا ہے اور نوح علیہ السلام
سخت مزاج تھے جیسا کہ ان کے متعلق روایت
ہے جو کچھ کہ روایت ہے اور داؤد علیہ السلام
صاحب قوت و شجاعت تھے جیسا کہ آنحضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے کہ (داؤد
علیہ السلام) کا جب کسی سے مقابلہ ہوتا
تو بھاگتے نہ تھے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نازک
بدن تھے اور بے فکر تھے ان کے اہل و عیال
نہ تھے اور نہ ہی ان کے پاس مال تھا۔ اس لئے
ہر نبی نے اپنے حالات کے مناسب روزے
اختیار کئے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے
رکھنے اور نہ رکھنے کے فوائد سے باخبر تھے
اور اپنے مزاج اور اس کی مناسبت سے واقف تھے
پس مصلحت وقت کے مطابق جو کچھ آپ نے چاہا پسند فرمایا۔

تنبیہ مذکورہ بالا بحث کے نتیجے میں سمجھ میں یہی آتا ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صوم داؤد علیہ السلام کی چونکہ تعریف فرمائی ہے لہٰذا اگرچہ صیام دہر کی حقوق ادا کرنے والے کے لئے جائز بھی ہوں لیکن پسندیدہ صیام داؤدی ہی ہیں لیکن وہ شخص جو اس قدر صاحب قوت و شجاعت ہے کہ اس کے لئے صیام دہری دوسرے حقوق کی ادائگی میں قطعاً حائل نہیں ہوتے تو صرف ا

اس شخص کے حق میں صیام دہری صیام داؤدی سے بہتر ہوں گے مگر عام طور پر صیام داؤدی صیام دہری سے افضل ہیں۔

تسکین شہوت کے لئے روزے

مذکورہ بالا اقسام کے سوا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جواں مرد کے لئے جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو روزے رکھنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے تاکہ روزوں کی وجہ سے شہوت دب جائے اور قلت طعام کے باعث خواہش نفس اور اس کے ہیجان میں کمی پیدا ہو جائے۔ درحقیقت یہ ایک بہترین نسخہ ہے جو حضور نے ارشاد فرمایا ہے:۔

عن علقمة قال كنت امشی	علقمہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں
مع عبد الله بمنى فلقيه عثمان	مقام منیٰ میں عبد اللہ (ابن مسعود) کے ساتھ
فقام معه يحدثه فقال له عثمان	جا رہا تھا کہ ان کو عثمانؓ ملے اور ان کے پاس
يا ابا عبد الرحمن الا نزوجك	کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے۔ اس پر عثمانؓ
جارية شابة لعلها تذكرك	نے کہا اے عبد الرحمن کیا ہم تمہاری ایک جوان
بعض ما مضى من زمانك	لڑکی سے شادی نہ کر دیں شاید کہ وہ تمہارے
قال فقال عبد الله لئن قلت	بعض گذرے ہوئے زمانے کی یاد دلا دے
ذالك لقد قال لنا رسول الله	انہوں نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا اگر
صلى الله عليه وسلم يا معشر	تم نے کہا اسی طرح کی بات ہم سے
الشباب من استطاع منكم الباءة	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ
فليتزوج فانه اغض للبصر	اے جوانو تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا

Marfat.com

واحصن للفرج ومن لم	وہ نکاح کرے کیونکہ وہ نگاہ نیچی رکھنے کا اور
یستطع فعلیہ بالصوم فانہ	مقام شہوت بچانے کا بڑا ذریعہ ہے اور اگر
لہ وجاءٌ	کوئی اس کی طاقت نہ رکھے تو اس پر روزہ
(مسلم کتاب النکاح)	ہے کیونکہ روزہ جوان کے لئے خصی ہونا ہے

اس حدیث سے نوجوان غیر شادی شدہ لوگوں کے لئے اگر وہ شادی کرنے کی طاقت نہ رکھیں روزے رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی روزے رکھنے کی حکمتوں کو حسب ذیل الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:-

اعلم ان المنی اذا کثر تولدہ فی	واضح رہے کہ جب منی کی پیدائش بدن میں
البدن صعد بخارہ الی الدماغ	بکثرت ہو جاتی ہے تو اس کے بخارات دماغ
فحبب الیہ النظر الی المرأۃ	کی طرف چڑھتے ہیں اس وقت اس کی نظر
الجمیلۃ وشغف قلبہ حبہا و	حسینہ عورت کی طرف اٹھنا پسند کرتی ہے
نزل قسط منہ الی الفرج فحصل	اور اس کی محبت میں دل مبتلا ہو جاتا ہے
الشبق واشتدت الغلمۃ واکثر	اور اس کا ایک حصہ فرج کی طرف نزول کرتا
مایکون ذالک فی وقت الشباب	ہے پس جوش پیدا ہوتا ہے اور تیزی بڑھتی
وھذا حجاب عظیم من حجب	ہے اور یہ اکثر جوانی میں ہوتا ہے اور یہ
الطبیعۃ یمنعہ من الامعان	طبیعت کے حجابوں میں سے ایک بہت بڑا
فی الاحسان ویھیجہ الی الزنا	حجاب ہوتا ہے جو اس کو نیکی پر غور کرنے
ویفسد علیہ الاخلاق یوقعہ	سے روک دیتا ہے اور زنا کی طرف بھڑکاتا
فی مھالک عظیمۃ من فساد	اور انسان کے اخلاق کو تباہ کر ڈالتا ہے اور

Marfat.com

ذات البین توجب اماطة هذا
الحجاب فمن استطاع الجماع
وقدر علیه بان تیسرت له مثلا
امرأة علی ما تامر به الحکمة
وقدر علی نفقتها فلا احسن له
من ان یتزوج فان التزوج
اغض للبصر واحسن للفرج
من حیث انه سبب لکثرة
افراغ المنی ومن لم یستطع
ذالک فعلیه بالصوم فان سرد
الصوم له خاصیة فی کسر سورة
الطبیعة وکبحها عن غلوائها
لما فیه من تقلیل المادة فتتغیر
به کل خلق فاسد نشأ من کثرة
الاخلاط (بحوالہ فتح الملہم کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

اس کو زبردست ہلاکتوں میں دھکیل دیتا ہے
اس لئے اس حجاب کو درمیان سے ہٹا دینا
ضروری ہے۔ لہذا جو جماع پر قدرت رکھتا ہے
اور اس کو عورت میسر ہو سکتی ہے جیسا کہ حکمت
کا تقاضہ ہے اور اس کو نان ونفقہ دینے پر
مرد کو قدرت ہے تو اس کے لئے نکاح سے
بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح بصر
اور فرج کے لئے بہترین علاج ہے لیکن
اگر کسی کو نکاح کی طاقت نہ ہو تو وہ روزہ
رکھے کیونکہ روزے کی خاصیت یہ ہے کہ
وہ طبیعت کی تیزی کو فنا کر دیتا ہے اور
اس کے جوش کو فرد کرتا ہے۔ کیونکہ روزہ
رکھنے میں مادہ کم بنتا ہے۔ اس لئے ہر
فاسد مادہ جو کثرت اخلاط سے پیدا
ہوتا ہے بدل جاتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

یہ ہے حکمت روزے رکھنے میں کہ قلت طعام کی وجہ سے تولید میں کمی ہوتی ہے اور شہوت میں کمی ہوتی ہے۔ لیکن شبہ یہ ہوتا ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روزہ دار کی بجائے یہ کیوں نہ فرمایا کہ جو شخص بیوی کے نان ونفقہ کی طاقت نہیں رکھتا وہ

Marfat.com

غذا میں قلت اختیار کرے۔ وجہ یہ ہے کہ غذا کی قلت کی بجائے روزے رکھنا عبادت میں داخل ہے۔ اور عبادت پر ثواب ملتا ہے۔ علاوہ ازیں روزوں کی حالت میں ہونے سے روزوں کے لوازمات جو کسی انسان پر عائد ہوتے ہیں۔ لہٰذا روزہ دار بری باتوں سے بچتا ہے۔

خلاصہ اقسام صوم اب تک جس قدر ہم اپنی بساط کے مطابق روزے کی قسموں کے متعلق تفصیل سے بحث کر چکے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ **فرض روزے**:۔ رمضان[1] المبارک کے روزے، کفارے[2] کے روزے (جن میں کفارۂ[1] قسم، کفارۂ[2] ظہار، کفارۂ[3] قتل خطا، حج[4] میں حالت احرام کی صورت میں بیماری یا زخم سر کے باعث سر منڈانے کا کفارہ، قصداً[5] بغیر عذر شرعی روزۂ رمضان توڑ دینے کا کفارہ) قضا[3] روزے۔

۲۔ **واجب روزے**:۔ نذر[1] و منت کے روزے، نفل[2] روزہ رکھ کر توڑ دینے سے واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ **مسنون یا نفل روزے**:۔ عاشوراء[1]، پندرہ[2] شعبان، ہر ماہ[3] کے ایام بیض یعنی ہر قمری ماہ کی ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ کے روزے، جمعہ[4] کا روزہ، ماہ شعبان[5] کے روزے، پیر[6] اور جمعرات کے روزے، کسی[7] ماہ ہفتہ، اتوار اور پیر کے روزے اور کسی دوسرے[8] ماہ منگل، بدھ اور جمعرات کے روزے سنت ہیں، شوال[9] کے مہینے کے عید کے بعد چھ روزے، یکم[10] ذی الحجہ سے ۹ ذی الحجہ تک کے روزے، اشہر[11] حرم کے مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے[12] کے روزے، عرفہ ۹ ذی الحجہ

کا روزہ کسی[12] وقت چالیس روز کے مسلسل روزے۔ صیام دہری[13] صیام داؤدی[14]۔ شباب کی تیزی کو کم کرنے کے لئے روزے[15]، عام نفل[16] روزے جب مومن چاہے۔

جن دنوں کے روزے حرام ہیں

○ عید الفطر ○ عید الاضحی ○ ایام تشریق کے روزے حرام ہیں ○

○ یہ کل سال میں پانچ دن ہیں ○ ۲۷ رجب کا روزہ بے اصل ہے ○

روزہ اگرچہ خود بہت بڑی عبادت ہے لیکن سال میں پانچ دن ایسے ہیں کہ ان میں روزہ جیسی عبادت بھی حرام ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں حالات کے بدلنے سے اور نسبتوں کی تبدیلی سے احکام میں زبردست تغیر اور انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طریقے پر کہ نماز کی شریعت میں بہت ہی عظمت و فضیلت ہے لیکن جب سورج طلوع ہو رہا ہو یا غروب ہو رہا ہو یا زوال کا وقت ہو تو ان اوقات میں نماز پڑھنا ناجائز ہے اور ایسی نماز کا پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے، بلکہ نہ پڑھنا پڑھنے سے بہتر ہے اور پڑھنا نہ پڑھنے سے بدتر ہے بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح روزہ اگرچہ اپنی جگہ نہایت عظمت و شرافت کا مالک ہے لیکن سال بھر میں پانچ دن کے روزے رکھنا حرام ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عید الفطر کا روزہ حرام ہے

ان پانچ ایام میں سے رمضان المبارک کے بعد کی عید جس کو عید الفطر کہتے ہیں اس

Marfat.com

دن کا روزہ رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ اس روز رمضان کے روزوں کے پورا کرنے کے عوض میں اللہ تعالیٰ اپنے مسلمان بندوں کی ضیافت کے لئے خوان نعمت بچھاتے ہیں لہٰذا ایسے دن خداوند تعالیٰ کی مہمانی سے بطور شکریہ کھانا پینا آداب مہمانی کے لئے ضروری ہے۔ اور نہ کھانا اور نہ پینا میزبان کی دل شکنی کے مترادف اور خداوند تعالیٰ کی عنایت و رحمت سے روگردانی کے ہم معنیٰ ہے اس لئے اس دن کا روزہ حرام قرار دیا گیا۔

بقرعید کے دن کا روزہ بھی حرام ہے یہی صورت حال بقرعید کے دن کے روزے کی بھی ہے۔ اس دن بھی قربانی کے جانور کو خدا کی راہ میں ذبح کر کے ضیافت خداوندی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ اس کے برعکس اس دن کا روزہ رکھ کر خدائی خوان کرم سے سرتابی اور بغاوت کا ارتکاب کرنا ہے۔ درمختار میں ہے:۔

والمکروہ تحریما کالعیدین	اور عید الفطر اور بقرعید کا روزہ رکھنا مکروہ
(درمختار صفحہ $\frac{۱۳۴}{ج۱}$)	تحریمی (حرام) ہے۔

اس حکم کا ماخذ وہ حدیث ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:۔

عن ابی ھریرۃ رضی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن صیام یومین یوم الفطر ویوم الاضحیٰ	ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ دو دن کے روزے رکھنے سے منع فرمایا۔
(موطا امام مالک صفحہ ۹۲)	(موطا امام مالک)

اور بخاری و مسلم میں ہے:۔

Marfat.com

عن ابی سعید ن الخدری قال نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم یوم الفطر والنحر (بخاری و مسلم)

ابو سعید خدری رضی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دن کے روزے سے منع فرمایا۔

ایک اور حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حسب ذیل مروی ہے:۔

عن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صوم فی یومین الفطر والاضحیٰ (بخاری و مسلم)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عید فطر اور عید اضحیٰ دو دن میں روزہ نہیں ہے۔

ایام تشریق کے بھی روزے حرام ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دنوں کے علاوہ ایام تشریق یعنی ذی الحجہ یا بقر عید کے مہینے کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخوں میں بھی روزہ رکھنا حرام ہے۔ ایام تشریق ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ دن بھی قربانی کے دن کے تابع ہیں۔ قربانی کا اصل روز دسویں ذی الحجہ ہے اور ایام تشریق بھی کھانے پینے کے دن ہیں۔ ان دنوں میں بھی روزہ رکھنے سے اس نعمت کا کفران ہوتا ہے جو قربانی کے ایام میں گوشت اور اس سے تیار ہونے والے کھانوں کی صورت میں نعمت الٰہی بن کر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس حکم کا ماخذ حسب ذیل حدیث ہے جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عن نبیشۃ الہذلی قال قال

نبیشہ ہذلی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایام التشریق ایام اکل وشرب و
ذکر اللہ (مسلم کتاب الصیام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
تشریق کے دن کھانے اور پینے اور اللہ کی
یاد اور ذکر کے دن ہیں۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث کی بنا پر فقہا نے فیصلہ کر دیا اور مسئلہ کی صورت حسب ذیل
الفاظ میں متعین کر دی اور فرمایا:-

ومنہ صوم ایام تشریق لورود
النھی عن صیامھا وقد صرح
بحرمۃ صوم العیدین وایام
التشریق فی البرھان۔ مراقی
الفلاح صفحہ ۳۵۔ درمختار صفحہ جلد ۲
شامی صفحہ ۸۳ جلد ۲)

اور حرام روزوں میں سے ایام تشریق کے
روزے بھی ہیں ان دنوں کے روزوں سے
حدیث میں ممانعت کی وجہ سے اور برہان
مراقی الفلاح اور درمختار و شامی میں دونوں
عیدوں اور ایام تشریق کے روزے حرام ہونے
کو واضح الفاظ میں لکھا ہے۔

۲۷ رجب کا ہزاری روزہ بے اصل ہے

رجب کو یو۔پی کے علاقے میں عورتیں مریم روزے کا مہینہ کہتی ہیں۔ اس مہینے کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کے متعلق بہت زیادہ ثواب کی شہرت ہے۔ عوام میں مشہور ہے کہ رجب کی ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھنے میں ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے۔ اسی لئے اس کو ہزاری روزہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بے اصل باتیں ہیں۔ لکھنو کی شاعری میں ہزاری روزے کا پتہ چلتا ہے چنانچہ غالباً امانت لکھنوی کہتا ہے

میں نہ کہتی تھی نہ رکھ تو مری پیاری روزہ
بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

Marfat.com

رجب کے روزوں کا پس منظر

درحقیقت عرب کے لوگ دورِ جاہلیت میں رجب کا بڑا احترام کرتے تھے اور ضرورت سے زیادہ غلو اور مبالغے سے کام لیتے تھے۔ بالخصوص قبیلۂ مضر اس میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ لہٰذا رجب کی جاہلانہ مبالغہ آمیزی کے پیشِ نظر آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنبیہ فرمائی۔ ابن ماجہ میں ہے:-

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن صیام الرجب (ابن ماجہ باب الصیام شہر الحرام)	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے روزوں سے منع فرما دیا۔

یہ ممانعت دراصل جاہلیت کے خیال کی تردید تھی۔ ورنہ حرمت والے چار مہینوں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے روزوں کی فضیلت آئی ہے جیسا کہ سابق اوراق میں گزرا۔ اور انہی حرمت والے مہینوں میں رجب کا مہینہ بھی ہے۔ اس لئے ایامِ جاہلیت کے عقیدے سے دل و دماغ کو پاک کر کے مطلقاً رجب کے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتے کے روزے رکھنے کا ثواب ہے۔ یا مطلقاً نفلی طور پر رجب کے ماہ میں ایامِ جاہلیت کے اعتقاد سے علیحدہ ہو کر روزے رکھنے کی اجازت ہے۔ البتہ رجب کی پچیسویں کے روزے میں ہزار روزوں کے برابر ثواب کی بھی کوئی اصلیت نہیں۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی ماثبت بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ثم اعلم انا لم نجد فی کتب الاحادیث اثباتاً ولا نفیاً ما اشتہر بینہم من تخصیص الخامس عشر (؟)	پھر واضح رہے کہ ہم نے حدیث کی کتابوں میں نہ حکم اور نہ انکار کے طور پر رجب کی پچیسویں کے متعلق جو مشہور ہے اس کی

Marfat.com

من رجب بالتعظيم والصوم والصلوٰة وتسمیتہ بیوم الاستفتاح وتسمیتہ بمریم روزہ واللہ تعالیٰ اعلم (ماثبت بالسنہ صفحہ)	تعظیم اور اس میں (خصوصیت سے) روزہ نماز کے متعلق اور اس کا نام یوم استفتاح یا مریم روزہ رکھنے کے بارے میں کچھ نہیں پایا۔ باقی اللہ زیادہ جانتا ہے۔

بعض لوگوں نے رجب کے صلہ میں ہزار روزوں کے ثواب کے متعلق جو حضرت علی سے حدیث نقل کی ہے اس کو لآلی مصنوعہ کے فاضل مصنف نے موضوع کہا ہے۔ واضح رہے کہ لآلی مصنوعہ کتاب میں ایسی حدیثوں سے نقاب اٹھائی گئی ہے جو کہ گھڑی ہوئی اور موضوع ہیں انہی میں سے یہ حدیث ہے:

عن علی مرفوعاً ان شهر رجب شهر عظیم من صام منه یوماً کتب الله له صوم الف سنة لا یصح (اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعه صفحہ ۱۱۵ جلد ۲)	حضرت علی سے مرفوعاً روایت ہے کہ رجب کا مہینہ عظمت والا مہینہ ہے جس شخص نے اس کا ایک روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہزاروں ثواب لکھتا ہے یہ حدیث صحیح نہیں ہے (لآلی مصنوعہ صفحہ ۱۱۵ جلد ۲)

ان عبارتوں سے رجب کی چھبیسویں یا ستائیسویں اور مطلقاً رجب کے کسی دن کے روزے رکھنے کے بارے میں جو شہرت ہے اس کی تردید کی گئی ہے لیکن بعض لوگ امام غزالی کی مکاشفۃ القلوب کا حوالہ دے کر حسب ذیل حدیث پیش کرتے ہیں:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من صام
السابع والعشرین من رجب کتب
له صیام ستین شهراً وهو
اول یوم نزل فیه جبریل علیه
السلام علی النبی صلعم بالرسالة
وفیه اسری به صلی اللہ علیه وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رجب
کی ستائیسویں کو روزہ رکھا تو اس کے لئے
ساٹھ مہینوں کے روزوں کی برابر ثواب لکھا
جاتا ہے اور وہ پہلا دن ہے جس میں جبرائیل
علیہ السلام نبی صلعم کے پاس رسالت لیکر آئے
اور اسی رات میں آنحضور کو معراج کرائی گئی۔

اس حدیث کا یہ ٹکڑا کہ معراج کی ستائیسویں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت
ملی قابل تنقید ہے۔ حالانکہ آپ کو نبوت ربیع الاول میں ملی ہے۔ جو ہر مسلمان اچھی
طرح جانتا ہے۔ لیکن رجب کی ستائیس تاریخ کو ملنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا اس لئے یہ حدیث مجروح بن کر رہ جاتی ہے۔ شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے ان روایات کو پیش کرنے کے بعد لکھا ہے:-

هذه احادیث ذکرت فیما
اشتهر عندنا من الکتب والذي
وضع منها علی ما قالوا شيء و
ایته الضعف وجلها موضوع

یہ احادیث جو کتابوں میں ہے ہمارے سامنے
ہیں ان میں سے جیسا کہ انہوں نے کہا کچھ بھی
درست نہیں ہیں اور اس کی نہایت کمزوری
ہے اور یہ موضوع ہیں۔

شیخ عبدالحق صاحب نے اس کے برعکس ایک حدیث ابن ابی شیبہ اور
طبرانی کی روایت سے حضرت عمر سے نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رجب
کے روزے پر لوگوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے اور ہاتھوں کو جبراً کھانے میں
ڈالا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ مہینہ جاہلیت میں محترم تھا لیکن اسلام

ہیں منتہ رک ہو گیا۔

تنقیح یہاں تک پہنچ کر رجب کی ستائیسویں کے روزے کے متعلق فقہی فیصلہ یہ ہے کہ اس کا ثواب ہزار روزے کے برابر نہ سمجھا جائے۔ نیز ابو ہریرہ رض والی حدیث کو انہی کا قول مانا جائے۔ تیسرا یہ کہ اس حدیث کو صحیح حدیث کا درجہ نہ دیا جائے۔ چوتھے یہ کہ رجب کے کسی دن کا نفلی روزہ رکھنا ثواب سے خالی نہیں البتہ ایام جاہلیت کے اعتقاد سے علیحدہ ہو کر

رمضان اور روزے قرآن اور تراویح

○ فضائل تلاوت قرآن ○ رمضان کو قرآن سے نسبت ○ تراویح کا پس منظر ○ سنت عمر رض سنت رسول اللہ ؐ ہے ○ عدد رکعت تراویح ○

آغاز مضمون میں قرآن حکیم کی روشنی میں یہ بات واضح کی گئی تھی کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کا سبب صرف یہ ہے کہ اس ماہ میں شمع ہدایت روشن ہوئی یعنی قرآن کریم کا نزول ہوا۔ یہ حقیقت ہمیں اس یقین کے قریب لے آتی ہے کہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کا ولولہ اور شوق اور اس کی حفاظت کا مزید اہتمام اور انتظام ہو نیز ایسی عبادت خصوصیت سے اجرا ہو جو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رمضان قرآن کریم کے ذوق شوق سے تلاوت و قرات میں مضبوط رابطہ اور تعلق پیدا کرے۔ اور وہ سب چیزیں مل کر نورٌ علیٰ نور کا مصداق بن جائیں۔ اس سلسلے کی جو روشن شاہراہیں

آتی ہیں وہ رمضان اور دوسرے قرآن اور نماز ... ہے۔

فضائلِ رمضان

رمضان کی بے حد و نہایت فضیلتوں کو ہم نے آغاز کتاب میں تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ یہ ماہ اپنے دامن میں ایمان والوں کے لئے کس قدر رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں سمیٹے ہوئے ہے کہ اس ماہ کی نفل نماز دوسرے مہینوں کے فرض کے برابر اور اس ماہ کی ایک فرض نماز دوسرے مہینوں کی ستر نمازوں کی برابر فضیلت رکھتی ہے۔ اس مہینے میں شیطانی قوتوں کو شکست اور رحمانی طاقتوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ اس مہینے میں ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے اور اہلِ ایمان کے سینوں سے مشعلِ ایمان کی شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر نکلتی ہیں۔

فضائلِ صیام

اس ماہ میں روزوں کا تقرر اور تعیین بے شمار نیکیوں کا موجب ہوتا ہے۔ نفسانی قوی کو زیر کر کے روزہ دار کو ایمانی انوار سے روشن ہونے کا موقع ملتا ہے اور زندگی کی روحانی قدریں ... اصل منشا یعنی ملاقاتِ ربی حاصل ہوتی ہے بلکہ خود روزہ دار کے لئے خدائے کریم اس کے روزوں کی جزا اور انعام بن کر مل جاتے ہیں۔ جب صورتِ حال یہ ہو کہ صاحبِ عزت و عظمت محبوب مل جائے تو زندگی کا مقصد اور مدعا حاصل ہو گیا۔ قطرہ دریا سے نہیں بلکہ دریا قطرے کو مل گیا۔ کل جزو کا ہو گیا اور بقول اقبال ؒ

تو ہے محیط بیکراں میں ہوں ذرا سی آب جو
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر

محیط یعنی سمندر ایک ادنیٰ جوہڑ سے جا ملا۔ بس یہی آخری مدعا تھا جو روزوں سے حاصل ہو گیا۔ اب رمضان اور روزوں کے انوار میں ...

اور نور شامل ہوتا ہے اور وہ ہے قرآن کریم کی تلاوت اور فضیلت کا نور جس کے متعلق پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

فضائل تلاوت قرآن کریم

عن ابی موسیٰ الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المومن الذی یقرء القران مثل الاترجة ریحها طیب وطعمها طیب و مثل المومن الذی لا یقرء القران مثل التمرة لا ریح لها وطعمها حلو ومثل المنافق الذی یقرء القران مثل الریحانة ریحها طیب وطعمها مر ومثل المنافق الذی لا یقرء القران کمثل الحنظلة لیس لها ریح وطعمها مر (مسلم باب فضیلة القرآن)

ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے نارنگی کی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی اور ذائقہ بھی اچھا اور جو مومن قرآن نہ پڑھتا اس کی مثال چھوارے کی سی کہ اس میں خوشبو نہیں البتہ ذائقہ میٹھا ہے ۔ او منافق جو قرآن پڑھتا ہے ایسا ہے جیسا ریحان ۔ اس کی خوشبو اچھی ہے لیکن ذائقہ اور منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا جیسا حنظل نہ اس میں خوشبو ہے اور اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے (مسلم باب فضیلۃ القرآن)

مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جو فضیلت ، قرآن کے باب میں ہے د

عن زید انه سمع اباسلام یقول حدثنی ابوامامة الباهلی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

زید سے ہے انہوں نے ابوسلام سے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے ابوامامہ باہلی نے بیان کی ۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول

Marfat.com

...اقرؤا القرآن فانه یاتی ... القیامة شفیعاً لاصحابه ...حدیث (مسلم)	صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ قرآن پڑھا کرو کہ پڑھنے والوں کے لئے شفیع بن کر قیامت کے دن آئے گا۔ (مسلم)

قرآن کریم کی فضیلت کے سلسلے میں مذکورہ بالا احادیث کے سوا اور بہت سی ...یں ہیں جن سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ...کہ قرآن کریم کے ایک حرف کے پڑھنے میں دس نیکیاں ملتی ہیں اور میں نہیں کہتا کہ الٓمٓ ...لف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے بلکہ الف میں ...(ل - ف) تین اور لام میں (ل - ا - م) تین اور میم میں (م - ی - م) تین ...ہیں گویا کل نو حرف ہوئے اور ہر حرف کے عوض میں دس نیکیوں کے حساب ...نوّے نیکیاں صرف الٓمٓ کے تلاوت کرنے والے کو ملتی ہیں۔

یہ تو مجموعۂ قرآن کریم کی تلاوت کے ثواب کا جائزہ تھا لیکن احادیث میں ...ن کریم کی بعض سورتوں یا آیتوں کی جزئی طور پر جو فضیلتیں آئی ہیں وہ ...جگہ عظمت و عزت کی حامل ہیں۔ مثلاً سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقر کی آخری آیتوں ...تعلق حدیث میں ہے:۔

...ابن عباس قال بینا جبرئیل ...عند النبی صلی اللہ علیہ ...سلم سمع نقیضا من فوقه ...فع راسه فقال هذا باب ...السماء فتح الیوم لم یفتح	ابن عباس سے روایت ہے انہوں نے کہا جبکہ جبریل علیہ السلام ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو اوپر سے دروازے کے کھلنے کی آواز آنحضور نے سنی پس آپ نے اپنے سر کو اٹھایا تو جبریل علیہ السلام

Marfat.com

فتح الا الیوم فنزل منه ملك
فقال هذا ملك نزل الی الارض
لم ینزل قط الا الیوم فسلم و
قال ابشر بنورین اوتیتهما
لم یؤتهما نبی قبلك فاتحة
الکتاب وخواتیم سورة البقرة
لن تقرأ بحرف الا اعطیته

(مسلم)

نے کہا کہ یہ آسمان کا دروازہ ہے ج
گیا ہے اور آج سے پہلے کبھی نہیں
اس سے ایک فرشتہ اترا تو جبرائی
فرشتہ ہے جو زمین پر آیا ہے جو آج
کبھی نہیں آیا اور اس نے کہا آپ
ہوان دو نوروں کی جو آپ سے پہلے کسی
دئے گئے اور وہ سورۂ فاتحہ اور سو
آخری آیتیں ہیں۔ آپ ان کا جو حر
اس کے مضمون کے مطابق دے دیا

مذکورہ بالا حدیث میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے آخری رکوع
للہ ما فی السمٰوٰت سے آخر تک سارا رکوع اور یا بقول بعض محدثین
الرسول سے آخر تک کی آیات کا یہ مقام ہے کہ خاص ان کی خاطر آسمان
ایسا دروازہ کھولا گیا جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا اور ایک لیے
بشارت کے لئے بھیجا گیا جو اس سے پہلے کبھی دنیا کی سرزمین پر نہیں آ
خوشخبری یہ کہ آپ کو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی دعائیں یعنی اهدنا الصراط
المستقیم اور ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا وغیرہ قبول کرا دی گئیں یا
یہ پڑھی جاتی ہیں تو قبول ہوتی ہیں بہرحال جس طرح افضل الانبیا کو تمام
فضیلت ہے اسی طرح قرآن مجید بھی تمام کتابوں سے افضل ہے۔ اس
[illegible] کا رمضان میں پڑھا جانا اور تلاوت کرنا نور علی نور ہے۔

ن سے قرآن کو نسبت

جب یہ واضح ہے کہ قرآن کریم رمضان میں
نازل ہوا اور اسی وجہ سے رمضان کے
لئے گئے کیونکہ اصل مقصد احکام خداوندی کا قرآن کریم کے ذریعے جاری
اصل حقیقت قرآن کریم ہے اور اسی لئے اس ماہ میں قرآن کریم کا اہتمام
کی تلاوت بھی اہمیت رکھتی ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں ہے
علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت
اور ان کو قرآن کریم سناتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل
لام کو قرآن کریم سناتے۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی کما حقہ حفاظت رہے
س کا باہم دور کرتے تھے تا آنکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زندگی
ی سلسہ ھجر کے رمضان میں جبریل علیہ السلام نے سارا قرآن کریم آنحضور کو
آنحضور نے تمام قرآن کریم جبریل علیہ السلام کو سنایا۔ بلکہ دو دفعہ آخری
میں یہ دور ہوا۔ حدیث میں ہے:۔

ھریرۃ قال کان یعرض	ابوہریرہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن کریم پیش کیا
کل عام مرۃ فعرض علیہ	جاتا تھا لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی
ن فی العام الذی قبض الخ	اس سال دو دفعہ پیش کیا گیا (آخر تک)۔

ور نماز تراویح

لیکن یہاں پہنچ کر دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ تراویح
کا سلسلہ کیوں شروع کیا گیا۔ اس کی حسب ذیل وجوہ ہیں۔
اس لئے کہ قرآن کریم کا نماز میں پڑھا جانا زیادہ فضیلت رکھتا ہے بہ نسبت

ثابت ہے۔
در رسول اللہ
جس شخص نے
کا اعتقاد رکھتے
ہا تو اس

Marfat.com

۔۔۔کہ قرآن کریم کو نماز کے علاوہ تلاوت کیا جائے۔ چنانچہ دار قطنی نے ازادیہ ۔۔۔ نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث روایت کی ہے

۔۔۔ۃ القرآن فی الصلوٰۃ افضل من ۔۔۔اءۃ القرآن فی غیر الصلوٰۃ (تمام آخر حدیث)	قرآن کریم کا نماز میں پڑھنا زیادہ ۔۔۔ رکھتا ہے بہ نسبت نماز کے علاوہ پڑھنے کے۔

۲۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نماز پنجگانہ کی طرح رمضان کی یا فرض نمازوں یا تہجد کی نماز میں قرآن کریم پڑھا جاتا تو یہ رمضان کی خصوصیت ہوتی۔ کیونکہ فرائض پنجگانہ اور تہجد یا اشراق، چاشت اور اوابین وغیرہا تو غیر رمضان میں بھی پڑھتے تھے۔ لہذا کوئی نماز اور خصوصی ایسی ہونی چاہئے جو کی راتوں کے لئے خاص ہو کہ اس میں دن کے مشاغل سے بے نیاز ہو کر رات ہو سکے۔ لہذا رمضان میں تراویح کی نماز۔ اور اس میں قرآن کریم کا سنایا جانا اور افضل نظر آتا ہے۔ اس لئے جبریل علیہ السلام نے آنحضورؐ کو اور آنحضورؐ جبریل علیہ السلام کو نماز میں قرآن کریم کا سنانا جو افضل ہے ترک نہ کیا ہو گا بہرحال رمضان کے خصوصی نوافل کو عقل سلیم تجویز کرتی ہے جن میں قرآن افضیلت کے طور پر تلاوت کیا جائے اور رمضان اور نماز سے نسبت ۔۔۔ قرآن کریم کی حفاظت کا اہتمام نماز میں کیا جائے۔ اسی لئے شارح نقایہ و فقہا نے تراویح میں تمام قرآن کے پڑھنے کو سنت کہا ہے۔

قول و فعل رسولؐ میں وجود تراویح

چنانچہ رمضان کے لیسے خصو۔۔۔ کا ثبوت جن کو تراویح کہا جا۔۔۔

ہمیں آنحضور کی سنت میں ملتا ہے جس میں قرآن کریم پڑھا جاتا تھا حدیث میں ہے:-

فضیلت تراویح

عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ماتقدم من ذنبہ

(مسلم باب الترغیب فی قیام رمضان)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے راتوں کو رمضان میں فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اور ثواب کے لئے قیام کیا تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

(مسلم)

امام نووی نے کہا ہے کہ قیام لیل سے مراد نماز تراویح ہے۔ کیونکہ تراویح کے علاوہ دیگر نفل نمازیں تو غیر رمضان میں بھی ہوتی ہیں۔ بہر حال آنحضورؐ نے رمضان کی راتوں میں خصوصیت سے نماز کی ترغیب دی ہے۔ جس کو تراویح کہتے ہیں

ایک اور حدیث میں ہے:-

قالت عائشۃ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجتھد فی رمضان مالا یجتھد فی غیرہ (مسلم)

عائشہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں اس قدر عبادت کرتے تھے کہ اور کسی مہینے میں اتنی نہ کرتے۔ (مسلم)

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نماز کے بارے میں جو عمل تھا وہ حسب ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے:-

عن عائشۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد ذات لیلۃ فصلی بصلوتہ ناس ثم

عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک رات نماز پڑھی۔ پھر اگلی رات کو آنحضورؐ نے

وصلی من القابلة فکثر الناس ثم
اجتمعوا من اللیلة الثالثة او الرابعة
فلم یخرج رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رأیت
الذی صنعتم فلم یمنعنی من الخروج
الیکم الا انی خشیت ان تفرض
علیکم قال وذالک فی رمضان
(مسلم)

پڑھی تو لوگوں کا مجمع زیادہ ہوگیا۔ پھر تیسری
رات بھی جمع ہو گئے یا چوتھی رات پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرے سے) نہ نکلے
پس جبکہ صبح ہوئی تو آنحضورؐ نے فرمایا جو کچھ
تم نے کیا میں نے دیکھا لیکن مجھے رات
(حجرے سے مسجد نبوی میں آنے سے اس کے
سوا اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ ایسا نہ ہو تم پر
(تراویح) فرض ہو جائے۔ راوی نے کہا اور یہ
رمضان کا واقعہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے جو نعمان بشیرؓ سے ہے:-

وعن النعمان ابن بشیر قال کنا
مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی رمضان لیلة ثلاثة وعشرین
الی ثلث اللیل الاول ثم قمنا معہ
لیلة خمس وعشرین الی نصف
اللیل ثم قمنا معہ لیلة سبع و
عشرین حتی قلنا ان لا ندرك
الفلاح ای السحور۔

اور نعمان بن بشیر سے ہے کہ ہم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کی
تیئیسویں رات میں اول تہائی رات تک
ساتھ رہے۔ پھر آپ کے ساتھ پچیسویں رات
ہم نے آدھی رات تک نماز میں قیام کیا پھر
حضورؐ کے ساتھ ستائیسویں رات میں ہم نماز
پڑھتے رہے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ ہمیں آج
رات سحری نہ مل سکے گی۔

پہلی حدیث سے حضور کا تراویح کے لئے تین یا چار راتوں میں مسجد میں تشریف

لانا ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ نے آپ کے ساتھ اس نماز میں شرکت کی۔ گویا تراویح کا جماعت سے پڑھا جانا ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ رمضان کا واقعہ ہے۔ اس لئے اس نماز سے تہجد کی نماز مراد نہیں ہے چنانچہ سفیان بن حسین کی روایت میں بھی ہے:۔

خشیت ان یفرض علیکم قیام هذا الشهر	مجھے ڈر ہوا کہ تم پر اس ماہ (رمضان) کی رات کا قیام (یعنی نماز) فرض نہ ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ قیام شہر رمضان سے خصوصی طور پر تہجد کے علاوہ ہی کوئی نماز ادا ہوگی اور وہ تراویح ہے۔ ورنہ تہجد تو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہر رات کا وظیفہ تھا۔ بہر حال رمضان کے یہ نوافل اور ہی نوافل تھے اور وہ تراویح کی نماز تھی۔ دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیئیسویں رات میں جو صحابہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہ تہائی رات تک طویل تھی اور پچیسویں کی شب میں نصف رات تک اور ستائیسویں میں رات کے آخر حصے تک آنحضور پڑھتے رہے۔

تراویح کا پس منظر مذکورہ اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان میں عشاء کے بعد تراویح کا پڑھنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اور آپ کے ساتھ صحابہ کا اس میں شامل ہونا اور جماعت سے پڑھنا بھی سنت ہے۔ حضرت عائشہ رض کی حدیث میں امام احمد کے نزدیک اس کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ صحابہ رمضان میں رات کو مسجد میں متفرق طور پر نماز پڑھا کرتے تھے کہ ایک شخص قرآن پڑھتا تھا اور اس کے ساتھ پانچ یا سات یا اس سے کم یا زیادہ ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ رض نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے حکم دیا کہ میں اپنے حجرے کے دروازے پر جو مسجد کے متصل تھا چٹائی کھڑی کردوں چنانچہ میں نے چٹائی کھڑی کر دی۔ عشا کی نماز پڑھنے کے بعد آنحضورؐ اس میں تشریف لائے تو صحابہ بھی جمع ہو گئے اور آپ نے ان کو نماز پڑھائی۔ دو تین روز تک یہی صورت رہی پھر تیسری یا چوتھی رات کو آنحضورؐ (عشا کی نماز پڑھ کر اندر تشریف لے گئے اور) اس قائم کی گئی چٹائی میں تشریف نہ لائے یہاں تک کہ جب صبح کی نماز میں تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔

فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم	مجھے تمہاری طرف آنے کو اس کے سوا اور کسی چیز نے نہیں روکا کہ مجھے خوف ہو گیا تھا کہ تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے۔

معلوم ہوا کہ حضورؐ نے روزانہ صحابہ کو اس نماز میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا پورا اہتمام اس لئے نہیں فرمایا کہ ایسا نہ ہو یہ نماز فرض ہو جائے۔ لیکن اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ آنحضورؐ اس نماز کی طرف رغبت دلاتے تھے۔ لہٰذا جب آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم دنیا سے رخصت ہو گئے تو اس نماز کے فرض ہونے کا خیال تو ختم ہو گیا تاہم آنحضور کی دلی خواہش اپنی جگہ قائم رہی حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں بھی صحابہ مسجد نبوی میں متفرق طور پر نماز تراویح پڑھتے رہے تاآنکہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آ پہنچا۔ ان کی خلافت کے آغاز میں بھی صحابہ کا وہی عمل جاری رہا۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے ان مختلف خدا کے نیک بندوں کو اسی طرح تراویح کی متفرق طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو سوچا کہ ان سب کے ایک حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیوں نہ انتظام کر دیا جائے چنانچہ انہوں نے ایک

Marfat.com

امام کے ساتھ تراویح پڑھنے اور منشائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کے بعد حضرت ابی بن کعب کو تراویح پڑھانے کے متعلق فرمایا اور اس رات کے بعد سے آج تک تراویح کی نماز ایک امام کے پیچھے جماعت کے ساتھ اجماع امت کے طور پر چلی جا رہی ہے۔

کنز العمال میں، نوفل بن ایاس ہذلی سے ہے انہوں نے کہا کہ :-

کنا نقوم فی عہد عمر بن الخطاب فرقاً فی المسجد فی رمضان ههنا وکان الناس یمیلون الی احسنهم صوتاً فقال عمر الا اراهم قد اتخذوا القران اغانی اما واللہ لئن استطعت لاغیرن هذا فلم یمکث الا ثلث لیال حتی امر الی ابی ابن کعب فصلی بهم ثم قام فی اخر الصفوف فقال لئن کانت هذه البدعة لنعمت البدعة (کنز العمال)	ہم عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان کے مہینے میں مختلف طور پر تراویح پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کی دلی خواہش تھی کہ کسی اچھے قاری کے پیچھے قرآن سنیں تو عمرؓ نے فرمایا کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ انہوں نے قرآن کو گانا بنا لیا ہے۔ اللہ کی قسم اگر مجھ سے ہو سکا تو میں یہ بدل ڈالوں گا۔ تین ہی راتیں گذری تھیں کہ انہوں نے ابی بن کعب سے کہا تو انہوں نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور خود عمرؓ صفوں کے آخر میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا اگر یہ بدعت ہے تو بہت اچھی بدعت ہے۔

اور اسی کتاب کنز العمال میں ہے :-

عن ابی بن کعبؓ ان عمر بن الخطابؓ امره ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النهار	ابی بن کعب سے ہے کہ عمرؓ بن الخطاب نے انہیں رمضان کی رات میں نماز (تراویح) پڑھانے کو فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ لوگ دن

Marfat.com

ولا یحسنون ان یقرء والقراٰت	کو روزے رکھتے ہیں وہ یہ پسند نہ کریں گے کہ میں
علیھم باللیل فقال یا امیر المومنین	رات کو (تراویح میں) انہیں قرآن سناؤں۔ اور
ھذا شیٔ لم یکن فقال قد علمت	کہا اے امیر المومنین اس سے پہلے یہ چیز نہ تھی
ولکنہ حسن فصلی بھم عشرین	حضرت عمرؓ نے کہا مجھے معلوم ہے لیکن یہ اچھی بات ہے
رکعۃ (کنز العمال)	چنانچہ ابی بن کعب نے بیس رکعت پڑھائیں۔

حضرت عمرؓ نے سنت نبوی سے اخذ کرتے ہوئے تراویح کے لئے ایک امام کے پیچھے تمام مقتدیوں کو جمع کر کے اسلام کے اتحاد کا بہترین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ بھلا ایک مسجد میں مختلف جماعتوں میں لوگ تراویح پڑھتے ہوئے کیا اچھے لگتے تھے۔

کیا عمرؓ کا یہ فعل بدعت ہے

ابی بن کعب نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس سے پہلے اس اہتمام سے ایک امام کے پیچھے نماز تراویح ادا نہیں کی جاتی رہی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہاں یہ اچھی بات ہے اور اگر یہ بدعت ہے تو اچھی بدعت ہے۔ لیکن لوگوں کا یہ رجحان ضرور تھا کہ اچھے قاری سے قرآن سنیں۔ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب کو نماز تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور سب صحابہ نے تراویح متحدہ طور پر پڑھیں اور خود حضرت عمرؓ نے صفوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تاکہ سب کے ذوق و شوق کا جائزہ لے سکیں۔

لیکن کیا بقول حضرت عمر ان کا یہ فعل بدعت تھا۔ یہ سوال قابل حل ہے۔ اس سلسلے میں ہم شارح مشکوٰۃ طیبی کا قول پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے طیبی میں حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعۃ کی اس طرح تشریح کی ہے:۔

قال الطیبی قول عمر رضی اللہ عنہ	طیبی نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول "کہ یہ

Marfat.com

نعمت البدعة هذه يريد صلاة
التراويح فانه فی خیر المدح لانه
فعل من افعال الخیر وتحریض
علی الجماعة المندوب الیها و
ان کانت لم تکن فی عهد
ابی بکر رضی الله عنه فقد صلاها
رسول الله صلی الله علیه وسلم
وانما قطعها اشفاقاً من ان
تفرض علی امته وکان عمرؓ
ممن نبه علیها وسنّها علی
الدوام فله اجرها واجر من
عمل بها الی یوم القیامة

اچھی بدعت ہے" اس سے مراد نماز تراویح ہے
اتنا یہ تو تعریف کے طور پر کہا ہے کیونکہ یہ تو اچھا
فعل ہے اور جماعت کے اچھے کام پر شوق دلانا ہے
اگرچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہ تھا لیکن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جماعت سے
پڑھایا ہے۔ البتہ آپ نے یہ سلسلہ پابندی کے
ساتھ اس خوف سے ڈر کر چھوڑ دیا کہ تراویح امت
پر فرض نہ ہو جائیں۔ اسی سنت پر حضرت عمرؓ
نے سب کو متنبہ فرمایا اور ہمیشہ کے لئے اس
سنت کو جاری کر دیا۔ اس لئے ان کو اس
فعل کا اور تمام لوگوں کا قیامت تک اجر
ملتا رہے گا۔

اور نیل الاوطار کے حاشیے پر جو مصر میں چھپی ہے لکھا ہے:۔

وقول عمر نعمت البدعة ای
الامر البدیع الذی ثبت عن
رسول الله صلی الله علیه وسلم
وتُرِک فی زمان ابی بکرؓ لاشتغال
الناس فیما حصل بعد وفاة
الرسول صلی الله علیه وسلم

اور عمرؓ کے قول "نعمت البدعة" کا مطلب
ہے بدیع اور نادر ہے یہ فعل جو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور حضرت
ابوبکر کے زمانے میں ان مشغولیتوں کے باعث
چھوٹ گیا تھا جو رسول اللہ کی وفات کے بعد
پیدا ہو گئی تھیں۔

Marfat.com

باجی نے حضرت عمرؓ کے قول پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

اقتدوا بالذین بعدی ابی بکر و عمر — میرے بعد تم ابوبکر اور عمر کی پیروی کرو۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی رسول اللہ کی پیروی اور ان کی سنت، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگی درانحالیکہ

واذا اجمع الصحابة علی ذالك مع عمرؓ زال عنه اسم البدعة — اور جب صحابہ کا مع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر اجماع اور اتفاق ہوگیا تو بدعت کا نام اس سے جاتا رہا۔

علاوہ ازیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المھدیین — تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفا کی سنت لازم ہے۔

اس لئے بھی حضرت عمر کا یہ عمل کہ انہوں نے بتراویح پڑھنے کو ہمیشہ کے لئے ایک امام کے پیچھے جاری کر دیا بدعت نہ ہوا۔ کیونکہ وہ خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ اور پھر تمام صحابہ، تابعین اور چاروں ائمہ نے اس پر اتفاق کیا اور کسی نے تردید نہیں کی۔ دراصل حضرت عمرؓ کے اس فعل کو بدعت کہنا بطور ظاہر کے تھا۔ لہذا اب جبکہ تمام صحابہ اور ائمہ اس پر متفق ہیں لہذا حضرت عمرؓ کے اس فعل کو بدعت کہنا بے ادبی ہے۔

عدد رکعات تراویح

رہا یہ مسئلہ کہ تراویح کی کتنی رکعتیں ہیں تو اس کے متعلق آنحضور علیہ السلام نے کوئی تعداد نہیں فرمائی کہ اس سے تجاوز کرنا اور اس پر زیادتی کرنا جائز نہ ہو۔ آخر تراویح کا شمار نفل

Marfat.com

نمازوں میں ہوتا ہے۔ البتہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ رمضان میں آٹھ رکعتیں پڑھیں اور پھر وتر پڑھے۔	صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر

اس روایت سے آٹھ رکعتوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مطلقاً نہیں کہا جاسکتا کہ ہمیشہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آٹھ رکعتیں پڑھی ہوں۔ حضرت جابرؓ کو ہی ایسا اتفاق ہُوا ہو کہ انہوں نے تراویح میں جب آپ کی اقتدا کی ہو تو آٹھ پڑھی ہوں۔ اور اس سے پہلے بھی حضور پڑھ چکے ہوں۔ علاوہ ازیں آنحضورؐ کے ساتھ صحابہ کو دو راتیں تراویح کی اقتدا کا موقع نصیب ہوا ہے اس لئے حضرت جابرؓ کو جو صورت حال پیش آئی ہے اسی کے مطابق انہوں نے آٹھ تراویح کی تعداد بتلائی ہے۔ دراںحالیکہ نعمان بن بشیر کی روایت میں ہے کہ ہم نے آنحضورؐ کے ساتھ تئیسویں رات میں اول تہائی رات تک نماز پڑھی اور پچیسویں میں نصف رات تک اور ستائیسویں میں تو سحری کے فوت ہونے کا ڈر ہو گیا تھا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حضور نے مختلف راتوں میں کم و بیش عبادت کی۔ لیکن آٹھ رکعتوں کے ماننے میں ہمیں اصرار اور انکار کی ضرورت نہیں دراںحالیکہ صحیحین میں آٹھ کا ذکر ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آنحضورؐ نے آٹھ ہی رکعتیں تراویح میں پڑھائی ہیں۔ یا پڑھی ہیں۔ رمضان کی رات میں قیام اور عبادت خود بھی حضور کا تہجد کے علاوہ معمول تھا

اور صحابہ نے بھی متفرق تراویح پڑھی ہیں۔ ان میں آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں۔ اور زیادہ بھی یعنی بیس رکعتیں بھی ثابت ہیں چنانچہ ابن ابی شیبہ اور طبرانی و بیہقی نے ابن عباس سے ایک روایت کی ہے کہ :۔

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر (ای فی بعض اللیالی)	آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے (یعنی بعض راتوں میں)

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی بیس رکعتیں بھی پڑھی ہیں۔ بہرحال فرائض اور واجبات کی یہ بحث نہیں ہے بلکہ نوافل کی ہے اور اس میں ہو سکتا ہے کہ حضورؐ نے آٹھ بھی پڑھی ہوں اور بیس بھی۔ لیکن بیس رکعتوں والی حدیث کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں

اما بیہقی تضعیف ابن روایت کردہ لعلت آنکہ راوی آں جد ابی بکر بن ابی شیبہ است حالانکہ ابو شیبہ جد ابی بکر آں قدر ضعف ندارد کہ روایت اورا مطروح مطلق ساختہ شود	لیکن بیہقی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اس کا راوی ابی بکر بن ابی شیبہ ہے۔ حالانکہ ابو شیبہ جد ابو بکر اس قدر کمزور نہیں کہ اس کی روایت کو ہی بالکل مسترد کر دیا جائے (فتاویٰ عبدالحی جلد اوّل صفحہ ۸-۹)

شاہ عبدالعزیز کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی لکھتے ہیں :۔

مقام غور است کہ عبداللہ بن لھیعہ کہ نزد محدثین بغایت مرتبہ ضعیف است و	غور کا مقام ہے کہ عبداللہ بن لھیعہ جو کہ محدثین کے نزدیک بہت زیادہ ضعیف

Marfat.com

در ضعف ضرب المثل است کما لایخفی محدثین	ہے اور ضعف میں ضرب المثل ہے محدثین
روایتش قبول می سازند پس ابوشیبہ چہ	اس کی روایت کو قبول کرتے ہیں پس ابوشیبہ
جرم کردہ است کہ روایتش بالکل ترک	نے کیا جرم کیا ہے کہ اس کی روایت کو
کردہ میشود (فتاوی عبدالحی صفحہ جلد ۱)	بالکل ترک کر دیا جائے۔

آپ ابھی حضرت عمر کے واقعہ تراویح میں پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب کو جماعت سے تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور انہوں نے بیس تراویح پڑھائیں۔ تراویح کی یہ بیس رکعتیں جو حضرت عمر نے پڑھوائیں۔ اس سے حضرت عباس کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔ اور آٹھ رکعتوں والی حدیث کی اس سے مخالفت نہیں ہوتی۔ یعنی مسئلے کی تنقیح یہ ہوتی ہے کہ جائز آٹھ بھی ہیں اور بیس بھی۔ اور وہ جو حضرت عائشہؓ سے حدیث ہے :۔

ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور
وسلم یزید فی رمضان ولا فی	اس کے علاوہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں
غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ	پڑھا کرتے تھے۔

تو اس سے مراد تہجد کی نماز ہے کہ حضورؐ آٹھ رکعتیں تہجد کی اور تین وتر کی پڑھا کرتے تھے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابوسلمہ جو اس حدیث کے راوی ہیں انہوں نے اس حدیث کے تتمے میں کہا ہے کہ

قالت عائشۃ قلت یا رسول اللہ	عائشہؓ نے کہا کہ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ وتر
تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ	سے پہلے ہی سو رہے ہیں فرمایا اے عائشہ میری
ان عینی تنامان ولا ینام قلبی	دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا

—— (رواہ بخاری و مسلم)

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ وہ گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے جن میں آٹھ رکعتیں ان کے علاوہ ہیں وہ تہجد کی نماز ہے۔

بہرحال چونکہ آٹھ رکعتوں میں قرآن کریم کی طویل قرائتیں اور لمبے لمبے رکوع کی تلاوت میں تراویح پڑھنے والوں کو دشواری سی ہو سکتی تھی اس لئے قرآن کریم کے روزانہ پڑھے جانے والے حصے کو بیس رکعتوں پر تقسیم کئے جانے میں سہولت تھی اس لئے حضرت عمرؓ نے دوسری روایت پر عمل کرنے کا حکم دیا جس کو عام صحابہ اور تابعین نے متفقہ طور پر تسلیم کیا اور اس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام بیہقی لکھتے ہیں:۔

ثم استقر الامر علی العشرین فانه المتوارث۔	کہ تراویح کا معاملہ بیس رکعت پر ہمیشہ کے لئے طے پا گیا اور وراثت کے طور پر ہو گیا۔

علی قاری نے شرح نقایہ میں تحریر فرمایا:۔

فصار اجماعاً کما روی البیہقی باسناد صحیح انهم کانوا یقیمون علی عهد عمرؓ بعشرین رکعة وعلی عهد عثمانؓ وعلیؓ	بیہقی نے جو کچھ صحیح سند کے ساتھ (بیس رکعت کے متعلق) روایت کیا ہے وہ اجماع کے درجے میں ہے کیونکہ صحابہ عہد عمرؓ اور عہد عثمانؓ و علیؓ میں بیس رکعت پر قائم تھے۔

جیسا حضرت علیؓ جیسے جلیل القدر صحابی جن کے متعلق آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے یہ فرمایا ہوا انا مدینة العلم وعلی بابها میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہے۔ وہ حضرت علیؓ جو فقہی مسائل میں حضرت عمرؓ کی تصحیح کیا کرتے تھے انہوں نے بھی اور تمام صحابہ نے تراویح کی بیس رکعتوں پر اتفاق کیا۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی تو ثبوت اور ہدایت تھی جس کو انہوں نے قائم کیا اور

Marfat.com

تمام صحابہ نے ان سے اتفاق کر لیا۔ میرے خیال میں ان کے متفقہ فیصلے پر نکتہ چینی کرنا زبردست لغزش ہوگی۔

صاحب بحر نے کہا ہے کہ جمہور کا قول بیس رکعتوں کے متعلق ہے جیسا کہ موطا میں یزید بن رومان سے ہے انہوں نے فرمایا کہ:۔

کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین رکعۃ وعلیہ عمل الناس شرقا وغربا	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تیئیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اسی پر شرق اور مغرب کے لوگوں کا عمل ہے۔

تیئیس رکعتوں میں بیس تراویح کی اور تین وتر کی رکعتیں شامل ہیں۔ لہذا اسی پر دنیائے اسلام کی اکثریت کا اتفاق ہے۔

وہ عمرؓ جن کی رائے کے موافق کئی دفعہ وحی الہی نے اتفاق کیا ہے۔ انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تراویح میں سے یہ اخذ کرنے کا موقع ملا ہے کہ حضورؐ نے آٹھ بھی پڑھی ہیں اور بیس بھی لہذا بیس رکعتوں پر قرآن کریم کی قراءت کو تقسیم کرنے سے امت مسلمہ کے لئے متعدد قیام و رکوع و سجود کے باعث ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف مناسب اور معتدل تبدیلی سے عبادت میں آسانی اور سہولت ہو جائے گی۔

راقم الحروف نے پاکستان میں ایک خصوصی جماعت کو بیس رکعت پڑھنے والے حنفی حافظوں کے پیچھے متواتر اور مسلسل بیس رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے اور یہ کہتے سنا ہے کہ نفلی طور پر قرآن کریم سننے کی خاطر بقیہ اور رکعتیں پڑھ لینے

ہیں کیا حرج ہے۔

میرے نزدیک اس مسئلے میں وسعت قلبی کی ضرورت ہے مختلف خیال کے مسلمان ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے وقت بلند خیالی کا ثبوت دیں تراویح کی رکعتیں آٹھ بھی درست ہیں اور بیس بھی لیکن جب صحابہ نے ایک عمل پر اتفاق کر دیا تو اس کی مخالفت بھی درست نہیں۔ ذرا سوچئے ایک طرف آپ کی ایک جماعت ہے اور دوسری طرف صحابہ کا اجماع۔

بیماری اور خستگی میں

اگر انسان بیمار ہے یا بیماری کے باعث ضعف سے دوچار ہے یا سفر کی حالت میں تھکا ماندہ ہے تو ایسے حالات میں اگر آٹھ تراویح پڑھ کر مفت کی سعادت سے محروم نہ رہے تو کیا مضائقہ ہے لیکن اہل دل کو کیا کہئے کہ ان پر کچھ گذر جائے رمضان کی ایک ایک سعادت کے مقابلے میں وہ جواں ہمت ہو کر بیس پڑھنے میں ہی راحت حاصل کرتے ہیں۔ ان کے ذوق و وجد میں نفس، ضعف، بیماری کوئی چیز بھی حائل ہونے نہیں پاتی۔

بیس کے عدد میں حکمت

علامہ حلبی نے تراویح کی بیس رکعتوں پر حکیمانہ کلام کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

ان الحکمۃ فی کونھا عشرین ان السنن شرعت مکملات للواجبات وھی عشرون بالوتر فکانت التراویح کذالک لتقع المساواۃ بین المکمل والمکمّل	تراویح کے بیس رکعت ہونے میں یہ حکمت ہے کہ سنتیں (نوافل) فرض واجب کو مکمل کرنے کے لئے شروع کی گئیں اور فرائض نماز مع وتر کے بیس ہوتے ہیں لہذا تراویح بھی اتنی ہی ہو تاکہ تکمیل کرنے والی چیز اور مکمل میں مساوات رہے۔

مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی اپنے فتوے میں لکھتے ہیں:۔

درثبوت مواظبت صحابہ اززمان عمرؓ بریں	بیس تراویح کے عدد پر حضرت عمرؓ کے زمانے سے
عدد شکی نیست وہمچنانکہ مواظبت نبویہ	اس عدد میں شک نہیں ہے اور جس طرح حضور
سنت موکدہ میگرداند مواظبت خلفاہم	کا ہمیشہ کا عمل سنت موکدہ بن جاتا ہے
موجب سنت می شود (فتاوی صفحہ ۹ جلد اول)	اسی طرح خلفا کا ہمیشہ کا عمل بھی سنت موکدہ ہے

آمدم برسر مطلب

ہمارا مقصد اس سلسلۂ تراویح میں ابتدا سے یہ تھا کہ اول تو رمضان اور رمضان میں دن کو روزے اور رات کو تراویح کی شکل میں قیام اور اس میں قرآن کریم کی قرات، ان چار چیزوں کا اجتماع مومن کے لئے نور پہ نور اور دل کے لئے سرور پر سرور کا کام دیتا ہے۔ اس لئے رمضان میں دن کے روزوں کے علاوہ راتوں کو نماز کے قیام اور قرآن کریم کی قرات و تلاوت کا اہتمام ہونا مناسب تھا جو بے انتہا برکات اور سعادات کا باعث ہو کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی تمام دولت و ثروت ہیچ ہے۔

تراویح کی لفظی تحقیق اور فقہی مسائل

تراویح، ترویح کی جمع ہے جو عربی کے مصدر تفعیل کے وزن پر ہے۔ ترویح، ترسیح، تفصیل یہ سب مصادر تفعیل کے وزن پر ہیں۔ ترویح کا مادہ ر و ح ہے اور اس کے معنی راحت و آرام کے ہیں۔ چونکہ ہر چہار رکعتوں کے بعد نمازی آرام و راحت اختیار کرتا ہے اور سستاتا ہے اس لئے ان کو تراویح کہتے ہیں۔

ہلال رمضان نمودار ہونے کے بعد ابرمضان کی پہلی رات شروع ہوگئی ہے۔ چونکہ شریعت اسلامیہ میں رات دن سے پہلے آتی ہے اس لئے رمضان کا آغاز

چاند کے بعد ہو چکا ہے۔ اب سب سے پہلی خصوصی عبادت کی ابتدا عشا کی نماز کے بعد نماز تراویح سے ہوتی ہے۔

نماز تراویح سنت موکدہ ہے

فجر کی دو سنتوں، ظہر کی چھ سنتوں اور مغرب عشا کی دو دو سنتوں کی طرح رمضان شریف میں نماز تراویح بھی سنت موکدہ ہے جس پر صحابہ نے ہمیشگی کے ساتھ عمل کیا ہے۔ نماز تراویح کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ عشا کے فرض اور دو سنتوں اور نفلوں کے بعد تراویح پڑھنی چاہئیں۔ اور دو دو رکعت کی نیت سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ تراویح کے بعد وتر کی نماز ادا کرنی چاہئے۔ فقہ کی کتابوں میں ہے:۔

التراویح سنۃ موکدۃ للرجال والنساء ووقتها بعد صلوٰۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر وهی عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات (شرح تنویر ج ۱ ص ۲۶)	تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے سنت موکدہ ہیں اور ان کا وقت عشا کی نماز کے بعد صبح ہونے تک وتر سے پہلے ہے۔ اور ان کی بیس رکعتیں ہیں دس سلاموں کے ساتھ۔

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد اتنی ہی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں۔ واضح رہے کہ یہ مہینہ عبادت اور ذوق و شوق کا ہے۔ لیکن اگر اس قدر بیٹھنے میں نمازیوں کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو پھر اس سے کم بھی تھوڑی دیر تک بیٹھ سکتے ہیں۔ اس عرصے میں یہ ذکر زبان پر جاری رکھے:۔

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ	پاک ہے ملک اور ملکوت والا
سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ	پاک ہے عزت ہیبت اور
وَالْهَیْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِیَاءِ	قدرت و کبریا اور جبروت والا۔ پاک

Marfat.com

وَالْجَبَرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ	ہے زندہ رہنے والا۔ جو نہ سوتا ہے اور نہ
الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ سُبُّوحٌ	فنا ہوتا ہے۔ سبوح قدوس ہمارا اور
قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ	فرشتوں اور جبریل کا رب۔ اے اللہ
وَالرُّوحِ اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ	مجھے آگ سے محفوظ رکھ۔ اے پناہ دینے والے۔
يَا مُجِيرُ يَا مُجِيرُ يَا مُجِيرُ۔	اے پناہ دینے والے۔ اے پناہ دینے والے۔

٢۔ اگر کوئی شخص اتنی دیر سے عشا کی نماز کے لئے پہنچا کہ فرض ہو چکے تھے۔ اور تراویح کی نماز ہو رہی تھی تو اس کو چاہئے کہ پہلے فرض نماز پڑھے اور پھر دو سنتیں پڑھ کر تراویح میں شامل ہو اور جتنی تراویح کی رکعتیں رہ گئی ہیں ان کو وتروں کے بعد پوری کرے۔ نیز وتر امام کے ساتھ ادا کرے۔

وتروں کا تراویح سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے لیکن بہتر نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

ویصح تقدیم الوتر علی التراویح	وتر کا تراویح سے پہلے پڑھ لینا بھی صحیح ہے
وتاخیرها عنها وهو افضل	اور بعد میں بھی لیکن بعد میں پڑھنا افضل
(مراقی صفحہ ٢٢٥)	اور بہتر ہے۔

٣۔ اگر کسی شخص نے عشا کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے۔ تو اس کو دوسرے نمازیوں کے ساتھ تراویح جماعت سے پڑھنی جائز ہے جنہوں نے عشا کے فرض جماعت کے ساتھ ادا کئے ہیں۔ اسی طرح وتر بھی جماعت سے ادا کرنے جائز ہیں۔

٤۔ اگر کسی شخص نے عشا کے فرضوں کے بعد نماز تراویح پڑھ کر فراغت حاصل کر لی اور پھر معلوم ہوا کہ فرض نماز میں کوئی ایسی بات ہو گئی تھی جس سے نماز میں فساد ہو جاتا ہے تو اس کو فرض لوٹانے کے بعد تراویح کی نماز بھی دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

Marfat.com

مراقی الفلاح اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ؛۔

ولو تبین فسد العشاء دون التراویح اعاد العشاء ثم التراویح (مراقی الفلاح صفحہ ۲۲۵ فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۱۷ جلد ۱)

اگر عشا (کے فرضوں) کا فاسد ہونا ظاہر ہو گیا حالانکہ تراویح میں فساد کی کوئی بات نہیں ہوئی تو عشا کی نماز لوٹائے اور پھر تراویح بھی دوبارہ پڑھے ۔

۵۔ تراویح میں ایک قرآن کا ختم کرنا سنت موکدہ ہے

رمضان شریف کے مہینے میں ایک مرتبہ ترتیب کے ساتھ تراویح میں قرآن کریم کا ختم کرنا سنت موکدہ ہے۔ اور جب تک نمازیوں کا ذوق و شوق نہ ہو ایک سے زیادہ قرآن تراویح میں نہ پڑھا جائے ۔ حافظوں کو چاہیے کہ روزانہ سوا پارے سے زیادہ نہ پڑھیں اور ہر رکعت میں ایک رکوع کا حساب رکھیں ۔ مقتدی دن بھر روزے اور دیگر کاروبار دنیاوی میں رہتے ہیں لہٰذا ان کا خیال رکھنا ضروری ہے ۔ قوم کا بھی فرض ہے کہ وہ سستی ، کاہلی ، بے رغبتی اور بے پروائی سے کام نہ لیں بلکہ تراویح میں ذوق و شوق اور صبر سے کام لیں کہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے ۔

شبینہ

ایک رات میں قرآن کریم کو ختم کرنے کا نام شبینہ مشہور ہے ۔ شبینہ جائز ہے ۔ بشرطیکہ اس میں وہی نمازی ہوں جو ذوق و شوق سے حصہ لیں ۔ اور ان کو تمام رات کا قیام گراں نہ گذرے لیکن اگر ان پر ناگوار ہو تو پھر شبینہ مکروہ ہے ۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحؒ اور ختم قرآن

مراقی الفلاح میں امام اعظم سیدنا امام ابو

کے متعلق روایت ہے :۔

عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ انہ کان یختم فی رمضان احدی وستین ختمۃ وفی کل یوم ختمۃ وفی کل لیل ختمۃ وفی کل التراویح ختمۃ (مراقی الفلاح صفحہ ۲۲۶)

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ رمضان میں اکسٹھ قرآن ختم کرتے تھے (بایں حساب) کہ دن میں ایک اور رات میں ایک قرآن ختم کرتے اور تمام تراویح میں ایک قرآن پڑھتے۔

۶۔ بسم اللہ کا زور سے ایک مرتبہ تراویح میں پڑھنا

چونکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن کریم کی ایک آیت ہے لہٰذا کسی ایک تراویح میں کسی سورت سے پہلے حافظ کو چاہیئے کہ ایک دفعہ زور سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تاکہ مقتدی بھی سن لیں لیکن اگر اس نے آہستہ سے پڑھ لی کہ مقتدیوں نے نہ سنی تو امام کے حق میں پورے قرآن کریم کا ختم کر دینا اور سنت کی ذمہ داری سے بری ہو جانا ثابت ہو جائے گا البتہ مقتدیوں کا قرآن پورا سننا ثابت نہ ہو گا کہ اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے سننے کی کمی باقی رہ جائے گی۔

۷۔ تمام تراویح سنت موکدہ ہیں

بعض لوگ اول و آخر رمضان میں تراویح پڑھتے ہیں اور درمیان میں غائب رہتے ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ سنت موکدہ کے چھوڑنے کے مرتکب ہو کر گناہگار ہوتے ہیں۔ تمام مہینے میں تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ بعض صاحبان ختم قرآن کریم کے بعد تراویح چھوڑ دیتے ہیں یہ بھی سنت موکدہ کا ترک کر دینا ہے۔

Marfat.com

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔

لوحصل الختم لیلۃ التاسع عشر او الحادی والعشرین لایترک التراویح بقیۃ الشھر لانھا سنۃ (فتاویٰ عالمگیری صفہ ۱۱۸)

اگر قرآن کریم انیسویں یا اکیسویں (یا کسی تاریخ) کو ختم ہوا تو بقیہ مہینے تراویح نہ چھوڑی جائیں۔ کیونکہ وہ ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۸۔ سورت قل ھواللہ کا تین مرتبہ پڑھنا

آج کل عام حفاظ نے یہ رسم بنالی ہے کہ خ قرآن کے موقع پر جب سورۂ اخلاص لع قل ھواللہ پڑھنے کا وقت آتا ہے تو ا کو تین بار پڑھتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا رسم بنا مکروہ ہے اور رسم کا ترک کرنا ہی بہتر ہے۔ عالمگیری میں ہے:۔

قراءۃ قل ھو اللہ احد عقیب الختم لم یستحسنھا بعض المشائخ واستحسنھا اکثر المشائخ (عالمگیری صفہ ۳۵۱ جلد ۱)

قرآن کے ختم کے بعد قل ھو اللہ احد پڑ کو بعض مشائخ نے مستحسن قرار نہیں د اور اکثر مشائخ نے اچھا ہونا کہا ہے۔

اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ اگر کبھی کبھی ایسا کر لیا جائے تو کوئی مضا نہیں مستحسن ہے جیسا کہ اکثر مشائخ نے کہا ہے لیکن اگر موجودہ زمانے کے مطا اس کو رسم بنالیا جائے اور پابندی سے اس پر قائم رہا جائے تو پھر اس طرح یہ عم رسم بن کر مکروہ کے درجے میں پہنچ جائے گا جس کا چھوڑ دینا ہی صحیح ہے اگر کسی ایک ہی سورت کا نماز میں مکرر پڑھنا ناجائز نہیں۔

Marfat.com

کچھ حفاظ کے متعلق

حفظ قرآن ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کا تمام مال و دولت، عزت و وجاہت، حکومت اور سلطنت دے کر حفظ قرآن کی دولت مل جائے تو ارزاں ہے۔ اور اگر کسی کے پاس حفظ قرآن کی دولت ہو اور دنیا کا کچھ نہ ہو تو اس کے پاس سب کچھ ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ننھے ننھے سینے قرآن کی دولت اگلتے ہیں اور اس خزانے کے موتی تراویح میں فر فر سنا کر لٹاتے ہیں۔ حافظوں کے سینے قرآن کے دفینے ہیں جن میں خزانوں کے انبار لگے ہیں۔ اللہ اللہ کتنا پرلطف ہوتا ہے وہ منظر جب چھوٹے چھوٹے حافظ بچے تراویح میں قرآن کریم سنا کر سننے والے مومنوں کے دلوں کو باغ باغ بنا دیتے ہیں۔ یہ بھی قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اگر بالفرض صفحات کاغذ سے قرآن کو مٹا دیا جائے تو دلوں کی لاکھوں تختیاں ایسی ہیں جن سے دنیا کی کوئی قوت قرآن کو محو نہیں کر سکتی۔ یہ صرف اس لئے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار خود خدا ہے جس کا یہ کلام ہے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

فضیلت حفظ قرآن و عامل قرآن

قرآن کریم حفظ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بارے میں حدیث میں ہے:

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن فاستظھرہ فاحل حلالہ وحرم حرامہ ادخلہ اللہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد وجبت لہ النار (دارمی، ابن ماجہ، احمد اور ترمذی نے روایت کی)

علیؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآ پھر اُسے یاد کیا اور اس کے حلال کو حلا اور حرام کو حرام تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت داخل کرے گا اور اس کے دس گھر وال (جن کے فسق کی وجہ سے ان پر جہنم وا ہو گئی تھی) حق میں اس کی شفاعت قبو

اگرچہ اس حدیث کو ترمذی نے غریب کہا ہے کیونکہ اس کا راوی حفص سلیمان قوی نہیں تاہم فضیلت کے باب میں یہ حدیث قابل قبول ہو سکتی

قاری قرآن اور عالم باعمل کی فضیلت

ایک اور حدیث ہے

عن معاذ الجھنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن وعمل بما فیہ البس والداہ تاجا یوم القیامۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم من عمل بھذا (احمد و ابو داؤد)

معاذ جہنی سے روایت ہے انہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے قرآن پڑھا اور جو کچھ اس میں ہے پر عمل کیا تو اس کے ماں باپ قیامت ایک تاج پہنائے جائیں گے جس کی روشنی کی روشنی سے جو تمہارے دنیا کے گھروں میں زیادہ اچھی ہوگی پس تمہارا کیا گمان ہے متعلق جس نے قرآن پر عمل کیا۔

اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں حافظوں اور عالمان دین کے متعلق موجود ہیں جن سے حافظوں، قاریوں اور علما کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ بہرحال جب ..ت حال یہ ہے تو تراویح میں قرآن پڑھنے والے حافظوں کا مقام یقیناً ..ت بلند ہے۔

..ت حفاظ | کتنے ایک حافظ صاحبان قرآن کریم سنانے کا معاوضہ ٹھہرا لیتے ہیں حفاظ کو چاہیئے کہ تراویح میں قرآن کریم کے پڑھنے کی اجرت ..رائیں، یہ نیت بھی نہ کریں کہ وہ چند ٹکوں کے بدلے قرآن کریم کو فروخت کر رہے ..ت خالص اور دل مخلص سے رمضان میں فی سبیل اللہ قرآن سنائیں۔ جو ..سودا بازی کرتے ہیں وہ دراصل حفظ قرآن کی قیمت کو گراتے ہیں۔ ہاں ..لین کو چاہیئے کہ ختم قرآن کے موقع پر ان کی بیش از بیش خدمت کریں ..ی قلیل البضاعت اور زمانے کی دینی کساد بازاری کے باعث کس مپرسی کے ..ول لاچار حافظوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ دراصل دین کو اسلامی حکومتوں کی ..پرستی کی بے حد ضرورت ہے۔ اس لئے حفاظ اور علما کے لئے اسلامی حکومتوں ..ظائف کا اجرا دین و مذہب کی سربلندی کا سبب ہو سکتا ہے۔

بعض حافظ نہیں بلکہ بہت سے حافظ پہلی اور دوسری تراویح میں ایک ایک ..پڑھ جاتے ہیں اور لوگوں کو مضطرب بنا چھوڑتے ہیں اور بقیہ اٹھارہ تراویح ..یا دو پارہ جلد جلد پڑھ کر گداگد رکوع و سجود کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں ..تر کی روح کے قطعاً منافی ہے۔

بعض حافظ صاحبان ابتدائی ایام میں قرآن کریم کا اکثر حصہ ختم کر دیتے

ہیں اور آخری ایام میں پڑھنے کے لئے تھوڑا سا حصہ رکھ لیتے ہیں۔ یہ اعتدال کے قطعاً خلاف ہے۔

بعض صاحبان کئی مساجد میں سنا کر حصول زر کا سامان فراہم کرتے ہیں یا یہ کہ دس دن میں ایک مسجد میں اور دوسرے دس دن میں دوسری مسجد میں اور تیسرے دس دن میں کسی تیسری مسجد میں قرآن کریم کے ختم کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں اس طرح زیادہ روپیہ کمانے کے لئے رمضان کو سیزن بناتے ہیں۔ اور ہر جگہ فوراً اور بعجلت قرآن کریم ختم کرتے ہیں کہ رکوع و سجود برائے نام رہ جاتے ہیں۔

بعض حفاظ اتنا تیز قرآن پڑھتے ہیں کہ سننے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا جب رکوع ختم کرتے ہیں تو یعلمون اور تعلمون کا لفظ سمجھ میں آتا ہے اور بس اس کی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ انہیں قرآن یاد نہیں ہوتا۔ نہ الفاظ صاف پڑھے اور نہ کوئی غلطی نکالے گا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

حفاظ کی معاصرانہ چشمک

بعض حفاظ اپنی مسجد میں جلد تراویح پڑھا کر دوسرے حافظوں کا تعاقب کرتے ہیں اور ان کو اثنائے قرات قرآن میں ٹوک کر راہ سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہیں بعض حافظ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ انہوں نے پیچھے ٹوکنے والے حافظوں کو اثنائے تلاوت میں گالیاں تک دی ہیں لیکن اس طرح کہ دوسرے یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن ہی پڑھا جا رہا ہے۔ یہ بات لہجے سے متعلق ہے۔ کپورتھلہ جہاں کے کالج میں یہ راقم الحروف بارہ سال پروفیسر رہا وہاں ایک حافظ صاحب کے متعلق روایت سننے میں آئی کہ وہ ٹوکنے والے حافظوں کو جوان کے ساتھ تھرا

تے تھے تراویح میں قرآن کی قراءت کے اثنا میں عربی لہجے میں گالیاں دے جاتے اور نماز جاری رکھتے تھے۔

بعض حافظوں کو جن کو پورا قرآن یاد نہیں ہوتا وہ درمیان سے اتنے حصے کو چھوڑ کر آگے چل دیتے ہیں اور بے چارے مقتدیوں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

سامع

سامع کا حافظ کے پیچھے ہونا نہایت ضروری ہے۔ لیکن بعض سامع جو کسی حافظ کے استاد ہوتے ہیں وہ اپنے شاگرد کی غلطیوں کو نظر انداز کر جاتے ہیں مبادا شاگرد کا بھرم کھل جائے۔ اور بعض حافظ اپنی غلطیوں کو تسلیم نہیں کرتے اور کسی جائز لقمہ دینے کو بھی قبول نہیں کرتے۔

الم ترکیف اور تراویح

حافظوں کی ان آفات سے نجات اور خلاصی کے لئے علما نے لکھا ہے کہ پھر الم ترکیف سے قل اعوذ برب الناس تک کی سورتوں سے تراویح کا پڑھنا بہتر ہے۔ اور کچھ اس لئے کہ اگر کسی جگہ لوگ پورا قرآن کریم سننے میں سست ہو جائیں تو پھر الم ترکیف سے تراویح پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ قوم کی بدقسمتی کا مقام ہے کہ وہ ختم قرآن کی بجائے الم ترکیف پر قناعت کر بیٹھے۔ ہاں اگر حافظ صاحب ہی دستیاب نہ ہوں تو پھر ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں۔

نابینا اور نابالغ حافظ کی امامت

فقہا نے اس نابینا کے پیچھے جو نجاست سے پوری احتیاط کرتے ہیں۔ بلا کراہت نماز پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے:۔

عن انس قال استخلف رسول اللہ ... انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم مقام
یؤم الناس وھو اعمیٰ	بنایا ابن ام مکتوم کو کہ وہ لوگوں کی امامت
(رواہ ابوداؤد)	کریں حالانکہ وہ نابینا تھے۔

معلوم ہوا کہ نابینا کا امام بنانا بلا کراہت جائز ہے۔ البتہ حنفیوں کے نزدیک نابالغ لڑکوں کو امام بنا کر ان کے پیچھے فرض نمازیں پڑھنا جائز نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں :۔

"نہ امامت کرے وہ لڑکا جس پر حدود (احکام خداوندی) واجب نہیں ہوئیں" (مظاہر حق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ)

عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں :۔

"نہ امامت کرے لڑکا یہاں تک کہ اس کو احتلام (یعنی بالغ) نہ ہو"
(مظاہر حق کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ)

نوافل اور تراویح میں بھی بہتر یہ ہے کہ نابالغ لڑکوں کو امام نہ بنایا جائے لیکن اگر نابالغ حافظوں کے پیچھے تراویح پڑھ لی جائیں تو گنجائش ہے بلخ مصر اور شام کے حنفی علماء و فقہا نے نوافل میں نابالغ لڑکوں کی امامت کو جائز قرار دیا ہے۔ مذکورہ فقہا کے علاوہ اور فقہائے احناف نے نابالغ لڑکوں کے پیچھے تراویح اور نوافل کو بھی جائز قرار نہیں دیا۔ دراصل نابالغ لڑکے اپنی طہارت کا پورے طور پر خیال رکھنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ صحیح نماز پڑھانے کے اہل بھی نہیں ہوتے۔ امام کا عالم ہونا ضروری ہے کہ اس کی اہلیت پر مقتدیوں کی نماز کا دار و مدار ہے۔ کیا تعجب ہے اور بالخصوص ایسے موجودہ دور میں کہ ایسے

Marfat.com

غیر ذمہ دار لڑکے طہارت سے بھی دور رہتے ہوں اور ایسی حالت میں نماز پڑھانے کی بھی پروا نہ کرتے ہوں۔

حکایت بعض لوگوں کو یہ حکایت کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ بعض امام دیہات میں وضو کے بغیر بھی نماز پڑھا دیتے ہیں دریغ نہیں کرتے۔ جب ان سے کہا گیا تو جواب ملا کہ یہ مجھے کون سا معاوضہ دیتے ہیں کہ میں نماز پڑھانے کے لئے ان کی خاطر وضو کی تکلیف برداشت کروں۔ جیسا ان کا دینا ویسا ہی میرا گانا بجانا۔ لہذا احتیاط یہی ہے کہ نابالغ حافظوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے لیکن اگر زمانے کے حالات کے تقاضے کچھ اور ہوں۔ حافظوں کی کمی ہو اور ایسے نابالغ حفاظ طہارت کا خیال اور صحیح نماز پڑھانے سے باخبر ہوں تو پھر بہر حال ان کے پیچھے تراویح پڑھنے کی گنجائش ہے۔ راقم الحروف کا خود مشاہدہ ہے کہ میں نے لڑکے تو لڑکے بعض سمجھ دار ادھیڑ عمر کے متین آدمی بھی بغیر وضو نماز پڑھتے اور پڑھاتے دیکھے ہیں۔

الحاصل حفاظ اور مقتدیوں کو رمضان کی راتیں اسی ذوق و شوق سے عبادت میں گذارنی چاہئیں کہ تراویح اور رمضان کی روح دلوں میں جلوہ گر ہو جائے صحابہ کا یہ حال ہوتا تھا کہ ساری ساری رات تراویح میں گذار دیتے تھے اور لطف لے لے کر پڑھتے تھے۔ حدیث میں ہے:

عن عبد اللہ بن ابی بکر قال	عبد اللہ بن ابی بکر سے ہے انہوں نے کہا
سمعت ابیًّا یقول کنا ننصرف	کہ میں نے ابی (بن کعب) سے سنا وہ
فی رمضان من القیام	کہتے تھے کہ ہم رمضان کی تراویح پڑھ کر

Marfat.com

نستعجل الخدام بالطعام مخافة فوت السحور (فی اخری) مخافة الفجر (رواہ مالک)

لوٹتے تھے تو خادموں کے کھانا جلد پکانے کو کہتے سحری کے رہ جانے کے خوف کی وجہ سے۔

سحری

سحری کا لفظ سحر سے نکلا ہے ۔ روزہ رکھنے کے لئے رات کے آخری حصے میں کھانے کا نام سحور، سحر یا سحری ہے ۔ سحور میں برکت ہے، نشاط ہے روزے کا اہتمام ہے ۔ رات کے آخری وقت اٹھنا نیند کو چھوڑ کر روزے کی تیاری کرنا بڑی عبادت اور جہاد ہے ۔ سحری صبح کو جلد اٹھنے کی عادت پیدا کرتی ہے ۔ سحری کا وقت رات کا آخری چھٹا حصہ ہے ۔ سحری کا وقت معرفت اور دل سے حجاب اٹھنے کی ساعت ہے ۔ سحری کی سنت مسلمانوں کے لئے خاص رحمت کبریٰ ہے ۔
سحری کا وقت رات کا آخری وقت ہے ۔ سحری ہلکی اور تھوڑی ہونی چاہئے ۔

رویت ہلال کے بعد نماز دیر سے مسلمان فارغ ہو کر سو چکے ہیں ۔ سوتے سوتے رات کا آخری وقت ہو چکا ہے ۔ اب سحری کی سنت کا وقت آچکا ۔ لیکن سحری کھانے سے پہلے سحری کی تفصیلات معلوم ہونا ضروری ہیں ۔ جو حسب ذیل ہیں :-

Marfat.com

سحور، سحر یا سحری کی لغوی حقیقت

سَحور سین کے زبر اور پیش کے ساتھ دونوں طرح درست ہے لیکن سَحُور (زبر کے ساتھ) اسم ہے جس کے معنی آخری شب کی غذا اور طعام کے ہیں اور سُحور (سین کے پیش کے ساتھ) مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں سحری کا کھانا کھانا۔ اور ہماری زبان میں عام طور پر اس کو سحری کہتے ہیں۔ ان سب الفاظ کی مراد عرف عام میں اس کھانے سے ہے جو روزہ رکھنے کے لئے صبح صادق ہونے سے پہلے رات کے آخری حصے میں کھایا جائے۔ عربی کی مستند لغت کی کتاب میں سحر کے متعلق حسب ذیل تحقیق پیش کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں:

السحر هو قُبَيْلُ الصبح — سحر صبح صادق ہونے سے کچھ دیر پہلے وقت کا نام ہے

لیکن کشاف میں سحر کے وقت کا تعین ان الفاظ میں کیا گیا ہے لکھتے ہیں:۔

السحر هو السدس الاخير من الليل — سحر رات کے آخری چھٹے حصے کا نام ہے۔

اس عبارت کا یہ منشا ہے کہ فرض کیجیے اگر رات بارہ گھنٹے کی ہو اور سورج چھ بجے چھپا ہو تو رات کے آخری دو گھنٹے یعنی چار بجے سے چھ بجے کا وقت سحر کہلائے گا۔ اور اس وقت میں جو کھانا کھایا جائے ا۔ سحور کہتے ہیں۔ اور بعض محققین نے اس کے وقت کی ابتدا نصف شب سے قرار دی ہے یعنی سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا اس تحقیق کی بنا پر اگر کوئی شخص آدھی رات ہونے پر سحری کھائے گا تو اس کو سنت کا ثواب مل جائے گا

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری کا وقت

اس سلسلے میں ہمیں یہ تحقیق کرنا ہوگا کہ آنحضور نے سحری کس وقت تناول فرمائی؟

حدیث کی مشہور و مستند کتاب مسلم میں حضرت زید بن ثابت سے حسب ذیل روایت پہنچی ہے۔ وہ فرماتے ہیں :-

تسحرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قمنا الی الصلٰوۃ قلت کم کان قدر ما بینھما قال خمسین اٰیۃ	ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی پھر ہم نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ میں نے کہا کہ دونوں (سحری اور نماز) کے درمیان کتنے وقت کا فاصلہ تھا فرمایا پچاس آیتوں کا۔

اس حدیث سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سحری تناول فرمانے اور نماز کے لئے قیام کرنے کا درمیانی عرصہ اس قدر معلوم ہوا کہ جس میں پچاس آیتیں پڑھی جا سکیں۔ مگر امام بخاری نے اسی حدیث کو روایت کرتے ہوئے اتنی تشریح اور کی ہے۔

ای متوسطۃ لا طویلۃ ولا قصیرۃ لا سریعۃ ولا بطیئۃ	یعنی پچاس متوسط درجے کی آیتیں نہ طویل اور نہ چھوٹی نہ جلدی سے پڑھی گئی ہوئیں اور نہ ٹھہر ٹھہر کر

اگرچہ امام بخاری نے قارئین کے لئے پچاس آیتوں کی نوعیت متعین کر دی لیکن وقت کا تعین انہوں نے بھی نہیں کیا۔ البتہ ابن حجرؒ نے امام بخاری کے قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :-

یعنی قدر ثلث خمس ساعۃ (ای اربع دقائق) ولعلھا مقدار ما یتوضأ الخ	یعنی تین پانچ ساعت کی مقدار جو چار دقیقوں کے برابر وقت ہے اور شاید کہ وضو کرنے کی برابر وقت کا عرصہ۔

حافظ ابن حجرؒ نے گویا آنحضور علیہ السلام کے سحری کھانے اور نماز کے لئے صبح

ہوتے ہی قیام کرنے کے درمیان کا عرصہ اتنا تحریر فرمایا ہے کہ اتنے عرصے میں سحری کھانے کے بعد حضورؐ نے وضو کی کہ اس کے بعد صبح ہو گئی۔ گویا تقریباً صبح صادق سے آٹھ دس منٹ پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سحری تناول فرما کر فارغ ہو گئے تھے۔

ہماری تحقیق کا منشا صرف یہ ہے کہ سحری کا رات کے آخری حصے میں کھانا مستحب ہے۔ البتہ خطرہ مول لینا مناسب نہیں۔ آج کل شہروں میں سحری و افطار کے زبردست انتظامات ہوتے ہیں۔ تاہم گولا چھوٹنے اور سائرن بجنے سے چند منٹ پہلے فارغ ہو جانا چاہئے۔ لیکن اگر گولے چند منٹ پہلے چھوڑے جاتے ہیں تو منہ صاف کرنے یا پانی پینے وغیرہ میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ اپنی گھڑی کی صحت اور ظاہری وقت کے پیمانے پر اعتماد ہو۔ تاہم ہر حال میں احتیاط لازم ہے۔

سحری کے فضائل سحری کا کھانا سنت ہے۔ سحری کی حدیث میں بڑی ہی فضیلت آئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسحّروا فان فی السحور برکة	انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔
(مسلم باب فضل السحور)	(مسلم)

سحری میں برکت کا مطلب تسحّروا کے معنی "سحر کے وقت کچھ کھا لیا کرو" کے ہیں۔ رہا سحری کھانے میں برکت کا مطلب تو برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔ علاوہ ازیں اگر سحری میں برکت سے عام معنی مراد

Marfat.com

لیے جائیں اور وہ یہ ہیں کہ چیز اگرچہ تھوڑی ہو لیکن اچھی نیت کے باعث اس میں اللہ تعالیٰ ایسا اثر چھپا دیتے ہیں کہ ذراسی چیز زیادہ مقدار کے برابر کام دے جاتی ہے۔

سحری میں برکت اس لئے بھی کہ عموماً سحری تھوڑی کھائی جاتی ہے اور اتنی ہی غذا کھا کر انسان تمام دن روزہ رکھنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ گویا یہ سحری صبح کے ناشتے اور دوپہر کے کھانے کا کام دیتی ہے حالانکہ ناشتے اور دوپہر کے کھانے سے سحری کی مقدار کم ہوتی ہے اور یہی برکت کا مطلب ہے کہ دو وقت کی غذا کی مقدار کی برابر سحری کا تھوڑا سا کھانا تمام دن کے روزہ رکھنے میں معاون ہوتا ہے اور برکت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ روزہ رکھنے کی قوت پیدا کرتا اور مشقت کو ہلکا بنا دیتا ہے۔

سحری کے بعض اور فضائل

حدیث میں ہے کہ تین ایسے آدمی ہیں کہ ان سے کھانے کا قیامت میں کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ بشرطیکہ ان کی روزی حلال ہو۔ روزہ دار سحری کھانے والا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں محافظ یعنی دارالاسلام میں رہ کر کفار سے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا۔ (یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے) لیکن اس حدیث کے دو راوی مجہول الحال ہیں۔

ایک اور حدیث میں جو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔ سحری کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی ہے۔

عن العرباض بن ساریۃ قال دعانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عرباض ابن ساریہ سے ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں مجھے

Marfat.com

الی السحور فی رمضان فقال ھلم — سحری کھانے کے لئے بلایا تو فرمایا کہ میرے پاس

الیٰ الغذاء المبارک (ابوداؤد نسائی) — مبارک ناشتہ (یعنی سحری) لاؤ۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کو مبارک ناشتہ فرمایا۔ گویا یہ ایک قسم کا روزہ دار کا ناشتہ ہے لیکن وقت سے پہلے آخر شب میں روزے کی تیاری کے لئے کھائے جانے کے باعث اس کو مبارک فرمایا۔

سحری کا فلسفہ

اس میں شک نہیں کہ سحری کا کھانا تمام دن کے روزے کے لئے ایک قسم کا سہارا ہے لیکن ہر چیز کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے۔ ہمارے خیال میں سحری کے وقت اٹھنے اور کچھ کھا کر روزے کی تیاری کے لئے مستعد ہونے کے علاوہ رات کا آخری حصہ خداوند تعالیٰ کی رحمتوں کے نزول کا خاص حصہ ہوتا ہے۔ یہ رات کا آخری حصہ نیند کے غلبے، اعضائے انسانی کی راحت پذیری اور دماغی و قلبی قوتوں کو تسکین اور آرام دینے کا خاص وقت ہوتا ہے۔ بخلاف رات کے دوسرے حصوں کے کہ ان میں یہ کیفیت نہیں ہوتی وہ مریض جو اپنے مرض کے باعث رات بھر بے خوابی میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں۔ رات کا آخری حصہ انہیں بھی تھپک کر سلا دیتا ہے۔ ایسے خواب آور وقت میں روزہ دار کا اٹھنا خود ایک زبردست مجاہدہ ہے۔ اس وقت اللہ کے لئے روزہ رکھنے کی خاطر سحری کا تناول کرنا۔ آرام، بستر اور سکون کو اللہ کے لئے قربان کر دینا ہے جو معمولی بات نہیں ہے۔ قرآن کریم میں اس وقت نیند کو قربان کر کے عبادت کرنے والوں اور آرام کو خیرباد کہنے والے اہل ایمان کے متعلق خاص طور پر فرمایا ہے:۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ — (ایماندار لوگ) رات کے آخری حصوں میں اللہ سے استغفار کرتے ہیں

Marfat.com

علامہ اقبال نے خوب کہا ہے ؎

جب عشق سکھاتا ہے آداب سحر گاہی　　کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو　　کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

یہ وقت رب غفور کی رحمتوں کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ دل کو اس وقت عبادت کرنے میں جو لطف حاصل ہوتا ہے وہ اور کسی وقت میں نہیں ہوتا۔ عارفین کے دل پر معرفت کے دروازے اسی وقت کھلتے ہیں۔ غفلتیں دور ہوتی ہیں اور پردے اٹھتے ہیں۔ عارف شیراز حضرت حافظ صاحب اسی وقت کی کیفیت کے متعلق حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند　　واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند

بے خود از شعشۂ پرتو ذاتم کردند　　بادہ از جام تجلی صفاتم دادند

چہ مبارک سحرے بود وچہ فرخندہ دمے　　آں شب قدر کہ ایں تازہ براتم دادند

بعد ازیں روئے من وآئینۂ وصف جمال　　کہ در آنجا خبر از جلوۂ ذاتم دادند

من اگر کامروا گشتم وخوشدل چہ عجب　　مستحق بودم وایںہا بزکاتم دادند

ہاتف آں روز بمن مژدہ ایں دولت داد　　کہ بر آں جور وجفا صبر وثباتم دادند

ایں ہمہ شہد وشکر کز سخنم می ریزد　　اجر صبریست کزاں شاخ نباتم دادند

ہمت حافظ وانفاس سحر خیزاں بود
کہ زبند غم ایام نجاتم دادند

پہلے، تیسرے اور آخری شعروں میں حافظ مرحوم نے سحر خیزی اور آخر شب میں نور معرفت کے حصول کی کیفیت کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال سحر کے وقت اٹھنا اہل معر

Marfat.com

کا دستور ہے اور مقبولیت دعا کا یہ خاص وقت ہے عشا کی نماز کے بعد جلد سو جانا اور صبح جلد اٹھنا زندگی کے زریں اصول میں سے ہے۔ سحری مسلمان کو اسی اصول کا سبق سکھاتی ہے۔ اور سحر خیزی کی عادت سکھاتی ہے۔

سحری مسلم اور دیگر اہل کتاب میں خط امتیاز ہے

سحری میں برکت اور مذکورہ فوائد کے لئے ایک اور حکمت بھی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اور وہ یہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں سحری کا دستور نہ تھا اس لئے ان سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے سحری کو جاری کیا گیا۔ عمرو بن عاص رضؓ سے روایت ہے:۔

عن عمرو بن العاص ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فصل ما بین صیامنا و صیام اهل الکتاب اکلة السحر (مسلم کتاب الصیام)	عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان سحری کے ذریعہ امتیاز قائم ہے۔

لہٰذا اہل کتاب اور مسلمانوں میں سحری خط امتیاز ہے اس سے معلوم ہوا کہ اقوام میں امتیازی نشان نہایت ضروری ہے۔ آغاز اسلام میں بھی رمضان میں رات کو سو جانے کے بعد کھانے اور وظیفۂ زوجیت ادا کرنے کی اجازت نہ تھی بعض صحابہ سے تکمیل خواہش نفس کا ارتکاب ہوا چنانچہ حسب ذیل آیات نازل ہوئیں:۔

كُلُوا وَ اشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ	تم (رمضان کی راتوں میں) کھانا پینا جاری رکھو تا آنکہ صبح صادق کی دھاری رات کی تاریکی سے جدا ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔

Marfat.com

سحری کے کھانے کی مقدار

سحری زیادہ مقدار میں کھانا کہ جس سے کھٹی کھٹی ڈکاریں آنے لگیں مکروہ ہے۔ سحری مختصر ہونی چاہئے۔ اگر ہلکی ہو تو بہتر ورنہ جیسی مل جائے۔ سحری کھانے کا ثواب ملتا ہے اور سنت پر عمل کرنے سے اجر و برکت حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن نہ کھانے سے سنت ترک ہوتی ہے

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے۔

السحور برکۃ فلا تدعوہ ولو ان یجرع جرعۃ من ماءٍ فان اللہ وملئکتہ یصلون علی المتسحرین (مسلم)

سحری کھانا برکت ہے اسے چھوڑا مت کرو اگرچہ ایک گھونٹ پانی کا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمتیں بھیجتے اور دعائیں کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ پانی کے ایک گھونٹ سے بھی سحری کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے۔

تسحروا ولو بلقمۃ سحری کھایا کرو اگرچہ ایک لقمہ ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم سحور المومن التمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔ (ابو داؤد)

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ روٹی یا چاولوں کے ایک لقمے کھیر کے ایک چمچے اور ایک کھجور سے بھی سحری کی سنت ادا ہو جاتی ہے۔ البتہ کھجور کی سحری کو بہتر فرمایا گیا ہے۔ نسائی کی روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس سے فرمایا:۔

یا انس انی ارید الصیام اطعمنی یعنی اے انس میرا روزہ رکھنے کا ارادہ ہے

Marfat.com

انیثاً فاتیتہ بتمرو اناء فیہ ماء — مجھے کچھ کھانے کے لئے دے چنانچہ میں ایک کھجور اور ایک برتن جس میں پانی تھا لایا۔

بہرحال سحری کا سنت ہونا مسلم ہے اور اس کی فضیلت میں کوئی شبہ نہیں نیز یہ بھی کہ رات کے آخری حصے میں کھانا مستحب ہے۔ ابن منذر نے سحری کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔

مسائل سحری

سحری رات کے آخری حصے میں کھانی مستحب ہے لیکن اتنی دیر بھی نہیں کرنی چاہیئے کہ رات اور صبح میں شک پڑ جائے۔

ہدایہ اور شامی میں ہے:۔

المستحب تاخیرہ الا انہ اذا شك فی الفجر فالافضل ان یدع الاکل (ہدایہ صفحہ ۲۰۷ ج ۱ شامی صفحہ ۱۸۳ ج ۱) — اور سحری کا دیر سے کھانا مستحب ہے ہاں اگر صبح میں شک ہو جائے تو افضل یہ ہے کہ کھانا پینا چھوڑ دے۔ (ہدایہ۔ شامی)

۲۔ اگر آنکھ نہ کھلنے کے باعث یا اور کسی وجہ سے سحری نہ کھائی جا سکے تو سحری کے بغیر ہی روزہ رکھنا ہوگا سحری نہ کھا سکنے کا بہانہ کرنا اور روزہ نہ رکھنا ضعف ایمان اور پست ہمتی ہے۔

۳۔ جب تک صبح نہ ہو جائے تب تک سحری کھانا درست ہے۔ اگر موذن نے غلطی سے فجر سے پہلے اذان دے دی یا مرغوں نے رات کے وقت اذانیں دینی شروع کر دی تو سحری سے رک جانے کی ضرورت نہیں جبکہ آپ جانتے ہیں کہ ابھی رات ہے۔

۴۔ اگر کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال کر کے کہ ابھی رات ہے اس نے

سحری کھالی لیکن پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو چکی تھی تو اس دن کا روزہ نہ ہوگا۔ رمضان کے بعد اس کی قضا کرنا ہو گی۔ اس شخص پر کفارہ نہیں آئے گا کہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ البتہ اس دن بھی روزہ داروں کی طرح رہنا ہو گا کہ نہ کچھ کھایا جائے اور نہ پیا جائے۔

۵۔ اگر اتنی دیر میں اٹھا کہ صبح ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو ایسی صورت میں سحری نہ کھائے۔ کیونکہ شبہ کی صورت میں کچھ کھانا مکروہ ہے۔ اگر ایسے شبہ کی حالت میں سحری کے طور پر کچھ کھا پی لیا تو گناہ کیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو گئی تھی تو اس صورت میں روزہ قضا رکھنا پڑے گا۔ لیکن اگر شبہ ہی رہا اور صبح کا ہونا یقینی طور پر معلوم نہ ہوا تو پھر روزہ سمجھا جائے گا اور اس کی قضا نہ ہو گی لیکن احتیاط یہ ہے کہ شبہ کی حالت میں سحری نہ کھائے اور اگر کھائے تو احتیاطاً اس دن کا روزہ پھر رکھے۔

مذکورہ بالا ہر دو مسائل میں اتنا فرق ہے کہ مسئلہ ۴ میں یہ خیال تھا کہ ابھی رات ہے اور مسئلہ ۵ میں یہ ہے کہ صبح ہونے کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔

روزے کی نیّت

روزے میں نیت ضروری ہے ۔ نیت سحری کھانے کے بعد صبح صادق سے پہلے کرنی چاہیئے ۔ ہر قسم کے نفلی ، نذرِ معین اور رمضان کے فرض روزوں کی نیت زوال سے پہلے تک کرسکتا ہے ۔ نذرِ مطلق ، قضائے رمضان ، نفل روزے کی قضا کے لئے رات سے نیت ضروری ہے ۔

تمام عبادتیں جو اسلام میں اصل ہیں نیت کے بغیر درست نہیں ہوتیں یا دلوں میں نیت پر اجر و ثواب مرتب ہوتے اور ملتے ہیں ۔ اسی لئے نماز ، روزہ ، زکوٰۃ ، حج کو ان کی نیت کرکے ادا کرنا ضروری ہے نیت کے بغیر نہ نماز و زکوٰۃ درست ہے اور نہ روزہ و حج ۔ اس سلسلے میں ہم آپ کو وہ حدیث یاد دلاتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے :-

انما الاعمال بالنیات — اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ۔

یہ حدیث نہایت تفصیل طلب ہے مختصر یہ کہ اچھے عمل کو ارادے اور دلی خیال سے کرنے کی ضرورت ہے ۔ البتہ گناہ کی کسی بات میں نیکی کا کوئی پہلو متعین کرلینے اور اس کی کسی شق میں اپنے قیاس اور گمان کے مطابق کوئی اچھی نیت قائم کرلینے سے وہ برائی کا پہلو درست نہیں ہوتا ۔ مثلاً اگر کوئی شخص چوری کرتا ہے اور اس میں یہ نیت کرلیتا ہے کہ میں چوری کئے ہوئے سامان سے غریبوں کی مدد کروں گا اور دلیل میں انما الاعمال بالنیات کو پیش کرنے لگے

Marfat.com

تو یہ امر سراسر غلط ہے۔ ہاں کسی جائز امر میں بھی بعض اوقات نیت کی برائی جائز عمل بھی گناہ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص تہجد کی نماز یا اشغال ریا کاری کے لئے پڑھتا اور کرتا ہے تو یہ نیک عمل بھی انما الاعمال بالنیات کے ماتحت آکر ناجائز ہو جائے گا۔ بہرحال اصل اور مقصود عبادتوں میں نیت ضروری ہے۔ اس کے برعکس جو چیزیں عبادتوں کا ذریعہ بنتی ہیں ان میں سے نیت کا حکم ہے ان میں نیت ضروری ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسے وضو کرتے وقت اگر یہ نیت بھی نہ ہو کہ میں نماز کے لئے وضو کر رہا ہوں تب بھی وضو ہو جائے گا اور اس سے نماز پڑھنا درست ہو جائے گا یا مطلقاً وضو کی نیت ہی نہ ہو۔ ویسے ہی بلا ارادہ وضو عمل میں آجائے تب بھی وضو درست ہو جائے گی۔ اس کے برعکس تیمم میں نیت ضروریت ہے۔

نیت کا مرکز دل ہے اور زبان سے تصدیق ہوتی ہے

نیت کا تعلق دل سے ہے اگر انسان دل سے کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو یہی نیت ہے۔ البتہ زبان سے کہنے میں اس کی تائید ہو جاتی ہے۔ اگر کسی شخص نے دل میں عصر کی نماز کا ارادہ کیا اور زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو ایسی صورت میں دل کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا اور نماز ہو جائے گی۔ اسی طرح سحری کھا کر کسی نے اگلے دن کے روزے کی دل میں نیت کی اور زبان سے اگلے دن کے روزے کی بجائے اس کے بعد کے روزے کا لفظ نکلا تو دل کی نیت درست ہوگی۔ روزہ خواہ نفل ہو یا فرض ہر حالت میں جس دن کا روزہ رکھنا ہو اس کی دل میں نیت کرنی ضروری ہے۔ اور زبان سے الفاظ

میں نیت کا ادا کرنا اور بھی بہتر ہے۔ البتہ نیت کا مرکز دل ہے۔ اگر کوئی شخص دل میں یہ ارادہ کر لیتا ہے کہ میں کل کا روزہ رکھوں گا تو ایسے ارادے سے ہی نیت ہو جاتی ہے اور روزہ ادا ہو جاتا ہے۔

روزے کی نیت کا وقت اور موقع

روزے کی نیت کا صحیح وقت عقلاً وہ ہے جب انسان رات کے آخر میں سحری سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت صبح صادق ہونے سے پہلے روزے کی نیت کر لینی چاہیے۔ یہ اس لئے کہ کسی عبادت کے آغاز سے پہلے ہی اس کی نیت ہو جانی ضروری ہے۔ لیکن فطرت کے بعض ایسے تقاضے ہیں جن میں وہ وقت ہاتھ سے نکل سکتا ہے مثلاً سحری کے لئے آنکھ نہ کھل سکے اور صبح ہو جائے تو اس فطری مجبوری کے باعث صبح کے بعد بھی نیت کرنے کے جواز کی گنجائش ہونی چاہیئے۔ چنانچہ روزے کی نیت کے لئے سورج کے زوال سے پہلے پہلے تک وقت کی حد بندی کر دی گئی ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص رات کو ایسا سویا کہ سورج کے زوال سے ذرا پہلے اٹھا تو اس وقت بھی روزے کی نیت کر لینے سے روزہ ادا ہو جائے گا۔ یا اٹھ تو صبح ہی گیا تھا لیکن روزے کے رکھنے اور نہ رکھنے میں تذبذب تھا تو اس کے لئے زوال سے پہلے پہلے نیت کی گنجائش ہے۔ بشرطیکہ روزے کے خلاف کوئی امر صادر نہ ہوا ہو۔ چنانچہ فقہائے احناف کے نزدیک رمضان کے روزوں اور ہر قسم کے نفل روزوں اور نذر معین کے روزوں میں شرعی آدھے دن یعنی زوال آفتاب سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے بھی روزہ درست ہو جائے گا۔ البتہ قضا، کفارے اور نذر مطلق کے روزوں میں رات سے نیت کرنی ضروری ہے۔

Marfat.com

نذرِ معین کے روزے وہ روزے ہوتے ہیں (جیسا کہ پہلے بھی گذرا) جن کے لئے انسان منت مانتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں شعبان کے مہینے کی دوسری تیسری اور چوتھی تاریخوں کے تین دن کے روزے رکھوں گا۔ یا فلاں ماہ کے جمعہ کے دنوں کا روزہ رکھوں گا۔ لیکن اگر نذر میں دنوں کو متعین نہیں کیا تو ایسی نذر کو نذرِ مطلق کہتے ہیں۔

رمضان کے روزوں کی نیت رات کو یا زوال سے پہلے

رمضان کے روزے کی نیت رات کو کرلے سے یا رات کو ارادہ نہ کیا دن ہونے پر روزہ رکھنے کا خیال ہُوا تو نصف دن سے پہلے پہلے بھی نیت کر سکتا ہے۔ روزہ ہو جائے گا۔ دن کا نصف وقت نکالنے کا یہ طریقہ ہے کہ سورج کے طلوع اور غروب کا وقت معلوم کر کے نصف وقت نکال لیا جائے اس نصف سے پہلے پہلے نیت کرے۔ فقہ کی کتابوں میں ہے:۔

فیصح اداء صوم رمضان والنذر المعین والنفل بنیۃ من اللیل الی الضحوۃ الکبری لابعدھا ولا عندھا اعتبار الاکثر الیوم	رمضان، نذرِ معین اور نفل کا روزہ۔ رات سے جو نصف یوم سے پہلے تک نہ اس کے بعد اور نہ عین نصف پر دن کے اکثر کا اعتبار کرتے ہوئے صحیح ہے۔

(در مختار۔ شامی۔ ہدایہ۔ کتاب الصوم)

نذرِ معین کے روزوں میں نیت رات سے یا زوال سے پہلے پہلے

نذرِ معین میں روزے کی نیت کے متعلق رات کو یا زوال سے پہلے کرنے کے جواز کے بارے میں صاحب مراقی

Marfat.com

لکھتے ہیں :-

فاذا اطلق النية ليلة او نهارا الی ما قبل نصف النهار صح وخرج به عن عهدة النذور (مراقی الفلاح)

اگر (نذر معین میں) مطلقاً روزہ رکھنے کی نیت رات سے یا دن میں زوال سے پہلے کرلی تو نذر معین کا روزہ صحیح ہوگا اور ایسا روزہ دار منتوں کے روزوں سے بری ہوجائے گا۔

کفارے، قضائے رمضان، نفل روزے کی قضا اور نذر غیر معین کے روزوں کی نیت رات کے وقت سے

اگر کسی شخص نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ دن کے روزے رکھوں گا کسی ماہ یا تاریخوں یا دنوں کو خاص نہیں کیا تو ایسے روزوں کی نذر غیر معین کہلائے گی اور ان کی نیت رات سے کرنی ضروری ہوگی۔ اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی جائے گی تو نذر کا روزہ نہ ہوگا بلکہ نفل ہو جائے گا۔ نذر کا روزہ پھر رکھنا ہوگا۔ اسی طرح توڑے ہوئے نفلی روزوں کی قضا اور رمضان کے روزوں کی قضا کے لئے اور ہر قسم کے کفارے کے روزوں کے لئے بھی رات سے نیت کرنے کے متعلق مراقی الفلاح میں ہے :-

واما القسم الثانی وهو ما يشترط له تعيين النية وتبييتها فهو قضاء رمضان وقضاء ما افسده من نفل وصوم الكفارات بانواعها والنذر المطلق عن تقييد بزمان

لیکن روزوں کی دوسری قسم جن کے لئے نیت کا تعیین اور رات سے نیت کا کرنا ہے تو وہ رمضان کی قضا کے روزے اور نفلی توڑے ہوئے روزے کی قضا اور کفارے کے ہر قسم کے روزے اور نذر مطلق کے روزے ہیں۔

Marfat.com

كقوله لله علی صوم (مراقی الفلاح صفحہ ۳۵۷) — جیسے کسی نے کہا کہ میں اللہ کے لئے روزہ رکھوں گا۔

نفل روزہ توڑ دینے سے واجب ہو جاتا ہے

اگر کوئی شخص نفل روزے کی نیت رات کے وقت کرلے اور صبح ہو جائے تو یہ روزہ واجب ہو جاتا ہے۔ روزے کو صبح ہو جانے کے بعد توڑ دینے سے اس کی قضا لازم آئے گی لیکن اگر رات کو نفل روزے کی نیت کی اور صبح ہونے سے پہلے ہی ارادہ بدل دیا تو چونکہ روزہ شروع نہیں ہوا تھا اس لئے اس کی قضا نہیں ہے۔ واضح رہے کہ نفل روزہ یا نماز کے آغاز ہونے کے بعد وہ نفل واجب ہو جاتا ہے۔

نفل روزے کو توڑ دینے کی قضا کے بارے میں حدیث میں ہے۔ جو ترمذی نے روایت کی ہے :۔

عن عائشة قالت كنت انا وحفصة صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه فقالت حفصة يا رسول الله انا كنا صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيناه فاكلنا منه قال اقضيا يوما (ترمذی)	عائشہ رضی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں اور حفصہ روزے سے تھیں ہمارے سامنے کھانا لایا گیا ہم نے اس کی خواہش کی اور کھا لیا۔ حفصہ نے کہا یا رسول اللہ ہم دونوں روزے سے تھیں۔ ہمارے سامنے کھانا لایا گیا ہم نے اسے کھا لیا۔ فرمایا تم دونوں قضا کر لینا۔

ہدایہ اور عالمگیری کی حسب ذیل عبارتیں ملاحظہ ہوں :۔

Marfat.com

ومن دخل فی صلوۃ التطوع او فی صوم التطوع ثم افسدہ قضاہ (ہدایہ صفحہ ۲۰۵ جلد ۱)

جو شخص نفل نماز، یا روزے میں داخل ہو گیا پھر اس کو فاسد کر دیا تو اس کی قضا کرے۔

ولو نوی من اللیل ثم رجع عن نیتہ قبل طلوع الفجر صح رجوعہ فی الصیامات کلھا (فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۲۶ جلد ۱)

اگر کسی نے رات کے وقت روزے کی نیت کی اور صبح صادق ہونے سے پہلے اپنے ارادے کو بدل دیا تو اس کا نیت بدل دینا روزوں کے بارے میں صحیح ہو جائے گا۔

رمضان میں کسی قسم کے روزے کی نیت سے رمضان ہی کا روزہ ہو گا

اگر کسی شخص نے رمضان کے دنوں میں کسی اور قسم کے مثلاً نذر یا نفل کے روزے کی نیت کی تو وہ رمضان ہی کا روزہ ہو گا اور کسی روزے کی نیت درست نہ ہوگی۔

نذر کے روزے کی بجائے نفلی روزہ یا قضا روزے کی نیت کا حکم

اگر کسی نے منت مانی تھی کہ میں فلاں جمعہ کا روزہ رکھوں گا اس جمعہ کو اس نے بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے تو وہ نذر کا روزہ شمار ہو گا۔ خواہ اس دن کسی نفل روزے کی نیت ہی کیوں نہ کر لے۔ لیکن اگر اس جمعہ کو قضا روزے کی نیت کر لی اور نذر معین کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا یا یاد تو تھا لیکن قصداً قضا روزے کی نیت کر لی تو اس صورت میں قضا روزہ ہو جائے گا اور نذر کا روزہ پھر رکھنا پڑے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:۔

Marfat.com

النذر المعین اذا صامه بنیة واجب اٰخر کقضاء رمضان والکفارۃ کان عن الواجب و علیه قضاء ماندر۔ (عالمگیری ج ۱ صف ۱۲۶)

نذر معین کے روزے کے دن اگر کسی اور واجب مثلاً قضائے رمضان یا کفارے کے روزے کی نیت کرلی تو وہی روزہ شمار ہوگا اور نذر کے روزے کی قضا پھر کرے گا۔

خلاصہ مسائل نیت

نیت کے مسائل کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے روزے کی نیت رات سے کرنی چاہیئے۔ لیکن رمضان اور ہر قسم کے نفلی اور نذر معین کے روزوں میں نصف یوم شرعی یعنی زوال سے پہلے بھی نیت کرسکتا ہے۔ لیکن کفارے، نذر مطلق اور قضا کے روزوں کی نیت رات سے کرنی ضروری ہے صبح صادق کے بعد معتبر نہ ہوگی۔

روزے کی نیت عشا کے بعد یا روزہ افطار کے وقت

اگر کوئی شخص تراویح کی نماز سے فارغ ہوکر سوتے وقت اگلے دن کے روزے کی نیت کرلے یا آج کا روزہ افطار تے وقت اگلے دن کے روزے کی نیت کرے تب بھی یہ نیت درست ہو جائے گی۔

نیت کی دعا

روزہ دار سحری سے فارغ ہوکر حسب ذیل الفاظ میں نیت کرے کہ میں نے کل کے روزے کی نیت کی:-

بِصَوْمِ غَدٍ نَوَیْتُ میں نے کل کے روزے کی نیت کی۔

Marfat.com

روزہ کشائی یا افطار

افطار کرنے میں جلدی مستحب ہے ۔ افطار کرتے وقت اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ پڑھے ۔ کھجور، چھوارہ یا پانی یا کسی میٹھی چیز سے روزہ افطار کرنا سنت ہے ۔ کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کا بہت بڑا اجر ہے ۔

افطار کی لغوی حقیقت فطر کے لغوی معنی پھٹ جانے کے ہیں ۔ اسی سے افطار کا لفظ ہے ۔ قرآن کریم میں ہے ۔ اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ اس وقت کو یاد کرو جبکہ آسمان پھٹ جائے گا ۔ افطار کا لفظ بھی فطر سے اِفعال کے وزن پر مشتق ہے جس کے معنی پھاڑ دینے کے ہیں ۔

افطار کے اصطلاحی معنی فقہ کی اصطلاح میں افطار کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں ۔ چونکہ دن بھر روزہ رکھنے اور کچھ نہ کھانے اور پینے کی وجہ سے گویا منہ بند رہتا ہے ۔ شام کو روزہ کھولتے وقت چونکہ دونوں بند ہونٹ کچھ کھانے اور پینے سے کھل جاتے ہیں اس لئے اس کو عربی میں افطار، فارسی میں روزہ کشائی اور اردو میں روزہ کھولنا کہتے ہیں

افطار میں عجلت روزہ افطار کرنے میں عجلت کرنی چاہئے جس طرح سحری میں تاخیر مستحب ہے اسی طرح روزہ جلد افطار کرنا بھی مستحب ہے ۔ روزہ افطار کرنے کا وقت اسی وقت ہو جاتا ہے جبکہ سورج کی

Marfat.com

ٹکیہ آسمان کے کنارے کے نیچے غائب ہو جاتی ہے خواہ اس وقت مغرب میں کتنی ہی روشنی کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے:۔

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ — پھر روزے کو رات تک پورا کرو۔

لہٰذا سورج چھپنے پر چونکہ رات کا آغاز ہو جاتا ہے لہٰذا روزے کے اختتام کا وہی وقت ہے۔ بہرحال روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہیئے۔ حدیث میں ہے:۔

عن سهل بن سعد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر (مسلم و بخاری)	سہل رضؓ بن سعد سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ رہیں گے جب تک کہ افطار میں جلدی کریں گے۔

افطار میں عجلت کا فلسفہ

ہم نے رویت ہلال کے بارے میں اوقات کی حدود کی اہمیت پر بسط سے روشنی ڈالی ہے یہاں مختصر سے اشارے پر بس کرتے ہوئے اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ ملکی حدود کے سلسلے میں ایک ایک گز اور ایک ایک انچ پر دو ملکوں میں آگ کے شعلے بھڑک جاتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر روزے کے اختتام اور رات کے آغاز کی حد میں امتیاز کو اہم اور ضروری قرار دیتے ہوئے دن کے ختم ہو جانے پر روزے کے جلد افطار نے سے لیل و نہار کی حدود متعین ہو جاتی ہیں اور روزے کو جلد اس کے اختتام پر ختم کر دینا اسی میں سنت اور شریعت کے تعین اور احکام کی پابندی سے بھلائی کا وجود ثابت ہوتا ہے جس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے

اشارہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اہل کتاب نے جہاں روزوں کے آغاز و اختتام کے بارے میں حدود کا خیال نہیں رکھا وہاں انہوں نے روزوں کے افطار میں بھی دیر سے کام لے کر حدود کی پابندیوں کو توڑ ڈالا۔ اہل کتاب روزے کے افطار کرنے میں اتنی تاخیر کرتے کہ ستارے آسمان پر جگمگا اٹھتے۔ چنانچہ حدیث میں اس کی تردید کر دی گئی ہے جس کو حاکم اور ابن حبان نے روایت کیا ہے:۔

لا تزال امتی علی سنتی مالم تنتظر بفطرها النجوم — میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک کہ افطار میں ستاروں کے کھل جانے کا انتظار نہ کرے گی

ایک اور حدیث میں ابوہریرہ سے ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ احب عبادی الی اعجلھم فطراً (ترمذی) — ابوہریرہ سے ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا مجھے وہ بندہ سب سے پیارا ہے جو جلد روزہ افطار کرتا ہو۔ (ترمذی)

لہٰذا جلد روزہ کشائی ہی میں بہتری و صداقت نظر آتی ہے کہ یہی رسول اللہؐ کا اسوۂ حسنہ اور سنت ہے۔ اور سعدیؒ

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ابن خزیمہ اور ابو داؤد وغیرہم نے تعجیل افطار والی حدیث میں حسب ذیل الفاظ بھی روایت کئے ہیں:۔

لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر — لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک افطار

لان الیھود والنصاریٰ یوخرون | میں جلدی کریں گے کیونکہ یہود ونصاریٰ دیر سے افطار کرتے ہیں۔

ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ روزہ جلد افطار کرنے اور سحری کو آخر وقت میں کھانے کے بارے میں حدیثیں صحیح اور تواتر کے درجے پہ پہنچی ہوئی ہیں۔ چنانچہ عبدالرزاق نے عمرو بن میمون سے روایت کی ہے

کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسرع الناس افطاراً وابطأهم سحوراً | نبی اکرم کے صحابہ جلد روزہ افطار کیا کرتے تھے اور دیر سے سحری کھایا کرتے تھے۔

غروب آفتاب کی علامت

یہ بات ادنیٰ تامل سے واضح ہے کہ روزہ افطار کرنے کا صحیح معیار سورج کا چھپ جاتا ہے جس کو مشاہدے سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ علما نے شہروں میں آفتاب کے غروب ہونے کی علامت یہ لکھی ہے کہ مشرق کی جانب جس مقام سے صبح صادق شروع ہوتی ہے وہاں تک سیاہی پہنچ جائے البتہ آسمان کے درمیان تک سیاہی کا پہنچنا ضروری نہیں۔ اس غروب آفتاب کے مشاہدے اور علامت کی تائید میں گھڑیوں کا صحیح ٹائم سونے پر سہاگے کا کام دے گا۔ علما اس بات پر متفق ہیں کہ افطار کا صحیح وقت سورج کے چھپ جانے یا دو گواہوں کے گواہی دینے پر کہ سورج چھپ گیا ہو جاتا ہے مشاہدے اور صحیح ٹائم پر نقاروں کے بجنے، گولوں کے چھوٹنے اور توپوں کے داغنے پر روزہ کشائی اطمینان قلب کا موجب ہے۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے

عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ | حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

علیہ وسلم اذا اقبل اللیل من ھھنا وادبر النھار من ھھنا و غربت الشمس فقد افطر الصائم (بخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات اس جگہ سے آئے یعنی مشرق سے سیاہی بلند ہو اور دن اس جگہ سے جاتے یعنی مغرب سے اور سارا سورج چھپ جائے پس چاہیے کہ روزہ دار افطار کرے۔

افطار کے وقت کے کلمات

جب روزہ افطار کرے تو اس سے پہلے یہ کلمات کہے جو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم روزہ افطار کرنے سے پیشتر فرمایا کرتے تھے:۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ابو داؤد)

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر میں نے افطار کیا۔

اس دعا میں بعض لوگوں نے جو بک اٰمنت وعلیک توکلت کے جملے بڑھائے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

روزہ افطار کرنے کے بعد کی دعا

روزہ کھولنے کے بعد پڑھتے:۔

ذَھَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ یعنی پیاس دور ہوگئی اور رگیں سیراب ہوگئیں اور انشاء اللہ مزدوری ثابت ہوگئی۔

ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ روزہ دار افطار کے وقت جو دعا مانگے وہ رد نہیں ہوتی۔ آنحضورؐ جو فرمایا کرتے تھے وہ یہ ہے:۔

یا واسع الفضل اغفرلی اے وسیع الفضل مجھے بخشدے۔

Marfat.com

وقت افطار کی مسرت اور برکت

ہر شخص جب کسی اہم کام کو ختم کرتا ہے تو اس کی تکمیل سے فراغت پر اس کو فطری مسرت نصیب ہوتی ہے اور یہ اس کا قدرتی جذبہ اور تقاضہ ہوتا ہے۔ اگر یہ کام اپنی ذاتی دلچسپی تک محدود رہے تب بھی شادمانی کا موجب ہوتا ہے اور اگر دوسرے کے حکم اور منشا کے لئے کیا گیا ہے تو بھی دونوں حیثیتوں کو ملحوظ رکھ کر اس سے دوگنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ روزہ بھی ایک عظیم الشان فریضہ ہے جس میں حکم خداوندی کی تکمیل اور دنیاوی اور اخروی معاوضہ کی توقع ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی تکمیل پر روزے دار کو غیر معمولی مسرت ہوتی ہے۔ اور سب سے بڑی مسرت یہ ہے کہ اس وقت اپنے رب سے روزہ دار کی ملاقات ہوتی ہے یعنی جب بندہ رضائے الٰہی کے لئے دن بھر کی بھوک اور تشنگی کے بعد روزہ افطار کرتا ہے تو اس وقت معنوی اور روحانی دنیا میں پہنچ کر خدائے کریم کی ملاقات اس کو نصیب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ روزے کے ذریعہ اس کو جسمانی کدورتوں سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور اس پاکیزگی روح کے باعث اسرار ربانی کا ظہور ہوتا ہے اور دل میں ایمان کی قوت یقین پیدا ہوتی ہے۔

افطار کس چیز سے زیادہ بہتر ہے

روزہ کھجور یا چھوارے سے کھولنا سب سے بہتر ہے اگر یہ نہ ہو تو پھر کسی میٹھی چیز سے کھولا جائے اور اگر کوئی میٹھی چیز نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا بہتر ہے۔

حدیث میں ہے:۔

عن انسؓ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انس رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ

Marfat.com

کان یفطر علی رطبات قبل ان یصلی فان لم یکن رطبات فتمرات فان لم تکن تمرات حسا حسوات من ماء	علیہ وسلم کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔ اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوارہ سے۔ لیکن اگر چھوارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرماتے
(احمد، ابوداؤد، ترمذی)	(زیلعی صفحہ ۳۴۳ جلد ۱)

ایک اور حدیث میں ہے جو سلمان بن عامر سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اذا افطر احدکم فلیفطر علی تمر فانہ برکۃ فان لم یجد فلیفطر علی ماء فانہ طہور	جب کوئی روزہ افطار کرے تو چھوارے سے کرے کیونکہ اس میں برکت ہے اور اگر وہ میسر نہ ہو تو پانی پر افطار کرے کہ وہ پاک ہے اور
(ترمذی۔ ابوداؤد)	اس میں دوسری غذاؤں کی طرح آمیزش کا

شائبہ نہیں ہوتا بلکہ زمین سے نکلا ہوا پانی بہر طور پاک اور حلال ہوتا ہے۔

امر استحباب کے لئے ہے لیکن اگر مذکورہ بالا چیزوں میں سے کوئی چیز بھی نہ ہو تو پھر جو کچھ بھی میسر ہو اس پر روزہ افطار کرے۔ آنحضور علیہ السلام نے تو پانی جیسی چیز پر روزہ افطار کرنے کی اتنی آسان سنت کو جاری فرمایا ہے کہ گدا و بادشاہ دونوں کے لئے آسان ہے تاہم مذکورہ بالا چیزوں پر افطار کرنا مستحب ہے۔ واجب اور فرض نہیں۔

میٹھی چیز میں حکمت مظاہر حق کے مصنف نے لکھا ہے کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے تو اس میں کھانے کو قبول کرنے کی زیادہ قوت

ہوتی ہے۔ اور جب خلو معدہ پر شیرینی کھائی جائے تو اس سے قویٰ میں قوت جلد سرایت کرتی ہے۔ بالخصوص شیرینی سے قوت باصرہ کو زیادہ قوت پہنچتی ہے۔

غلط فہمی بعض مرد یا عورتیں نمک سے روزہ افطار کرنے کو ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط فہمی اور غلط علمی ہے۔

دوسروں کو روزہ افطار کرانا عوام الناس میں یہ عجب غلط فہمی ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی چیز پر روزہ افطار کرنے سے اپنے روزے کا ثواب جاتا رہتا ہے یا کم از کم کم ہو جاتا ہے یہ ایک زبردست غلط فہمی ہے۔ اب ذرا اس سلسلے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے:-

عن زید بن خالد قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فطر صائما او جھز غازیا فلہ مثل اجرہ	زید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس نے کسی روزے دار کو روزہ افطار کرایا یا کسی غازی کو (جہاد کا) سامان مہیا کر دیا تو اس کو بھی اس کا سا ثواب ملے گا۔
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)	

اس حدیث کو محی السنہ نے بھی شرح سنہ میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی روزہ دار کو روزہ افطار کراتا ہے اس کو روزہ رکھنے والے کی برابر ثواب ملتا ہے اور روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس لئے اگر کوئی شخص روزہ دار کو روزہ افطار کرانے کی دعوت دے اُس کو خوشی سے قبول کرنا چاہیئے اور

Marfat.com

بخل کا ثبوت نہیں دینا چاہیئے کہ دونوں کو ثواب مل جائے گا بلکہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی خاطر بھی اگر ان کی افطاری سے روزہ افطار کرے تو یہ قلبی سخاوت ہوگی۔

افطار کے بعض اہم مسائل روزہ دار کو روزہ افطار کرنے میں یہ تسلی کر لینی چاہیئے کہ سورج چھپ گیا ہے۔

اگر سورج کے چھپنے میں شبہ ہو تو روزہ نہیں افطار کرنا چاہیئے۔

۲۔ اگر ابر و غبار کا دن ہو تو اس دن روزہ افطار کرنے میں ذرا تاخیر سے کام لینا چاہیئے۔ جب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہے تب افطار کرے۔ گھڑی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے جب تک کہ دل گواہی نہ دیدے۔ بلکہ اگر کوئی اذان بھی دیدے لیکن ابھی وقت ہونے میں شبہ ہو تو تب بھی افطار نہ کیا جائے۔ ہاں جب شہر کی مختلف مساجد میں ابر کے روز نقارے بجنے لگیں اور دل بھی گواہی دیدے کہ سورج چھپ گیا تو بلا تکلف روزہ افطار کرنا چاہیئے۔ ہدایہ میں ہے:۔

ولو شك في غروب الشمس لا يحل له الفطر (ہدایہ صفحہ ۲۰۱ ج ۱)	اور اگر سورج چھپنے میں شک ہے تو افطار کرنا جائز نہیں۔

درمختار اور فتاوی شامی میں ابر کے دن روزہ تاخیر سے افطار کرنے اور سورج کے چھپ جانے پر یقین کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

ا لیستحب السحور وتاخیره و تعجیل الفطر الا في يوم غيم	اور سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی مستحب ہے مگر ابر کے روز اس وقت افطار نہ

Marfat.com

ولا یفطر مالم یغلب علیٰ ظنه غروب الشمس وان اذن المؤذنون (فتاویٰ شامی جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

کرے جب تک سورج چھپ جانے کا یقین نہ ہو جائے اگرچہ موذن اذانیں ہی کیوں نہ دیدیں۔

۳۔ اگر ابر کے روز یہ سمجھ کر کہ سورج چھپ گیا ہے روزہ افطار کرلیا لیکن بعد میں ابر صاف ہو کر سورج نمودار ہوا تو اس روز کا روزہ جاتا رہا۔ رمضان کے بعد اس کی قضا ضروری ہے۔ البتہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کا کفارہ نہیں آئے گا۔

مغرب کی نماز میں قدرے تاخیر

یہ تو ظاہر ہے کہ روزہ سورج چھپتے ہی افطار کرنا ہوتا ہے لہٰذا مساجد میں روزہ افطار کرنے کے لئے اگر پانچ دس منٹ کی نماز میں تاخیر بھی ہو جائے تو رمضان المبارک میں درست ہے۔ بلکہ اذان کے بعد اتنی مہلت دینی چاہئے کہ بعض غربا اور مفلس روزہ دار مساجد میں آتے ہوئے کھانے اور افطاری سے پیٹ بھر لیں۔ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز مغرب سے پہلے ہی روزہ افطار فرمایا کرتے تھے۔

وصالِ صوم

ایک روزے کو دوسرے روزے سے ملا دینا اور کچھ نہ کھانا پینا یا سحری تک کھینچ کرلے جانا وصالِ صوم کی صورت ہے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے لئے ایسا کرنے کو از رہ شفقت پسند نہیں فرمایا ۔ روزے پر روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے ۔ مرن برت اور بھوک ہڑتال اسلام میں خودکشی ہے اور خودکشی حرام ہے ۔ خودکشی کرنے والا حدیث کے مطابق جہنمی ہے ۔ مرن برت کفر کا سیاسی نعرہ ہے مسلمان کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔

روزے پر روزہ رکھنا یا روزے کو سحری تک لے جانا دونوں وصال کی صورتیں ہیں جن سے آنحضورؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال فی الصوم فقال لہ رجل انک تواصل یا رسول اللہ قال وایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی

(بخاری و مسلم)

ابو ہریرہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کو دوسرے روزے سے ملانے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ آپ تو ملاتے ہیں آپ نے فرمایا تم میں سے میری طرح کون ہے میں رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر لوگوں کے لئے یہ پسند نہیں فرمایا کہ وہ روزے کو دوسرے روزے سے ملائیں یا سحری تک روزے کو کھینچ کر لے جائیں، لیکن آپ ایسا کر لیتے تھے اور یہ آپ کی منجملہ دیگر خصوصیات کے ایک خصوصیت تھی۔ جس کی وجہ حضورؐ نے یہ فرمائی کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ

علما نے لکھا ہے کہ رب کریم کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلانے پلانے سے ظاہری غذاؤں اور شہر بتولؑ کا کھلانا پلانا نہیں بلکہ باطنی اور روحانی غذاؤں کا کھلانا مراد ہے۔ کیونکہ روحانی غذاؤں کے ملنے کے بعد عبادتوں میں جو لذت، لطف، ذوق و شوق اور عشق و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کے بعد ظاہری غذاؤں کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ عشق مجازی میں مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ عشاق کھانے پینے کی طرف سے بالکل بے پروا دیکھے گئے ہیں۔ جب عشق مجازی میں تجربہ یہ ہے تو عشق حقیقی کا مقام ظاہر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم روزے اور اس کی کیفیت کے باعث اللہ تعالیٰ کی ذات میں محو اور مستغرق رہنے کی وجہ سے ظاہری غذاؤں کی طرف سے بے نیاز سے ہو جاتے تھے۔ ان حالات میں بشری اور انسانی ضروریات آپ کی ذات کو متاثر نہیں کر سکتی تھیں۔ بلکہ بغیر کھائے پیئے ذوق عشق الٰہی کی قوت وہ کام کرتی تھی جو ماکولات اور مشروبات کرتی ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ جمہور علما نے یطعمنی ربی ویسقینی کا یہی مطلب لیا ہے کہ کھائے پیئے بغیر اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی قوت

Marfat.com

عطا فرماتا تھا جو اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی تھی بلکہ یہ صرف عشق نبوت اور قوت رسالت کے ساتھ مخصوص ہے۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی روحانی قوت کی وجہ سے ہمیشہ ایسے رہتے ہیں گویا کہ غذاؤں اور شربتوں سے سیراب ہیں اور آپ کو کسی قسم کا ضعف لاحق نہیں ہوتا جو دیگر عبادات اور جہادات سے مانع ہو۔ یہ صورت اور کیفیت دوسروں کو نہیں مل سکتی لہذا دوسروں کو وصال سے منع فرمایا۔

نفسیات کے ماہر جانتے ہیں کہ خوف اور غم بلکہ شدت وافراط خوشی میں بھوک بھاگ جاتی ہے یہی حال عشق کا بھی ہے۔ حدیث کے یطعمنی ربی ویسقینی جملے میں معرفت و تصوف کے ان اسرار و رموز کو بھر دیا گیا ہے جس کو صاحبدل عارف ہی سمجھ سکتے ہیں جنہیں عشق میں بھوک اور پیاس لگتی ہی نہیں علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔

قد یکون هذا الغذاء اعظم من غذاء الاجساد ومن له ادنی ذوق وتجربة یعلم استغناء الجسد بغذاء القلب والروح عن کثیر من الغذاء الجسمانی ولاسیما الفرح المسرور بمطلوبه الذی قرت عینه بمحبوبه کما قیل ؎	یہ غذا واقعی طور پر جسم کی غذا سے زیادہ عظیم ہوتی ہے اور جس کسی کو ذرا سا بھی ذوق اور تجربہ ہے تو وہ جانتا ہے کہ قلب اور روح کی غذا کے باعث جسم بہت سی مادی غذاؤں سے بے پرواہ ہو جاتا ہے خصوصاً اس خوشی کے باعث جو معشوق کی طرف سے حاصل ہوتی ہے جس سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے ؎
لها احادیث فی ذکراك تشغلها عن الشراب وتلهیها عن الزاد	اس معشوقہ کے پاس کچھ ایسی باتیں ہیں جو تیری یاد میں کھانے پینے سے بے پرواہ کر دیتی ہیں۔
لها بوجهك نور یستضاء به ومن حدیثك فی اعقابها حادی	اس معشوق کی وجہ سے تیرے چہرے سے ایک نور ہے جس سے روشنی حاصل ہوتی ہے اور تیری بات اس کے پیچھے حدی خواں کی طرح ہنکاتی ہے۔

Marfat.com

وصال سے نہی کا پس منظر	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خود روزے کو روزہ سے ملایا تو صحابہ نے بھی آپ کی پیروی میں ایسا کیا تو آپ نے ازرہ شفقت ان کو ایسا کرنے سے منع فرمایا چنانچہ مسلم

نے حسب ذیل حدیث روایت کی ہے :-

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصل فی رمضان فواصل الناس فنھاھم قیل لہ انت تواصل قال انی لست مثلکم انی أطعم وأسقی	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں روزے پر روزہ رکھا تو لوگوں نے بھی ایسا کیا آپ نے ان کو منع فرمایا آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ بھی تو ایسا کرتے ہیں فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ میں کھلایا جاتا
(مسلم)	ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضور نے ازرہ شفقت صحابہ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا کہ اس طرح روزے رکھنے میں مشقت، کلفت اور محنت زیادہ ہونے کے باعث قویٰ میں انحطاط، اضمحلال اور ضعف ہو جانے کے باعث دیگر عبادات اور دنیاوی امور کے انجام دینے میں کوتاہی پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے حضرت عائشہؓ سے مسلم میں روایت ہے :-

عن عائشۃ قالت نھاھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الوصال رحمۃ لھم فقالوا انک تواصل قال انی لست کھیئتکم انی یطعمنی	عائشہؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازرہ رحمت صحابہ کو روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا انہوں نے کہا آپ بھی تو وصال کرتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری

ربی ویسقینی (مسلم) طرح پر نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے

ممانعت کے باوجود صحابہ کا وصال صوم کرنا

مذکورہ بالا حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ آنحضورؐ نے مہربانی کے طور پر روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا بعینہٖ جس طرح ایک دفعہ آپ نے صحابہ کے ساتھ تراویح پڑھیں لیکن مبادا ان پر واجب ہو جائے اس لئے پھر تمام رمضان کی راتوں میں عبادت تراویح کے لئے بجماعت قیام نہ فرمایا یہ بھی ازرہ شفقت تھا۔

لیکن ممانعت کے باوجود صحابہ نے روزے پر روزہ محض محبت و سنت رسول کی خاطر رکھا بھی ہے کیونکہ آنحضورؐ نے ازرہ شفقت ان کو منع فرمایا تھا نہ ازرہ غضب۔ لہٰذا صحابہ کو وصال صوم کی گنجائش مل گئی۔ چنانچہ مسلم کی حدیث میں ہے۔

ان اباهريرة قال نهى رسول الله	ابوہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلى الله عليه وسلم عن الوصال	نے روزے کو روزے سے ملانے کو منع فرمایا
فقال رجل من المسلمين فانك	تو مسلمانوں میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ
يا رسول الله تواصل قال رسول الله	آپ بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
صلى الله عليه وسلم وايكم مثلي	علیہ وسلم نے فرمایا اور تم میں سے میری
اني ابيت يطعمني ربي ويسقيني	مانند کون ہے میں تو یوں رات گذارتا ہوں
فلما ابوا ان ينتهوا عن الوصال	کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے جب
واصل بهم يوما ثم يوما ثم	صحابہ باز نہ آئے تو حضورؐ نے ان کے ساتھ
رأوا الهلال فقال لو تاخر الهلال	مل کر ایک دن روزے پر روزہ رکھا پھر دوسرے
لزدتكم كالمنكل لهم حين ابوا	دن پھر عید کا چاند ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا

Marfat.com

ان یتتھوا (مسلم) اگر چاند نظر نہ آتا تو اسی طرح روزے پر روزہ تمہیں تنبیہ کے لئے رکھتا چلا جاتا جبکہ تم ایسا کرنے سے باز نہ آ رہے تھے۔

مشقت اس لئے کہ تکلیف بقدر طاقت ہونی چاہیئے

ایک اور حدیث میں روزے پر روزہ رکھنے سے ممانعت کی وجہ طاقت سے زیادہ عبادت کرنے اور تکلیف اٹھانے کو ان الفاظ میں فرمایا:

انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی فاکلفوا من الاعمال ما تطیقون (مسلم)۔ میں تو اس طرح رات گذارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ لہذا جہاں تک تم میں طاقت ہو اسی قدر اعمال کو برداشت کرو۔

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک عبادات میں بھی اس قدر محنت اٹھانی چاہیئے جو ان کی طاقت سے باہر اور زیادہ نہ ہو ایسی عبادت جس میں دیگر وظائف زندگی ادا نہ ہو سکیں مناسب نہیں۔ اس لئے علما نے تمام احادیث کے تیز پہنچاتے ہوئے وصال سے روکا ہے شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح مسلم میں حدیث وصال کے ماتحت تحقیقات کرتے ہوئے فیصلہ کن بات تحریر فرماتے ہیں:۔

قلت ..... والذی یتحصل من مجموع الروایات واللہ اعلم ھو کون الوصال مطلقاً غیر مرضی ولا مستحسن عند الشارع ولکن عدم الاستحسان لہ مراتب

میں کہتا ہوں کہ جو کچھ تمام روایات سے پتہ چلتا ہے واللہ اعلم وہ روزے کا روزے سے ملانا رسول اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے اور ناپسندیدگی کے بھی مختلف مراتب ہیں جو بعض، بعض سے سخت ہیں۔ اور صاحب درمختار

بعضها اشد من بعض وقد عدّ
صاحب الدر المختار اشياء من
الصوم المكروه تنزيها منها
الوصال قال الطحطاوی رح ظاهر
ان هذه الاشياء مكروهة تنزيها
فی بعضها نظر الخ يعنی والله اعلم
ان الكراهة فی بعضها تبلغ الی
كراهة التحريم (فتح الملهم جلد ۳ صفحہ ۱۶۲)

نے جو روزے مکروہ تنزیہی گنائے ہیں ان میں
وصال صوم کو بھی مکروہ تنزیہی لکھا ہے طحطاوی
نے کہا ہے کہ بظاہر یہ امور مکروہ تنزیہی ہیں،
اور بعض مسائل قابل فکر و نظر ہیں - یعنی
(واللہ اعلم) بعض میں کراہت حرام کے
کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ (جن کو
درمختار میں تنزیہی لکھا ہے)
(فتح الملہم)

صاحب درمختار نے جن روزوں کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اس میں روزے سے دوسرے روزے کو ملانے کو بھی مکروہ تنزیہی کہا ہے لیکن امام طحطاوی نے صاحب درمختار کی ان تمام مسائل تنزیہی میں ہونا تسلیم نہیں کی بلکہ کہا ہے کہ بعض روزے مکروہ تحریمی کے درجے میں ہیں - علامہ شبیر احمد عثمانی نے اسی طرف ایک سا اشارہ کیا ہے۔

نتیجہ اور حاصل

حاصل اور نتیجہ یہ ہے کہ اکثر ائمہ اور علماء کے قول کے مطابق جو انہوں نے احادیث سے نتیجہ اخذ کیا ہے جیسا کہ یہی ہے کہ لگاتار روزہ رکھنا یا سحری تک پہنچ کر لے جانا مکروہ ہے۔ صاحب مظاہر حق نیز وصال کے بابت تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور امام ابو حنیفہ اور مالک اور شافعی نے مکروہ کہا ہے اس کو اور اختلاف کیا ہے کہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی اور بعض

Marfat.com

یہی ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور جمہور علما اس پر ہیں کہ یہ خصائص حضرت سے ہے اور ظاہر حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور اہل سلوک کر شوق ریاضت اور نفس کشی کا رکھتے ہیں افطار کرتے ہیں ساتھ چلو پانی کے۔ تا حقیقت وصال سے نکل جائیں۔ واللہ اعلم (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۵ جلد دوم باب الصوم)

مرن برت اور بھوک ہڑتال

جس شریعت میں مسلمانوں کے لئے روزانہ کے ہر روزہ رکھنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کیا ہو اس اسلام میں مرن برت کا دور دور تک کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے تو انہیں عبادت سے بھی منع کیا ہے جس میں اولاد، بیوی بچوں اور خود نفس کی حق تلفی ہو۔ ملاحظہ فرمائیے منسب ذیل حدیث جس کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے:-

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص	عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت
قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ	انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یا عبد اللہ الم اخبر انک	علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عبد اللہ کیا مجھے
تصوم النہار وتقوم اللیل فقلت	یہ خبر نہیں پہنچی کہ تم دن کو روزہ رکھتے ہو
بلی یا رسول اللہ قال فلا تفعل	رات بھر عبادت کرتے ہو میں نے کہا ہاں
صم وافطر وقم ونم فان	یا رسول اللہ۔ فرمایا ایسا مت کرو روزہ
لجسدک علیک حقا وان لعینک	رکھو اور افطار کرو اور قیام کرو اور سو بھی جاؤ
علیک حقا وان لزوجک علیک	تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری آنکھ

حقا وان لزورك عليك حقا صام من صام الدهر صوم ثلثة ايام من كل شهر صوم الدهر كله صم كل شهر ثلثة ايام و اقرأ القرآن في كل شهر قلت اني اطيق اكثر من ذالك قال صم افضل الصوم صوم داؤد صيام يوم وافطار يوم واقرأ في كل سبع ليال مرة ولا تزد على ذالك

(بخاری و مسلم)

البتہ تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی یقیناً تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے جس شخص نے ہمیشہ روزانہ روزہ رکھا اس کا روزہ نہیں ہر ایک ماہ میں تین دن کا روزہ رکھنا صوم دہر کا روزہ رکھنا ہے اور قرآن ہر مہینے میں ایک دفعہ ختم کیا کر میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں فرمایا روزوں میں افضل روزہ رکھا کر جو صوم داؤدی ہے ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا اور قرآن زیادہ سے زیادہ سات راتوں میں ختم کر ایک مرتبہ

حدیث سے صاف واضح ہے کہ مسلمان کو ہمیشہ روزے رکھنے اور ساری رات عبادت میں ہمیشہ مشغول رہنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کے اپنے نفس، بیوی، آنکھ اور مہمان کی حق تلفی ہوتی ہے۔

آنکھ کا حق یہ ہے کہ اس کو بقدر ضرورت سونے کا موقع دے۔ اور نفس کا یہ حق ہے کہ اس کو بھوکا کبھی نہ رکھے بلکہ بقدر ضرورت آسائش پہنچا دے اور بیوی کے حقوق زوجیت سے کنارہ کش نہ ہو جائے بلکہ اس کے حقوق کو ادا کرے اور مہمانوں کے ساتھ تواضع اور کھانا کھلانے اور خود کھانے میں شرکت کرے

Marfat.com

دیکھئے پیغمبر اسلام نے کس معتدل اور متوازن زندگی گذارنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ ہر ایسی عبادت سے روکا ہے جس میں حقوق نفس اور حقوق عباد کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس تعلیم سے مرن برت کا اسلام میں کوئی تصور اور جواز باقی نہیں رہ جاتا۔ مرنے کے لئے روزہ رکھتے چلے جانے کو اسلام نے خودکشی کہا ہے۔ بلکہ صوم وصال یعنی روزے پر روزہ رکھنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے کہ اس میں نفس اور وظیفہ ازدواجیت کی حق تلفی ہے۔

مرن برت یا خودکشی

مذکورہ نظریہ اسلام کے ماتحت روزہ اس لئے رکھنا کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاک کرلے خودکشی کے مترادف ہے۔ اس کو برت کہنا ہی غلط ہے۔ مرن اور برت اسلام میں دو متضاد چیزیں ہیں حتی کہ کسی آسمانی مذہب کی تاریخ میں ایسے روزے کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ اس قسم کے روزے کے موجد ہندوستان میں گاندھی جی آنجہانی تھے۔ وہ حکومت برطانیہ سے جب کسی اہم مطالبے کے منوانے میں کوئی حربہ استعمال کرتے تو وہ مرن برت کا حربہ تھا۔

مرن برت یا سیاسی نعرہ

مرن برت کا مقصد ایک قسم کا اخلاقی دباؤ ہوتا ہے جس میں برت رکھنے والا یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ہم جس مقصد کے لئے روزہ رکھ کر اپنے آپ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں وہ مقصد اس قابل ہے کہ اس کے سامنے حکومت کی قدرت قاہرہ جھک جائے گویا یہ ایک قسم کا احتجاج ہے ورنہ اگر جان کا خاتمہ ہوگیا تو دنیا کی رائے عامہ کی طرف سے ایسی حکومت کے حق میں چاروں طرف سے مذمت کے ریزولیوشن پاس ہو جائیں گے۔ ہمارے خیال میں

مرن برت ایک سیاسی نخرہ ہے۔ ابھی اکتوبر کے مہینے میں سکھوں کے مشہور لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے پنجابی صوبہ منوانے کے لئے حکومت ہند سے پروٹسٹ اور احتجاج کے طور پر مرن برت شروع کیا جو بیالیس دن تک جاری رہا اس برت میں گلوکوس پھلوں کے رس اور پانی کا استعمال ماسٹر صاحب کرتے رہے۔ ہمارے نزدیک یہ مرن برت نہیں بلکہ برت کو چڑانا ہے۔

مسلم اور ہندو روزے میں فرق

ہندو دھرم اور سکھوں میں یہ عجیب منطق ہے کہ ان کے نزدیک روٹی، چاول اور اناج کی چیزوں سے پرہیز کا نام روزہ ہے اور پھل، دودھ، میوہ وغیرہ کے استعمال سے ان کے یہاں روزے میں کوئی خلل نہیں آتا۔

اسلام میں روزہ

حاصل یہ ہے کہ مرن برت اسلام میں خودکشی ہے۔ اسلام کی تعلیم میں روزے کی نیت سے اللہ کے لئے صبح صادق سے غروب آفتاب تک بھوکا، پیاسا رہنے اور ہر قسم کے گناہوں سے اپنے آپ کو بچانے کا نام روزہ ہے۔ اگر بھوکا پیاسا رہنا کسی سیاسی نخرے کے لئے ہو تو روزہ اسلام کی نظروں میں روزہ ہی نہیں۔ روزے میں فریضے کی ادائگی میں نیت اور اللہ کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ اللہ کے سوا اور کسی کے مقصد کے لئے بھوکا رہنے کی اسلام بغیر کسی عذر بیماری کے اجازت ہی نہیں دیتا۔ البتہ اگر ڈاکٹر مریض کو مرض کے باعث بھوکا رہنے کی ہدایت کرتا ہے تو اسلام اس کو حرام نہیں کہتا لیکن اس کو بغیر نیت کے روزہ بھی نہیں کہتا۔

خلیفہ امام الدین بقا کا مرن برت کا ارادہ

گذشتہ ایام میں ماسٹر تارا سنگھ

Marfat.com

کی دیکھا دیکھی خلیفہ امام الدین بقا نے بھی گوجرانوالے میں مرن برت رکھنے کا ارادہ کر لیا تھا جیسا کہ اخبار امروز کی کسی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی تھی۔ اگر میں بھولتا نہیں تو غالباً یہ وہی خلیفہ امام الدین بقا ہیں جو جالندھر کے ہمارے پرانے کرم فرما ہیں جن کو لیڈری کا شوق اور قوم کی خدمت کا خیال رہتا ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ مسلمان کی حیثیت سے مرن برت رکھ کر وہ خودکشی کے مرتکب ہونے کی نیت کر رہے تھے اور اپنی عاقبت خراب کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔

روزے سے جسے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا چاہیئے	اسلام تو روزہ رکھنے کی بھی اس وقت اجازت نہیں دیتا بلکہ توڑنا فرض قرار دیتا ہے جبکہ روزہ رکھنے سے جان ضائع ہونے کا اندیشہ ہو

یا کم از کم شدید بیمار ہونے کا سخت خطرہ ہو یا عورت حاملہ ہو جس سے بچے کے ہلاک یا کمزور ہونے کا اندیشہ ہو یا اس کے روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ کجا یہ کہ انسان مرنے کے لئے روزہ رکھنے لگے۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

آج کل الجزائر کے مسلمان قیدیوں نے فرانسیسی مظالم کے خلاف بھوک ہڑتال کر رکھی ہے۔ بھوک ہڑتال بھی اسلام میں انہی مذکورہ حقائق کی روشنی میں خودکشی کے مترادف ہے۔ جب یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی کہ مرن برت خودکشی کی برابر ہے تو خودکشی کی سزا بھی سن لیجئے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمائی ہے صحیح مسلم میں ہے کہ:-

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ

صلی اللہ علیہ وسلم من قتل نفسہ بحدیدۃ فحدیدتہ فی یدہ یتوجابھا فی بطنہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا ومن شرب سما فقتل نفسہ فھو یتحساہ فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا ومن تردّی من جبل فقتل نفسہ فھو یتردّی فی نار جھنم خالدا مخلدا فیھا ابدا

(مسلم جلد اول۔ باب قتل النفس)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے آپ کو لوہے کے ٹکڑے سے قتل کیا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے پیٹ میں گھونپ لیا تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہے گا۔ اور جس نے زہر کھا لیا اور خودکشی کی کہ وہ اس کو گھونٹ گھونٹ کر کے پیتا ہے تو وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور جس نے پہاڑ پر سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی تو وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں پڑا رہے گا۔

ایک اور حدیث کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

ومن ذبح نفسہ بشیٔ ذبح بہ یوم القیامۃ (مسلم)

اور جس شخص نے جس چیز سے اپنے آپ کو ذبح کیا اسی سے روز قیامت وہ ذبح کیا جائے گا۔

ایک اور حدیث صحیح مسلم میں اسی طرح روایت کی گئی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال شھدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنینا فقال لرجل ممن یدعی بالاسلام ھذا من اھل النار فلما حضرنا القتال قاتل الرجل قتالا شدیدا فاصابتہ

ابوہریرہ رض سے ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ حنین میں شریک ہوئے تو حضور نے ایک شخص کے متعلق جو مسلمان کہلاتا تھا فرمایا کہ یہ جہنمی ہے جب ہم جنگ میں حاضر ہوئے تو اس شخص نے سخت

جراحة فقيل يا رسول الله الرجل
الذي قلت له آنفا انه من اهل
النار فانه قاتل اليوم قتالا شديدا
وقد مات فقال النبي صلى الله عليه
وسلم الى النار فكاد بعض المسلمين
ان يرتاب فبينما هم ذالك اذ
قيل فانه لم يمت ولكن به جراحا
شديدا فلما كان من الليل لم
يصبر على الجراح فقتل نفسه
فاخبر النبي صلى الله عليه وسلم
بذالك فقال الله اكبر اشهد اني
عبد الله ورسوله ثم امر بلالا
فنادى بالناس انه لا يدخل
الجنة الا نفس مسلمة وان
الله ليؤيد هذا الدين بالرجل
الفاجر

(مسلم)

جنگ کی جس سے اس کے زخم آیا آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ جس
شخص کے متعلق آپ نے ازرہ کراہت
فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے اس نے سخت جہاد
کیا اور پھر مر گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ وہ جہنم میں گیا۔ بعض مسلمان اس معاملے
میں شک میں مبتلا ہونے کے قریب تھے کہ
ناگاہ کہا گیا کہ وہ خود نہیں مرا لیکن اس کو
کاری زخم لگا تھا۔ جب رات کا وقت ہوا تو
زخم پر اس نے صبر نہ کیا اور خود کشی کر لی۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی خبر دی
گئی تو "اللہ اکبر اشہد انی عبد اللہ و
رسولہ" فرمایا پھر بلال رضی اللہ عنہ کو حکم
دیا انہوں نے لوگوں میں بآواز بلند اعلان کیا
کہ جنت میں نفس مسلمہ کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا
اور بے شک اللہ اس دین کی فاجر آدمی کے
ذریعہ مدد کرے گا۔

ان احادیث سے صاف واضح ہوتا ہے کہ خود کشی کرنے والا خواہ زہر کھا کر یا بلندی سے گر کر یا چھری، تلوار، چاقو سے اپنے آپ کو ہلاک کرے یا بیماری

Marfat.com

میں صبر نہ کر کے حد سے زیادہ خواب آور گولیاں کھا کر یا ریل کی پٹڑی پر لیٹ کر غرض یہ ہے کہ جس صورت سے بھی خودکشی کرے گا اس کے لئے آخرت میں ایک طویل المیعاد اور سخت سزا ہو گی۔ اور اسی حکم میں ہے مرن برت رکھنے والا جو روزے تو نہیں بلکہ اس لئے فاقے کرتا ہے کہ ان سے ہلاک ہو جائے اور کسی سیاسی مقصد کو حاصل کرے۔

بہرحال اگر مسلمان مرن برت رکھے یا خودکشی کرے تو وہ آپ کو اسلام کے حلقے سے باہر نکال لیتا ہے۔ دیکھئے اس شخص کو جس نے جہاد کے باوجود زخم پر صبر نہ کر کے خودکشی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوزخی قرار دیا اور فرمایا کہ اس شخص نے غیر مسلموں کا سا کام کیا ہے حالانکہ جنت میں صرف نفس مسلمہ ہی داخل ہو سکے گا۔ اور بعض محدثین نے لکھا ہے کہ دراصل یہ شخص کافر ہی تھا۔

کسی دوسرے شخص کو قتل کر دینے کے متعلق بھی قرآن کریم میں سخت تنبیہ کی گئی ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں:۔

من قتل مومنا متعمداً فجزاءہ جھنم خالداً فیھا (قرآن کریم)	جس شخص نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

خودکشی یا قتل کی سزا میں شدت کا سبب

انسان کو خودکشی کرنے یا دوسرے کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جان اللہ کے حکم سے جسم میں داخل ہوتی ہے۔ یہی مطلب قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کا ہے کہ جان اور روح امر ربی ہے۔ جب اس کا حکم ہوتا ہے وہ اپنی کیفیت کے ساتھ جسم میں داخل ہوتی ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں حرکت کرنے لگتا ہے۔ جب تک امر ربی بچے کے جسم میں داخل نہیں ہوتا تو بچہ مردہ

رہتا ہے یا مردہ ہی پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی انسان کو اپنی یا دوسرے کی روح یعنی امر ربی میں تصرف اور خود کشی یا دوسرے کو قتل کرکے روح اور جسم کے باہمی تعلق کو قطع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ محقق علامہ ابن دقیق العید لکھتے ہیں:۔

جنایۃ الانسان علی نفسہ کجنایتہ علی غیرہ فی الاثم لان نفسہ لیست ملکا لہ مطلقا بل ھی للہ تعالیٰ فلا یتصرف فیھا الا بما اذن لہ فیہ۔

(فتح الملہم جلد ۱ ص ۲۶۵)

اپنے آپ کو مارنا دوسرے کے قتل کی طرح کا گناہ ہے کیونکہ اس کی جان بالکل اس کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ وہ اللہ کی ہے لہٰذا انسان اس میں تصرف نہیں کر سکتا الا یہ کہ اللہ نے اس کے بارے میں جس طرح اجازت دی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قانون دنیاوی بھی خودکشی کرنے والے کو مجرم قرار دیتا ہے اور اسی وجہ سے حدیثوں میں خودکشی کرنے والے کے لئے پر تنبیہ اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے کی دھمکی دی گئی ہے۔

Marfat.com

اعتکاف

اعتکاف اللہ کے لیے کسی گوشۂ مسجد میں جس میں پنجگانہ نماز باجماعت ہوتی ہو نیت کر کے بیٹھنے کا نام ہے ۔ اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت، مستحب ۔ نذر و منت کا اعتکاف واجب ہے، رمضان کے آخری عشرے کا سنت مؤکدہ بالکفایہ اور ان دونوں کے علاوہ مستحب یا نفلی اعتکاف ہے ۔ اعتکاف کا فلسفہ دنیا سے بے تعلقی اور اللہ سے تعلق قائم کرنا ہے ۔ اعتکاف میں بندہ اپنے دنیاوی کاروبار معطل کر دیتا ہے تو اللہ اس کے کام پورے کرتا ہے ۔

ہماری ترتیب کتاب کا سلسلہ رویت ہلال، تراویح، سحری، نیت روزہ اور افطار سے شروع ہو کر رمضان کے بیسویں روزے تک پہنچ چکا ہے ۔ اس عرصے میں خدا کے مومن بندوں نے روزے رکھے ہیں اور اب بیسویں روزے کے اختتام پر انہیں رمضان میں ایک اور بہترین عبادت کی سعادت سے سرفراز ہونے کا موقع ملنے کو ہے اور وہ ہے اعتکاف جو رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتا ہے اور جو سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے ۔

اعتکاف کا فلسفہ

اعتکاف کیا ہے اور اس کا فلسفہ اور حکمت کیا ہے، اس کی صحیح حقیقت ان صاف دل اور پاک سینہ، تجلیات ربانی سے منور اور روشن روح والے عارفوں اور شب زندہ داروں کے ساتھ دل میں پہنچ

جو تنہائیوں میں بیٹھ کر تصور جاناں میں مستغرق اور ذکر خدا میں رطب اللسان رہتے ہیں جو رکوع و سجود اور قیام و قعود اور بستروں پر اللہ، اللہ کا نام لے کر اپنے دلوں کو گرماتے اور روحوں کو تسکین بخشتے ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ	جو اللہ کو کھڑے، بیٹھے اور پہلوؤں پر یاد کرتے
قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ	ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور
فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا	کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب
مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ	یہ کارخانہ عالم تو نے بیکار پیدا نہیں کیا، تو
فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ	پاک ہے، ہمیں آگ کے عذاب سے محفوظ رکھ

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ یاد حبیب کا تنہائیوں میں، دنیا کے شور و شغب سے دور، جو لطف آتا ہے وہ ہنگاموں میں کہاں۔ جو عشق حبیب میں جلتے ہیں انہیں حبیب کے تصور میں تنہائیاں اتنی پسند ہوتی ہیں کہ ان کے بغیر تصور اور یاد کا صحیح مزا ہی نہیں آتا بقول غالب ؎

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے

اعتکاف تنہائیوں میں خدا کی یاد اور اس کی طرف رجوع اور دنیا سے بے تعلقی کا بہترین فلسفہ ہے

اعتکاف کے لغوی معنی	اعتکاف کے لفظی معنی کسی جگہ میں ٹھہر جانے اور اپنے کو اس میں حبس کر لینے اور گھیر لینے کے ہیں

اس کا مادہ عکف ہے جس کے معنی حبس کرنے اور روک لینے کے ہیں۔ اسی سے

قرآن کریم میں وَالْهَدْیَ مَعْکُوْفًا ہے یعنی وہ قربانی کا جانور جو حبس کر لیا اور روک لیا گیا ہو۔ عکف فعل متعدی حبس کر لینے کے معنی میں ہے اور عکوف فعل لازم ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّهُمْ یعنی اپنے بتوں کے چاروں طرف گھرے رہتے ہیں بہرحال اعتکاف افتعال کے وزن پر مصدر ہے جس کے معنی کسی جگہ ٹھہرنے کے ہیں۔

اعتکاف کیا ہے رمضان شریف کے آخری عشرے میں بیسویں روزے کے سورج چھپ جانے کے وقت سے ذرا پہلے سے ہلال عید یعنی آخری روزے کے غروب آفتاب تک کسی مسجد کے گوشے میں جس میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ اعتکاف کی نیت سے ذکر اللہ کے لئے بیٹھ جانے کا نام اعتکاف ہے۔ البتہ عورت اپنے گھر کے گوشے میں جہاں نماز پڑھنے کی جگہ مقرر کر رکھی ہو اعتکاف کر سکتی ہے۔ درمختار اور شامی میں ہے۔

هو لبث ذکر فی مسجد جماعة او امرأة فی مسجد بیتها و هو المعدّ لصلاتها الذی یندوب لها و لکل احد اتخاذه۔ والاعتکاف یطلب موکدا فی العشر الاخیر (درمختار و شامی صفحہ ۲۰۶ جلد ۲) والمشهور عند مشائخنا ان یدخل المعتکف بعد العصر قبل غروب الشمس

وہ اعتکاف یاد الٰہی کے لئے جماعت والی مسجد میں ٹھہرنے کا نام ہے یا عورت گھر کی جائے نماز میں ٹھہرے جو نماز کے لئے بنا رکھی ہو اور ہر ایک کے لئے ایسی جگہ بنانا ہوتی ہے اور اعتکاف (رمضان کے) آخری عشرے میں موکد ہے (درمختار و شامی) اور ہمارے حنفی مشائخ میں یہ مشہور ہے کہ اعتکاف کرنے والا عصر کے بعد رمضان

من الیوم العشرین من شہر رمضان لیدخل اللیلۃ الحادیۃ وعشرین فی الاعتکاف (رسائل الارکان) | کی بیسویں تاریخ کو سورج چھپنے سے پہلے (مسجد میں) داخل ہو جائے تاکہ اکیسویں رات اعتکاف میں شامل ہو جائے۔

اعتکاف میں نیت اور ٹھہرنا رکن ہے اور مسجد میں ہونا اور نیت کرنا اس کے لئے شرط ہے۔

رمضان میں اعتکاف سنت موکدہ بالکفایہ ہے

جس طرح فرض کفایہ اور واجب کفایہ چند آدمیوں کے ادا کرنے سے شہر کے بقیہ آدمیوں کی طرف سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سنت کفایہ بھی شہر کے ایک دو آدمیوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے لیکن فرض کفایہ اور واجب کفایہ کی طرح اگر اس کو کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب بستی والے گنہگار ہوتے ہیں اسی طرح اگر سنت کفایہ جیسا کہ اعتکاف ہے کوئی بھی بستی کا مسلمان ادا نہ کرے تو عدم ادائگی کے باعث بستی کے سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی فقہا نے تین قسمیں قرار دی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ **اعتکاف واجب**:۔ یہ وہ اعتکاف ہے جو کسی نے نذر اور منت کے لئے مانا ہو مثلاً کسی نے منت مانی اگر میں امتحان میں پاس ہوا تو اعتکاف کروں گا لہذا کامیابی پر اعتکاف کرنا واجب ہے۔ نہ کرنے کی صورت میں وہ شخص واجب کا تارک ہوگا جس پر گناہ لازم آتا ہے۔

۲۔ **اعتکاف سنت مؤکدہ بالکفایہ**:۔ یہ اعتکاف رمضان کے آخری عشرے میں ہوتا ہے۔ کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان دنوں میں ہمیشہ اعتکاف کرتے رہے ہیں۔

۳۔ **مستحب یا نفلی اعتکاف**:۔ یہ وہ اعتکاف ہے جو کہ آخری عشرۂ رمضان کے علاوہ سال بھر میں جس وقت چاہے اختیار کرے خواہ رمضان کے پہلے اور دوسرے عشرے میں ہی کیوں نہ ہو۔

واجب، مسنون اور مستحب اعتکاف کی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم مدت

۱۔ نفلی یا مستحب اعتکاف کی زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے تمام عمر چاہے اعتکاف کر سکتا ہے لیکن جس طرح شریعت میں وصال صوم اور صوم دہری کو اچھا نہیں سمجھا گیا اسی طرح دنیا کے کاروبار اور حقوق اہل وعیال چھوڑ کر اعتکاف میں ہی ہمیشہ رہنا اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص عمر کے کسی ایسے حصے میں جب اس کے اعتکاف سے کسی کے حقوق پر زد نہ پڑے اور تمام امور سے فارغ ہو کر اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہے تو پھر گنجائش ہے اعتکاف نفلی کی کم سے کم مدت کے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور جس پر فتویٰ بھی ہے کہ اگر انسان ایک منٹ یا نصف کے لئے بھی مسجد میں آئے یا کھڑا ہو کر چلا جائے اور یہ نیت کرے کہ جب تک میں مسجد میں ہوں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں تو وہ وقت اعتکاف میں شامل ہو جائے گا۔ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسجد میں نماز کے لئے بھی داخل ہوتا ہو تو نماز کے ساتھ اعتکاف

Marfat.com

کی نیت بھی کرے تاکہ اعتکاف نفلی کے ثواب سے مستفید ہو جائے۔ یا گھڑی ملانے کے لئے ہی جائے تو اعتکاف کی نیت کرے۔ ثواب مل جائے گا۔

۲۔ سنت موکدہ بالکفایہ یا مسنون اعتکاف کی مدت رمضان کا آخری عشرہ ہے خواہ دس دن کا عشرہ ہو یا نو دن کا۔ اس کی مدت نہ اس سے کم ہے اور نہ اس سے زیادہ۔

۳۔ واجب اعتکاف کی مدت کم سے کم ایک دن کی ہو سکتی ہے اس سے کم کی مدت کی نذر ماننی جائز نہیں۔ البتہ زیادہ سے زیادہ جتنے دن کی بھی اعتکاف کی منت مانے اجازت ہے لیکن جن ایام کے روزے حرام ہیں ان میں منت نہیں کر سکتا۔ کہ واجب اعتکاف روزوں کے بغیر جائز نہیں

فضیلت اعتکاف

اللہ کے لئے دنیا سے جدا ہو کر ایک وقت کے لئے اپنے آپ کو قید کر دینا کوئی معمولی قربانی نہیں ہے۔ جو شخص خدا کے لئے ایسا کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں اس کے کام روا کرنے کی فکر میں لگ جاتی ہیں۔ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے زیر سایہ رہنے کا اہل ہو جاتا ہے کیونکہ اس نے اس کی خاطر اپنے دنیاوی مفاد کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جب بندہ اس کی خاطر اپنے کام بگاڑتا ہے تو خدا کی رحمت اس کے بگڑے کاموں کو سنوارتی ہے۔ حدیث میں ہے:۔

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المعتکف وھو یعتکف الذنوب ویجری لہ من الحسنات کعامل الحسنات کلھا (ابن ماجہ)	ابن عباسؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کرنے والے کے بارے میں کہ وہ گناہوں سے رکا رہتا ہے اس کے لئے تمام نیکیاں ہر قسم کی نیکیاں کرنے والے کی طرح جاری کی جاتی ہیں

یعنی اگر معتکف آزاد ہوتا تو کسی مریض کی عیادت، کسی جنازے میں شرکت، کسی کی مدد و نصرت کرتا اور ثواب لیتا لیکن اللہ کے لئے کسی گوشۂ مسجد میں معتکف ہوکر اپنے آپ کو پابند کرلینے سے گویا اس نے اپنے آپ کو نیکیوں سے محروم کرلیا لیکن حضورؐ نے بتلایا کہ جو شخص اعتکاف میں رہ کر اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے اس کی وہ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں برابر جاری رہیں گی۔ جن کو وہ اعتکاف کے باعث نہ کر سکا۔ گویا ناکردہ نیکیوں کی حسرت کی داد کا اس کو مستحق قرار دیا گیا ہے جس طرح غالب نے ناکردہ گناہوں کی حسرت کی داد کا اپنے آپ کو مستحق قرار دیا ہے اور کہا ہے ؎

ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

مگر اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ وہ ناکردہ گناہوں کی سزا تو نہیں البتہ ناکردہ نیکیوں کی حسرت کی داد اور اس کی جزا دیتے ہیں جیسا کہ مذکورہ حدیث کے مطابق معتکف کے لئے جاری رہتی ہے معتکف اپنے دل کو خدا کی طرف لگا لیتا ہے۔ برابر خدا کے گھر میں رہتا ہے اور اس کے گھر میں رہ کر اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے شیطان کے مقابلے میں اعتکاف کے ذریعہ قلعہ بناتا ہے اور گویا زبان حال سے کہتا ہے کہ میں تیرے در پر آپڑا ہوں تو ہی میری پناہ اور تو ہی میرا کارساز ہے۔

اعتکاف آنحضورؐ کے عمل کی روشنی میں

اعتکاف کا جاہلیت کے زمانے میں بھی دستور تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے جس کو بخاری و مسلم

Marfat.com

نے روایت کیا ہے :-

عن ابن عمر ان عمر سال النبی صلی اللہ وسلم قال کنت نذرت فی الجاھلیۃ ان اعتکف اللیلۃ فی المسجد الحرام قال واوف بنذرك	ابن عمر سے ہے کہ عمرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نذر مانی کہ میں خانۂ کعبہ میں ایک رات اعتکاف کروں گا ۔ فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

لیکن اس کا پہلو کچھ اور تھا۔ اسلام نے بھی اس کو جاری رکھا لیکن اس کی نوعیت کو خالص اللہ کے لئے کر دیا۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خوشنودی الٰہی کے لئے اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ بخاری اور مسلم میں ہے :-

عن عائشۃؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی توفاہ اللہ تعالیٰ ثم اعتکف ازواجہ من بعد (مسلم و بخاری)	حضرت عائشہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ بعدازاں آپ کی ازواج اعتکاف کیا کیں۔

حضورؐ نے آخری سال بیس دن کا اعتکاف کیا

بخاری کی حدیث سے سال وفات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس دن کا اعتکاف ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ

بخاری میں ہے :-

عن ابی ھریرۃؓ قال کان یعرض	ابوہریرہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

عَلَی النبی صلی اللہ علیہ وسلم القرآن کل عام مرۃ فعرض علیہ مرتین فی العام الذی قبض و کان یعتکف کل عام عشراً فاعتکف عشرین فی العام الذی قبض (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر سال قرآن کریم ایک مرتبہ پیش کیا جاتا۔ لیکن جس سال آپ کی روح قبض کی گئی دو مرتبہ پیش کیا گیا۔ اور ہر سال دس دن اعتکاف فرماتے لیکن وفات کے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

بیس دن کا اعتکاف کرنے کی وجہ

ترمذی، ابن ماجہ اور ابو داؤد کی روایت کردہ حدیث میں وفات کے سال بیس دن کا اعتکاف کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضورؐ وفات کے سال سے پہلے سال ۹ھ میں اسی عذر کے باعث اعتکاف نہ فرما سکے تھے۔

عن انسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فی العشر الاواخر من رمضان ولم یعتکف عاما فلما کان العام المقبل اعتکف عشرین (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

حضرت انسؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے لیکن ایک سال اعتکاف نہ فرمایا۔ جب اگلا سال آیا تو بیس روز کا اعتکاف کیا۔

عشرۂ اوّل، عشرۂ دوم اور عشرۂ آخر میں حضورؐ کا اعتکاف

رمضان شریف کے آخری عشرے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف فرمانا ۲ھ سے شروع ہونا معلوم ہوتا ہے اور اس سے پہلے آپ نے ۲ھ میں جبکہ رمضان کے

Marfat.com

روزے فرض ہوئے۔ رمضان کے پہلے عشرے (دس دن) میں اعتکاف فرمایا اور اس کے بعد ۳ھ میں دوسرے عشرے میں دسویں روزے سے بیسویں روزے تک اعتکاف فرمایا چنانچہ طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے:۔

عن ام سلمة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعتکف اول سنة العشر الاول ثم اعتکف العشر الوسطی ثم اعتکف العشر الاواخر وقال انی رأیت لیلة القدر فیھا فانسیتھا فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف فیھن حتی توفی صلی اللہ علیہ وسلم (طبرانی)	ام سلمہ سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سال (فرضیت صیام ۲ھ کے بعد) عشرۂ اوّل میں اعتکاف فرمایا اور پھر آخری عشروں میں اور فرمایا کہ میں نے لیلۃ القدر آخری عشروں میں دیکھی لیکن میں بھلا دیا گیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشروں میں ہی وفات تک اعتکاف کرتے رہے۔ (طبرانی)

مسجد نبوی میں ستون توبہ کے پاس حضورؐ کے اعتکاف کی جگہ

علم حدیث ہماری معلومات کے لئے ایک بہت بڑی نعمت اور دولت ہے اس کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک اسوۂ حسنہ کا علم ہو کر مسرت حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں اعتکاف کے سلسلے میں محدثین نے حدیثوں کے ذریعہ یہاں تک بتایا کہ آنحضورؐ کہاں اور کس جگہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے:۔

عن ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا اعتکف	ابن عمر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق روایت کیا کہ حضورؐ جب اعتکاف فرماتے

Marfat.com

طرح لہ فراشہ او یوضع لہ سریرٌ	تو آپ کے لئے فرش کر دیا جاتا یا ستون توبہ
وراء اسطوانۃ التوبۃ	کے اُس طرف چارپائی بچھادی جاتی ۔

مسجد نبوی حضورؐ کے زمانے میں کھجور کے ستونوں پر قائم تھی ۔ انہی ستونوں میں ایک ستون تھا جس سے حضرت ابولبابہ انصاری نے ایک تقصیر کے باعث اپنے آپ کو باندھ لیا تھا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اپنے آپ کو اسی حالت میں رکھوں گا ۔ چنانچہ اس بنا پر اس کا نام ستون توبہ پڑ گیا ۔ ایک ستون کے پاس حضرت عائشہ تہجد کی نماز پڑھا کرتی تھیں اس کا نام ستون عائشہ اور اسی طرح مختلف وفود سے جس ستون کے پاس آنحضورؐ ملاقاتیں فرماتے اس کا نام ستون وفود ہے ۔ آج بھی اگرچہ وہ ستون پختہ ہو چکے ہیں لیکن ہر ایک ستون پر اس کا نام لکھا ہوا ہے اور آج بھی وہ ستون اسی جگہ ہیں جس جگہ کھجور کے ستون آنحضورؐ کے زمانے میں نصب کئے گئے تھے ۔ واضح رہے کہ عربی میں ستون کو اسطوانہ کہتے ہیں ۔

معلوم ہوا جب حضور اعتکاف فرماتے تو کبھی آپ کے لئے فرش کر دیا جاتا اور کبھی چارپائی بچھادی جاتی جو مسجد میں ستون توبہ کے اس طرف گوشہ میں ہوتی ۔ تاکہ لوگوں کو مسجد میں تنگی نہ ہو ۔ کبھی آپ صوف کے خیمے کو دو یا تین عمودوں پر قائم کرا کر اعتکاف میں تشریف رکھتے ۔ مسلم کی حدیث میں ہے ۔ جو حضرت عائشہ سے مروی ہے :۔

انہ امر بخبائہ فضرب لما اراد	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے خیمے
الاعتکاف فی العشر الاواخر من	کا حکم دیا تھا لہذا جب آپ نے رمضان کے

Marfat.com

رمضان فامرت زینب نجبائها فضرب وامر غیرها من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بخبائها فضرب فلما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر نظر فاذا الا خبیۃ فقال آلبر یردن فامر بخبائہ فقوض وترك الاعتكاف فی شهر رمضان حتی اعتكف فی العشر الاول من شوال (مسلم)	آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ کیا تو خیمہ قائم کیا گیا۔ حضرت زینب نے خیمہ کے لئے کہا تو وہ بھی قائم کر دیا گیا اور ان کے علاوہ اور ازواج مطہرات میں سے بھی کسی نے کہا تو ان کے لئے بھی۔ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھی تو اچانک کئی خیمے دیکھے تو فرمایا کیا انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس اپنے خیمے کو علیحدہ کر دینے کا حکم دیا چنانچہ اکھاڑ دیا گیا اور آپ نے

اس رمضان میں اعتکاف چھوڑ دیا حتی کہ شوال کے پہلے دہے میں (عید کے دن کو چھوڑ کر) اعتکاف فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضور نے ازواجِ مطہرات کے خیموں کو مسجد نبوی میں دیکھ کر مناسب نہ سمجھا کہ ازواج مطہرات مسجد میں اعتکاف کریں کیونکہ اس سے حضور کی تنہائی میں خلل پڑنے کی سی صورت تھی جو اعتکاف کی روح کے منافی تھا۔ پھر یہ بھی اندیشہ ہو چلا تھا کہ مبادا ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کی خاطر کہیں ایسا نہ کر رہی ہوں۔ اس صورت میں اعتکاف کے خلوص میں آمیزش کا خطرہ تھا اور اس لئے بھی کہ مسجد نبوی میں کئی خیموں کے باعث صحابہ کی آمد و رفت کے سبب سے کئی قسم کی دشواریاں پیدا ہو جانے کے امکانات پیدا ہو جاتے اس لئے حضور نے بھی اعتکاف ترک فرمایا اور اپنا خیمہ بھی علیحدہ کرا دیا

Marfat.com

اور پھر عید کے دن کو چھوڑ کر شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا جس سے امت مسلمہ کو اعتکاف کے ملتوی کر دینے اور دوسرے وقت اعتکاف کر لینے کی تعلیم حاصل ہو گئی۔

آنحضورؐ کا اعتکاف میں عمل اور عبادت کی سعی

حضرت عائشہ رضؓ سے مسلم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کے متعلق روایت ہے۔

عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل العشر احیی اللیل وایقظ اهله وجدّ وشدّ المئزر

(مسلم)

حضرت عائشہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو رات میں عبادت کرتے اور اپنے اہل کو جگاتے اور (عبادت میں) کوشش کرتے اور تیاری کرتے۔

اس حدیث سے آنحضورؐ کا رمضان کے آخری عشرے میں خصوصیت سے اعتکاف کی صورت میں، راتوں کو خود عبادت کرنے اور اپنی ازواج مطہرات کو عبادت کے لئے قیام کرنے پر اہتمام خصوصی فرمانے اور خود حضور کا ذکر اللہ میں مشغول رہنے اور ازواج سے جدا رہنے اور عبادت کے لئے کمر بستہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

اعتکاف میں احتیاط

آنحضورؐ نے جو اسوہ حسنہ اعتکاف کی صورت میں ایک مسلمان کے لئے چھوڑا ہے وہ اس حدیث سے اور واضح ہوتا ہے جو حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

عن عائشۃ قالت السنۃ علی	عائشہؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا
المعتکف ان لایعود مریضًا	کہ معتکف پر سنت یہ ہے کہ وہ نہ مریض
ولایشہد جنازۃ ولا یمسّ المرأۃ	کی عیادت کرے اور نہ جنازے میں شریک
ولایباشرھا ولایخرج لحاجۃ	ہو اور نہ عورت کو چھوئے اور نہ اس سے
الا لما لابد منہ ولا اعتکاف	مباشرت کرے اور ضروری حاجت
الا بصوم ولا اعتکاف الا فی	(پیشاب پاخانہ) کے سوا نہ نکلے اور اعتکاف
مسجد جامع	روزے کے بغیر اور جماعت والی مسجد کے
(ابوداؤد)	سوا جائز نہیں۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں جو مسائل نکلے وہ اعتکاف سے متعلق حسب ذیل ہیں:۔

مسائل اعتکاف

۱۔ اعتکاف کے لئے نیت شرط ہے۔ نیت کے بغیر اعتکاف درست نہیں۔ نیز عقل اور اسلام کا ہونا بھی شرط ہے۔ اور مسجد میں ہونا بھی۔

۲۔ اعتکاف میں عورت سے صحبت حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے:۔

ولاتباشروھن وانتم عاکفون	اور عورتوں سے درانحالیکہ تم مساجد میں
فی المساجد	بحالت اعتکاف ہو مباشرت مت کرو۔

مباشرت میں صحبت کرنا ہی داخل نہیں بلکہ عورت سے چمٹنا، بوسہ لینا اور اس کو چھونا بھی جائز نہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ صحبت سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور بوسہ لینے اور چمٹنے میں اگر انزال ہو جائے تو فاسد ہو جاتا ہے ورنہ نہیں (مظاہر حق)

Marfat.com

۳۔ اعتکاف مسجد میں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ آیت اور حدیث سے واضح ہے۔ اور مسجد بھی ایسی جس میں پنجگانہ نماز جماعت سے ہوتی ہو۔ حدیث میں مسجد جامع سے مراد وہ مسجد ہے جس میں جماعت سے نماز ہوتی ہو۔ عورت گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ میں اعتکاف کرے گی۔ اس پر جماعت سے نماز نہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے۔ اپنے سر مبارک کو باہر نکال دیتے تو حضرت عائشہ کنگھا کر دیتیں۔ اگر ایسی صورت ہو کہ سر نکل جائے یا کوئی ہاتھ اور پاؤں مسجد سے باہر ہو جائے لیکن جسم کا اصلی حصہ گردن سے نیچے سے لے کر تمام دھڑ مسجد میں رہے تو کوئی مضائقہ نہیں:۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اعتكف ادنى الىّ راسه وهو فى المسجد فارجله وكان لا يدخل البيت الا لحاجة الانسان (بخاری ومسلم)

حضرت عائشہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحالت اعتکاف اپنا سر میری طرف کر دیتے درانحالیکہ خود مسجد میں ہوتے تو آپ کے خود کنگھا کر دیتی اور آپ گھر میں بجز حاجت بشری کے نہ ہوتے

۴۔ سب سے افضل اعتکاف خانہ کعبہ میں اعتکاف کرنا ہے۔ دوسرے درجے کا اعتکاف وہ ہے جو مسجد نبوی میں کیا جائے اور تیسرے درجے میں اس اعتکاف کا مرتبہ ہے جو جامع مسجد میں کیا جائے اور ان کے بعد پھر ہر اس مسجد میں جس میں پنجگانہ جماعت ہوتی ہو۔ لیکن جس مسجد میں جماعت نہ ہو اس میں اعتکاف بھی جائز نہیں۔

۵۔ اعتکاف میں حاجت ضروریہ مثلاً پیشاب، پاخانہ کے سوا مسجد سے

Marfat.com

نکلنا جائز نہیں اگر کوئی کھانا پہنچانے والا یا دینے والا نہیں تو کھانے کے لیے باہر جانے کی اجازت ہے۔ پھر فوراً اس کو واپس آنا چاہیے۔ اگر مسجد اعتکاف میں جمعہ نہ ہوتا ہو تو جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد میں جانا جائز ہے، جس سے فراغت کے بعد فوراً واپس ہونا چاہیے۔ جامع مسجد میں ایسے وقت جائے جبکہ سنتوں کے پڑھنے کے بعد عربی خطبہ مل جائے اور پھر سنتیں پڑھ کر واپس آجائے جامع مسجد میں واپس آنے کا اندازہ معتکف پر ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے اور کچھ پہلے پہنچ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر جامع مسجد ہی میں سنتوں کے بعد بقیہ اعتکاف کے لئے بیٹھ گیا تو جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

۶۔ معتکف اگر حاجت ضروریہ کے لئے باہر نکلا اور راستے میں چلتے چلتے رُکے بغیر اگر کسی مریض کی مزاج پرسی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حدیث میں ہے:۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعود المریض وھو معتکف فیمر کما ھو فلا یعرج یسأل عنہ (ابوداؤد)

حضرت عائشہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مریض کی (چلتے چلتے) اعتکاف کے ایام میں مزاج پرسی کر لیتے اور بغیر رُکے گذرتے چلے جاتے کہ مریض سے ٹھہر کر نہ پوچھتے۔

۷۔ معتکف کو مسجد میں کھانا، پینا، سونا اور بمجبوری خرید و فروخت بات کرنا کہ اشیائے خرید و فروخت وہاں نہ لائی جائیں جائز ہے۔ اسی طرح نکاح وغیرہ بھی جائز ہے لیکن غیر معتکف کو مسجد میں خرید و فروخت کرنا جائز نہیں شامی میں ہے:۔

Marfat.com

رخص المعتکف باکل وشرب و نوم وعقد احتاج کبیع ونکاح و رجعۃ فلو خرج لاجلھا تفسد لعدم الضرورۃ	اعتکاف کرنے والے کو کھانے، پینے، سونے اور ضروری معاملے کی مثلاً بیع، نکاح اور طلاق سے رجعت کی رخصت ہے لیکن اگر ان امور کے لئے وہ مسجد سے نکل گیا۔ تو
(شامی صفحہ ۲۱۶ جلد ۲)	بے ضرورتی کے باعث اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا

اعتقاد سمجھ کر خموشی مکروہ تحریمی ہے

۸۔ اعتقاد سمجھ کر بحالت اعتکاف خموش رہنا حرام کے قریب یعنی مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر خموشی کا اعتقاد نہ ہو تو جائز ہے ہاں کلام کرے تو خیر اور بھلائی سے متعلق ہو۔ مباح کلام بھی بغیر ضرورت مکروہ ہے۔ صاحب مظاہر حق نے "فتح القدیر" فقہ کی مشہور کتاب کے حوالے سے لکھا ہے:۔

"فتح القدیر میں لکھا ہے کہ کلام کرنا بے ضرورت مسجد میں ایسا حسنات (نیکیوں) کو کھاتا ہے یعنی نابود کرتا ہے جیسے آگ خشک لکڑیوں کو" (مظاہر حق صفحہ ۱۹۴ جلد ۲ باب الاعتکاف)

اعتکاف میں کیا کرنا چاہیئے

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ اعتکاف کی روح دنیا سے بے تعلقی اور اللہ سے لو لگانا ہے اس لئے مسجد میں محصور رہنا ہی اعتکاف ہے۔ لیکن پھر بھی محض خموش بیٹھے رہنے کی بجائے معتکف کو پنجگانہ نماز کے علاوہ جو کہ فرض ہیں، حسب ذیل امور کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ مظاہر حق میں ہے:۔

"معتکف کو چاہیئے کہ تلاوت قرآن اور مطالعہ کتابوں حدیث و

Marfat.com

تفسیر و سیر انبیا اور صالحین اور اور کتابوں دین کا کرتا رہے یا لکھتا رہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ باب الاعتکاف)

الغرض نوافل و تسبیح، درد کو وغیرہ میں اپنی تنہائیاں گذارے اور قرآن کریم کی تلاوت سے دل کو تسکین بخشے۔

کیا اعتکاف میں روزہ ضروری ہے

۱۰۔ واجب اور سنت موکدہ اعتکاف میں روزہ ضروری ہے۔ روزے کے بغیر یہ اعتکاف نہیں ہوتا۔ رمضان کے آخری عشرے میں جس کا اعتکاف سنت موکدہ بالکفایہ ہے تو روزے ہوتے ہی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر رمضان کے سوا نذر و منت کا اعتکاف کرے تو اس میں روزہ رکھنا ضروری ہے جیسا کہ ابھی حدیث عائشہ رضی میں گذرا۔ لا اعتکاف الا بالصوم عقل اور دل دونوں کی رائے بھی یہی ہے کہ تصور جاناں کے لئے تنہائیوں کی یادوں میں کھانے پینے کے سلسلے کو بالائے طاق رکھ دینا چاہیئے۔ لیکن واجب اور سنت موکدہ کے علاوہ مستحب یعنی نفلی اعتکاف میں بھی احتیاط یہ ہے کہ روزہ رکھے اور معتمد یہ ہے کہ شرط نہیں۔ شامی میں ہے :۔

روایۃ الحسن انه شرط للتطوع ایضاً لانه لا یشترط له الصوم علی الظاهر من المذهب	حسن کی روایت ہے کہ نفلی اعتکاف میں بھی روزہ شرط ہے۔ لیکن ظاہری مشہور مذہب میں شرط نہیں۔
(شامی صفحہ ۱۳۰ و ۱۳۱ ج ۲)	(شامی)

بہر حال نفلی اعتکاف میں بھی روزہ رکھنا چاہیئے۔ البتہ نہ رکھنے کی گنجائش بھی ہے

Marfat.com

اور حدیث میں جو لا اعتکاف الا بالصوم آیا ہے وہ واجب یا سنت مؤکدہ بالکفایہ کے لئے ہے۔

حالت حیض و نفاس و جنابت میں اعتکاف نہیں	۱۱۔ عورت کو حالت حیض (ایام ماہواری) یا نفاس (بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آنے) کی حالت میں اعتکاف کرنا جائز نہیں۔

اگر اثنائے اعتکاف میں ایام ماہواری آنے لگے یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس آنے لگا تو اعتکاف چھوڑ دینا ضروری ہے۔ شامی میں ہے:

والحائض والنفساء لیستا اھل للصلوٰۃ فلا یصح اعتکافھما	اور حائضہ اور نفساء نماز ہی کی اہل نہیں کجا یہ کہ ان کا اعتکاف صحیح ہو۔
(شامی صفحہ [illegible])	(شامی)

واجب اور مسنون اعتکاف کے فساد میں قضا لازم ہے مستحب میں نہیں	۱۲۔ طبعی اور فطری ضرورت جیسے پیشاب پاخانہ اور شرعی ضرورت جیسے جمعہ کی نماز کے علاوہ مسجد

سے بالکل نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر شرعی اور طبعی ضرورت کے بغیر نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو اس کی قضا بھی کرنی پڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہو تو وہ بھی فاسد ہو جائے گا لیکن قضا نہیں آئے گی۔

جان بچانے کی خاطر اعتکاف سے نکل جانا ضروری ہے	۱۳۔ اگر مسجد کے گرنے کا اندیشہ ہے جس میں اس نے اعتکاف کیا ہوا ہے تو

اس سے جان بچانے کی خاطر نکل جانا جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے البتہ اعتکاف فاسد ہو جائیگا۔
۱۴۔ اگر کسی اعتکاف کرنیوالے کو کسی جرم یا قرض کے مطالبے کے باعث جائے اعتکاف سے زبردستی باہر نکال دیا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائیگا۔ اسی طرح اگر پیشاب پاخانے یا نماز جمعہ کیلئے باہر نکلا تھا اور کسی قرض خواہ نے روک لیا یا بیمار ہو گیا کہ جائے اعتکاف تک جانے میں دیر ہو گئی تو بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

شب قدر

شب قدر میں قرآن کریم کا نزول ہوا ۰ شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے ۰ شب قدر یوں تو سارے سال میں منتقل ہوتی رہتی ہے لیکن زیادہ راجح یہ ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے اور اس میں بھی ستائیسویں رات میں ۰ شب قدر میں ساری رات عبادت کرنی چاہیئے یا جس قدر بھی ہو سکے ۰ صلوٰۃ التسبیح دیگر نوافل، تلاوت قرآن مجید، ذکر اللہ جو چاہے کرے ۰ شب قدر میں اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ کی دعا مانگے اور جو چاہے دعا مانگے ۰

یوں تو سب دن اور راتیں قدرت کی عظیم آیتیں ہیں لیکن خصوصیت سے راتوں میں شب قدر، شب برات، شب معراج، عیدوں کی راتیں اور دنوں میں روزے کے دن، حج کا دن، جمعہ، عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن وہ ہیں جن پر خصوصیت سے ربانی عنایت کے ذرے پڑے ہیں اور ان ذروں نے ان راتوں اور دنوں کو چمکا دیا۔ انہی مبارک راتوں میں شب قدر سب راتوں سے زیادہ مقدس، مبارک اور انوار سے منور رات ہے۔

Marfat.com

البتہ علماء نے حج کے دن کے بعد آنے والی رات کو جو حجاج مزدلفہ میں گذارتے ہیں زیادہ معزز کہا ہے۔

شب قدر کا نام شب قدر کیوں ہوا

لیلۃ القدر کو قدر کی رات اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قدر یعنی عزت و تعظیم کی رات ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ کی آیت میں کہ انہوں نے اللہ کی کما حقہٗ قدر و عزت نہ پہچانی قدر کے صاف معنی عزت و تعظیم کے ہیں۔ یہ رات اس لئے معظم و محترم ہے کہ اس میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ اللہ کی رحمت، برکت اور مغفرت بھی ایمان والوں پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور جو شخص اس رات میں عبادت کرتا ہے وہ خود قابل قدر ہو جاتا ہے۔

بعض علماء نے قدر دال ساکن کو قَدَر دال کے زبر کے ساتھ کے معنی میں لیا ہے جو قضا کے ساتھ مل کر قضا و قدر بولا جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس رات میں اُس سال کے احکام کا فیصلہ کیا جاتا ہے جیسا کہ خدائے کائنات نے قرآن کریم میں فرمایا فِیْہَا یُفْرَقُ کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ ۝ یعنی اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ صادر کر دیا جاتا ہے۔

بعض علماء نے قدر کے معنی تنگی کے لئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ یعنی جس پر رزق تنگ کر دیا گیا چوں کہ اس رات میں فرشتوں کے بکثرت نازل ہونے کے باعث فضائے آسمان و زمین تنگ ہو جاتی ہے اس لئے اسکو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔

لیلۃ القدر کے فضائل

شب قدر کی فضیلت کے بارے میں قرآن کریم

Marfat.com

کے روشن کلمات یہ ہیں :-

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۝ — ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۝ — آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیا ہے. شب

لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ — قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر کی فضیلت کی وجہ اس رات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ قرآن کریم کے نازل ہونے کے باعث ہے جس کی تفصیل ہم آغاز کتاب میں لکھ چکے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہدایت کا نیر اعظم جس رات میں طلوع ہوا ہو وہ رات یعنی اس رات میں عبادت کرنا ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے جبکہ خدائے کریم کی مرضی ہو چکی ہو بہتر ہو سکتی ہے۔ قرآن کریم خدا کا کلام ہے جو انسانیت کو اعلےٰ مقام پر پہنچانے کا ذریعہ ہے اس لئے اس کا نزول کائنات کی مادی اور روحانی دولتوں میں سب سے زیادہ بڑی دولت ہے۔

قرآن کریم کے اس شب میں نزول کے علاوہ اس رات میں ایک مستقل تقدس اور رحمت و برکت کا سامان اور بھی ہے اور وہ یہ کہ روح الامین یعنی جبریل علیہ السلام بیشمار فرشتوں کے ہجوم میں نزول فرماتے ہیں تاکہ بے انتہا اور بے شمار خیر و برکت سے اہل زمین کو فیض یاب فرمائیں اور ان کا فیض یاب کرنا یہ ہے کہ جبریل امین اور دوسرے فرشتے نکوکار، عبادت گزار اور خدا کے ذکر سے رطب اللسان مومن بندوں کے لئے سلامتی اور رحمت کی اس رات میں یعنی غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک دعا کرتے ہیں اور یہ سلسلۂ دعا تمام رات جاری رہتا ہے۔ جب جبریل امین فرشتوں کے ہجوم میں رحمت و سلامتی کی تمام رات دعائیں کرتے رہیں تو بے شمار فرشتوں کی صالح مومنین کے حق میں

Marfat.com

دعائیں اس قدر بے شمار اور غیر محدود ہوں تو اس سے تمام فضائے کائنات جگمگا اٹھتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ دعائیں اپنی مقدار اور روحانی برکات کے باعث دراں حالیکہ اس میں قرآن کریم بھی اترا ہو ہزار مہینوں کی عبادت سے صاف طور پر بہتر ہوں گی اور بڑھ جائیں گی۔ لہذا یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہو گی۔

قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان میں واقع ہوئی تھی جیسا کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اور اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ سے ظاہر ہے۔

علاوہ ازیں کہ فرشتے "سلام سلام" یعنی سلامتی کی دعا کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم سے انتظام عالم کے متعلق جو کام اس میں مقدر ہو چکے ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کیلئے آتے ہیں۔

مولانا عبدالحی کفلیتوی (سورت) نے غنیۃ الطالبین مصنفہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالے سے اپنی کتاب البصائر فی تذکیر العشائر میں لکھا ہے کہ اس رات جبریل امین فرشتوں کے ہجوم میں زمین پر آتے ہیں) اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ، دوسرا مسجد نبوی، تیسرا بیت المقدس اور پانچواں طور سینا پر نصب کرتے ہیں اور پھر تمام فرشتے مومنین کے گھروں میں داخل ہو کر تمام رات ان کے لئے دعائے سلامت و رحمت کرتے ہیں الا وہ جسکے گھر میں تصویر یا کتا ہو۔

صاحب مظاہر حق باب لیلۃ القدر میں لکھتے ہیں:۔

"لیلۃ القدر میں تجلی رحمت خاص جناب باری تعالیٰ کی آسمان دنیا پر وقت غروب سے صبح تک ہوتی ہے اور اس میں اترتے ہیں ملائکہ اور روح واسطے ملاقات مسلمانوں اور عابدین کے اور اس میں نزول قرآن کا ہوا اور اس میں پیدائش ملائکہ کی ہوئی۔ اور اس میں جمع ہونا مادہ آدم کا شروع ہوا اور اس میں درخت جنت میں لگائے گئے

Marfat.com

اور اس میں دعا قبول ہوتی ہے" اور اس میں ثواب عبادت کا بہت ہوتا ہے۔
(مظاہر حق جلد ۲ ص ۱۸۷)

صاحب مظاہر حق کی عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ رات ملائکہ کی پیدائش کی رات ہے۔ اسی لئے اس رات میں فرشتے خصوصیت سے رحمت و سلامتی کی دعائیں غالباً کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ شب پیدائش آدم سے پہلے ہی متعین ہے البتہ اسکی برکت و رحمت کی خصوصیات امت محمدیہ کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ صاحب مظاہر حق لکھتے ہیں۔

"لیلۃ القدر خاص اسی امت کے لئے مقرر ہوئی اس لئے کہ باوجود چھوٹی عمروں کے ثواب بہت سا پاویں۔" (مظاہر حق جلد ۲ ص ۱۸۶)

شان نزول آیات لیلۃ القدر

قرآن کریم کی صورت قدر کے شان نزول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے مفسرین نے لکھا ہے اور جو روایت میں بھی مذکور ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی امتوں کی عمروں کا جب علم ہوا تو فرمایا کہ ان کی طویل عمروں کے مقابلے میں میری امت کی کم عمریں اس قدر عبادت کے لئے عمل نہیں کر سکتیں، اس پر انا انزلنٰہ نازل ہوئی کہ اس امت کے لئے ایک رات ایسی ہے کہ اس میں عبادت کی فضیلت ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک حدیث نقل کی ہے جسکے ابتدائی جملے یہ ہیں:۔

عن انس قال قال رسول اللہ	حضرت انسؓ سے روایت ہے انہوں نے
اذا کان لیلۃ القدر نزل جبرئیل	کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

علیہ السلام فی کبکبۃ من الملٰئکۃ یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عزوجل الخ

جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کے ہجوم میں اترتے ہیں اور ہر کھڑے ہوئے اور بیٹھ کر اللہ کو یاد کرنے والے بندے کے لئے دعائے بخشش کرتے ہیں۔

شب قدر کون سی رات ہے

شب قدر کونسی رات ہوتی ہے ہمیں صحیح طور پر اسکا علم نہیں دیا گیا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ قرآن کریم اس رات میں نازل ہوا اور قرآن کریم رمضان میں نازل ہوا لہٰذا یہ متعین ہے کہ ابتدائے نزول قرآن کی شب قدر رمضان میں تھی۔ ابو داؤد کی حسب ذیل روایت ملاحظہ ہو:-

عن ابن عمر قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ القدر فقال ھی فی کل رمضان (رواہ ابو داؤد)

ابن عمرؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تمام رمضان میں ہے۔

کل رمضان کا یا تو یہ مطلب ہے کہ شب قدر ہر سال رمضان میں ہوتی ہے اور یا یہ مطلب ہے کہ کسی خاص عشرۂ رمضان کی تخصیص نہیں ہے بلکہ سارے رمضان میں ہوتی ہے لیکن اس کے بعد آنحضور کو شب قدر خاص عشرۂ رمضان میں منکشف ہوئی معلوم ہوتی ہے اس لئے فرمایا:-

عن عائشۃ قالت قال رسول

حضرت عائشہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ

Marfat.com

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

طاق راتوں سے اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتیں مراد ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام رمضان کی بجائے آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کا ہونا راجح ہے۔

بخاری کی ایک اور حدیث ملاحظہ کیجئے:۔

عن عبادۃ بن الصامت قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخبرنا بلیلۃ القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبرکم بلیلۃ القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسی ان یکون خیرا لکم فالتمسوھا فی التاسعۃ والخامسۃ (بخاری)

عبادہؓ بن صامت سے ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے کہ ہمیں شب قدر کی خبر دیں پس دو مسلمان شخص آپس میں جھگڑ پڑے۔ آپ نے فرمایا میں اسلئے نکلا تھا کہ تمہیں شب قدر کے متعلق بتاؤں لیکن فلاں اور فلاں شخص جھگڑ پڑے پس شب قدر کی پہچان اٹھا دی گئی اور شاید یہ تمہارے لئے بہتر ہو لہذا اسکو انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں راتوں میں ڈھونڈو۔

اس حدیث نے شب قدر کے تجسس اور تلاش کے دائرے کو اور محدود کر دیا اور بتلایا کہ شب قدر رمضان کی آخری عشرے کی ان تین راتوں میں تلاش کر لیجئے مل جائے گی۔ تلاش کے معنی ان راتوں میں عبادت کر کے اس کی سعادت اور برکت

سے ہمکنار ہونے کے ہیں۔ گویا پانچ راتوں کی بجائے تین راتوں میں شب قدر کا ملنا زیادہ قریب ہے۔

محدثین نے ان دو شخصوں کا پتہ بتایا ہے جو باہم جھگڑ پڑے ان میں سے ایک عبداللہ بن حدرد اور دوسرے کعب بن مالک تھے کسی بات پر از راہ بشریت بحث ہو گئی ہو گئی جس کے باعث برکت اور رحمت سے محرومی ہو گئی اور آنحضور کے دل سے شب قدر کا تعین اور وقت کی تعیین فراموش ہو گئی۔ اس میں بہتری یہی تھی کہ کسی ایک وقت کی تخصیص نہ ہونے کے باعث مومنین اسکی تلاش میں مسلسل عبادت میں لگے رہیں۔

ان احادیث کے بعد صحیح مسلم کی ایک اور حدیث سنئے:

عن زر بن حبیش قال سألتُ
أُبَیّ بن کعب فقلتُ ان اخاك
ابن مسعود یقول من یقم الحولَ
یصب لیلۃ القدر فقال رحمہ
اللہ اراد ان لا یتکل الناس اما
انہ قد علم انہا فی رمضان و
انہا فی العشر الاواخر وانہا لیلۃ
سبع وعشرین ثم حلف لا یستثنی
انہا لیلۃ سبع وعشرین فقلتُ
بای شیء تقولُ ذلك یا ابا المنذر
قال بالعلامۃ او بالآیۃ التی

زر بن حبیش سے ہے انہوں نے کہا کہ میں نے
ابی بن کعب (صحابی) سے سوال کیا اور کہا
کہ تمہارا (دینی) بھائی ابن مسعود کہتے
ہیں کہ جو شخص تمام سال قیام کرے تو وہ
شب قدر کو پالیگا۔ ابی ابن کعب نے کہا کہ
اللہ ان پر رحم فرمائے انکا ارادہ یہ تھا کہ لوگ
اعتماد نہ کر بیٹھیں خبردار ہو کہ ابن مسعود کو
معلوم ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور
وہ بھی رمضان کے آخری عشرہ میں اور در
حقیقت وہ ستائیسویں رات ہے پھر ابی بن
کعب نے قسم کھائی لیکن انشاء اللہ نہ کہا کہ

Marfat.com

اخبرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا تطلع یومئذ لا شعاع لہ (مسلم)	شب قدر ستائیسویں رات ہے میں نے کہا اے ابو منذر یہ تم کس دلیل سے کہتے ہو انہوں نے کہا علامت یا نشانی سے جسکو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس دن کے سورج میں جو نکلتا ہے۔ روشنی زیادہ نہیں ہوتی۔

اس حدیث نے ہمارے لئے شب قدر کو ستائیسویں رات میں محدود کر کے رکھدیا ہے۔ اسی مضمون کی حدیث ابو داؤد نے ابن مسعود سے درج کی ہے جسمیں ستائیسویں رات کو شب قدر کیلئے مخصوص کہا گیا ہے چنانچہ طبرانی نے زید بن ارقم کی حدیث سے روایت کیا ہے :-

قال ما اشک ولا امتری انہا لیلۃ سبع عشرۃ من رمضان لیلۃ انزل القراٰن	زید بن ارقم نے کہا کہ میں نہ شبہ کرتا ہوں اور نہ شک کہ شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات میں ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔

اس روایت سے بھی رمضان کی ستائیسویں رات کیطرف رجحان پایا جاتا ہے۔

الحاصل تمام احادیث اور قرآن کریم کی آیات پر غور کرنیکے بعد یہ حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس شب قدر میں قرآن کریم نازل ہوا وہ رمضان میں یقینی طور پر تھی۔ بعد ازاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پچیسویں، اکیسویں، تئیسویں راتوں میں بلکہ رمضان کے آخری عشرے میں منکشف ہوئی اور اکثر رمضان کی ستائیسویں شب میں۔ اسی لئے آنحضور نے اپنے مشاہدات کی بنا پر ان شب راتوں اور رمضان کے آخری عشرے کی تخصیص فرمادی اور انہی راتوں میں اور بالخصوص بکثرت مشاہدات کی بنا پر ستائیسویں کی

نے اشارہ فرمایا۔

ادھر زر بن حبیش والی حدیث میں ابن مسعودؓ کا قول تمام سال میں شب قدر کے منتقل رہنے کے متعلق بھی معلوم ہوتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رات تمام سال میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی نے البحر کے حوالے سے کہ اس نے خانیہ (فتاویٰ) سے یہ نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مشہور یہ ہے کہ وہ رات تمام سال میں منتقل ہوتی رہتی ہے کبھی رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ میں بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اسکی تائید اس قول سے ہوتی ہے جسکو سلطان العارفین شیخ محی الدین عربی نے فتوحات میں ذکر کیا ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں:-

ختلف الناس في ليلة القدر	علماء نے شب قدر کے متعلق اختلاف کیا ہے
عني في زمانها فمنهم من قال	یعنی اسکے وقت کے متعلق بعض نے کہا
ن في السنة كلها تدور وبه اقول	وہ تمام سال گھومتی رہتی ہے اور اسی کا میں
ني رأيتها في شعبان وفي شهر	قائل ہوں کیونکہ میں نے شب قدر کو شعبان
بيع وفي شهر رمضان وأكثر ما	میں ماہ ربیع میں اور رمضان میں دیکھا ہے
أيتها في رمضان وفي العشر	اور اکثر میں نے اسکو رمضان میں دیکھا ہے
آخر منه ورأيتها مرة في	اور بالخصوص آخری عشرے میں اور ایک
عشر الوسط من رمضان في	دفعہ رمضان کے درمیانی عشرے میں غیر
ير ليلة وتر وفي الوتر منها فانا	طاق رات میں اور طاق رات میں کبھی۔ پس
على اليقين من انها تدور	مجھے اس بات کا یقین ہے کہ شب قدر
ي وتر وشفع من الشهر اهـ	سارے سال میں مہینے کی طاق اور شفع
	دونوں راتوں میں چلتی پھرتی رہتی ہے۔

Marfat.com

فیصلہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم میں شب قدر کے بارے میں چھیالیس اقوال کا حوالہ دینے کے بعد لکھا ہے:۔

والراجح انہا فی رمضان وانہا تنتقل وارجاہا العشر الاخیر وارجاہا اوتار العشر وارجی اوتار العشر لیلۃ احدی وعشرین اوثلاث وعشرین عند الشافعیۃ وارجاہا عند الجمہور لیلۃ سبع وعشرین۔
(فتح الملہم جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

اور زیادہ راجح یہ ہے کہ شب قدر رمضان میں آتی اور وہ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اور رمضان میں بھی آخری عشرے میں زیادہ راجح ہے اور آخری عشرہ میں بھی شافعیہ کے نزدیک اکیسویں اور تیئیسویں وتر کی راتیں زیادہ راجح ہیں لیکن اکثر علماء کے نزدیک راجح ترین قول ستائیسویں رات ہے۔

قابل عمل ان تمام بحثوں کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شب قدر سے فائدہ اٹھانے اور اسکی برکتوں سے فیضیاب ہونے کیلئے تمام سال ہی جو بندے راتوں کو عبادت میں لگے رہتے ہیں وہ ایک نہ ایک رات میں شب قدر کو پا لیتے ہیں لیکن جو لوگ تمام سال کی راتوں میں قیام سے قاصر رہیں وہ رمضان کی سب راتوں کو قیام کر کے شب قدر حاصل کرنیکی کوشش کریں۔ غالباً اسمیں کوئی رات مل جائے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو رمضان کے آخری تمام عشرے کی راتوں میں عبادت سے غافل نہ رہیں۔ اگر اس میں بھی کوتاہی ہو تو رمضان کے آخری عشرے کی اکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں تو ضرور ہی عبادت و ذکر الٰہی سے غفلت اختیار نہ کیجائے لیکن اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بالآخر ستائیسویں رات کو تو کسی صورت سے بھی عبادت سے خالی نہ جانے دیں کہ عجب نہیں اسی رات کی عبادت شب قدر

Marfat.com

سکے وافی جا پڑے اور خدا کی زمینیں اس پر اپنا سایہ کر کے سعادتوں سے بہرہ مند کر دیں۔

شب قدر کے اخفا کا راز ان سب حقائق کی معلومات کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر شب قدر کو اسقدر مخفی رکھنے میں کیا مصلحت سمجھی گئی۔

سکا جواب نہایت آسان ہے اور وہ یہ کہ مادی اور روحانی قیمتی چیزوں کو عام طور پر پوشیدہ ی رکھا جاتا ہے۔ ایک تو اسلئے کہ مخفی چیز کی نگاہیں بہت زیادہ متلاشی بنجاتی ہیں اور اسکی عظمت ور وقعت انسانوں کے دلوں میں زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آسانی میسر ہوجانیوالی چیز اول تو قیمتی نہیں ہوتی اور اگر ہو بھی تو اسکی تلاش میں انسانوں کو زیادہ دقت کا سامنا نہیں ہوتا اسلئے دلوں میں اسکی زیادہ وقعت بھی نہیں ہوتی۔ دوسرے یہ کہ یہ ایک انسانی خاصہ ہے کہ جسقدر وہ کسی مدعا کے حصول میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے۔ اس کے بعد جو چیز اسکو حاصل ہوتی ہے اسکو انسان نہایت عزیز بنا کر رکھتا ہے۔ آج کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ تجارت کی مختلف اشیاء کیلئے انعام کی پرچی چھپا کر رکھ دی جاتی ہے کسی میں کار کا انعام ہوتا ہے اور کسی میں کوئی اور قیمتی چیز کا۔ چنانچہ اب اس چیز کی خریداری کیلئے دنیا ٹوٹ پڑتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو ایک ہزار مہینے سے زیادہ بہتر قرار دیا اور اسکو سال بھر میں کسی رات میں چھپا دیا تاکہ بندگان خدا اسکے حصول میں جدوجہد کریں۔ عبادتوں سے دلوں کو گرمائے رکھیں اور ذکر الٰہی سے زبان کو تر کر کے بیشمار ثوابوں کی دنیا جمع کر لیں تاکہ خدائے کریم ان سے خوش ہو جائے اور غیر محدود انعام سے بندوں کو مالا مال کر دیں۔ اگر اس رات کو بتا دیا جاتا تو خدا کے بندے اور راتوں میں عبادت سے غافل ہو کر بس اسی میں عبادت کو محدود کر لیا کرتے۔

شب قدر کی علامات ہمارے سامنے اس سلسلے میں ایک حدیث آتی ہے جو

Marfat.com

ابھی اوپر گذری ہے اس میں کہا گیا ہے کہ شب قدر کے گذرنے کے بعد آنے والے دن کے سورج میں شعاع یعنی تیزی نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ شب قدر کیلئے کچھ علامتیں بھی ہو سکتی ہیں اور نہیں۔ اب جس حدیث میں ہے "لا شعاع لہ" کہ اس کے دن کے سورج کی شعاع نہیں ہوتی۔ اور ابن خزیمہ کی ابن عباس سے روایت میں ہے تصبح الشمس یومہا حمراء ضعیفۃ یعنی شب قدر کی صبح کو سورج سرخ ہوتا ہے اور اس کی روشنی مدھم ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :-

لان الملئکۃ لکثرۃ اختلافہا	فرشتوں کے بکثرت زمین کی طرف آنے
وترددھا فی لیلتہا ونزولہا	اور آسمانوں کی طرف جانے کے باعث
الارض وصعودھا تستر باجنحتہا	ان کے لطیف اجسام اور بازوؤں سے
واجسامھا اللطیفۃ ضوء الشمس الخ	سورج کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اجسام کثیفہ اجسام لطیفہ سے چھپ نہیں جایا کرتے تو بعض کے مذکورہ قول پر اعتراض کر کے علامہ پھر کہتے ہیں :-

نعم لو قیل غلب نور تلک اللیلۃ	ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ شب قدر کا روحانی
ضوء الشمس مع بعد المسافۃ	مسافت روحانیہ کی دوری کے باوجود
الزمانیۃ مبالغۃ فی اظہار	کی شعاعوں پر اسلئے چھا جاتا ہے کہ شب
انوارھا الربانیۃ لکان وجہا	میں انوار ربانی کا ظہور ہوتا ہے تو یہ
وجیہاً۔	زیادہ اچھی ہوتی ہے

حافظ نے بھی شب قدر کیلئے علامات کا ذکر کیا ہے۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ تمام بیک دفعہ ظہور میں آئی ہوں بعض کسی سال اور بعض کسی سال۔ علامہ عثمانی لکھتے ہیں

ولعل من اوضح علاماتها سکون القلب الی العبادة فیها والتلذذ بالطاعات والقرآن کالالتذاذ بتلاوة القرآن کالاستلذاذ باللذائذ الحسیة بل اعذب منه واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

اور غالباً اس کی زیادہ صاف علامات میں سے دل کا اس رات عبادت میں سکون پانا اس کا طاعات اور قربات میں اور بالخصوص تلاوت قرآن میں لذائذ حسیہ کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ لذت پانا، شب قدر کی علامت ہے۔

حافظ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آیا شب قدر کی کوئی علامت ہے بھی یا نہیں اس میں علما کا اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ شب قدر میں :-

۱- ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ اور درخت بھی سجدہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں کائنات کی تمام اشیاء کے تسبیح پڑھنے اور سجدہ کرنے کا ذکر آیا ہے۔ البتہ انکے سجدے اور تسبیح کو ہم نہیں جانتے۔ درختوں کا سجدہ کرنا غالبا اس لئے کہ جنت میں اس رات درخت لگائے گئے ہیں۔

۲- ہر جگہ میں انوار چمکتے نظر آتے ہیں حتی کہ تاریک مواضع میں بھی۔

۳- ملائکہ کا سلام اور کلام سنا گیا ہے۔

۴- یہ کہ اس شخص کی دعا قبول ہو جاتی ہے جسکی عبادت شب قدر کے موافق پڑ جائے۔

علامہ طبری نے کہا ہے کہ یہ سب علامتیں ضروری نہیں ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب شب بیداران میں سے کوئی چیز منکشف ہوئی ہو لیکن اکثر علما نے کہا ہے کہ اسکی نشانیاں منکشف ہوئی ہیں۔ اور یہ ان لوگوں پر جو صاحب کشف ہیں بہرحال اللہ تعالیٰ جس پر بھی کوئی بات واضح کر دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ شب قدر کی صبح کو پیشانی مٹی اور پانی میں لتھڑی ہوئی ہے چنانچہ اس رات بارش برسی اور صبح کو جب

Marfat.com

حضور نے نماز پڑھی تو آپ کی پیشانی مبارک کیچڑ سے لتھڑی ہوئی تھی۔ آخر میں ہم امام نووی کا قول پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :-

واعلم ان لیلۃ القدر موجودۃ کما سبق التنبیہ علیہ فانھا ترٰی ویتحققھا من شاء اللہ تعالٰی من بنی آدم کل سنۃ فی رمضان کما تظاہرت علیہ ھذہ الاحادیث السابقۃ فی الباب واخبار الصالحین بھا ورؤیتھم لھا اکثر من ان تحصر

(فتح الملہم جلد ۳ ص ۱۹۳)

معلوم ہو کہ لیلۃ القدر جیسا کہ اس کے متعلق بتایا گیا ہے وہ دیکھی جاتی ہے اور بنی آدم میں سے ہر سال رمضان میں اللہ تعالٰی جس پر چاہتا ہے ظاہر کرتا ہے جیسا کہ احادیث سابقہ اور نکوکار لوگوں کی اطلاعات اور ان کے اس کو بے شمار دفعہ دیکھنے کی خبروں سے واضح ہے۔

صاحب مظاہر حق علامہ عثمانی کے قول کے مطابق لکھتے ہیں :-

اور بڑی علامت یہ ہے کہ توفیق ہو اس میں ذکر اور عبادت اور مناجات اور خضوع خشوع و حضور و اخلاص کی یعنی اگر کسی کو عبادت کا ذوق و شوق اس رات میں نصیب ہو سمجھنا چاہیئے کہ اس رات میں شب قدر ہو گی۔

قدر کی رات میں کیا کرے

اس رات میں اگر ہو سکے تمام رات عبادت کرے جائے تو تلاوت قرآن کریم کرے یا ورد و شغل سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ پڑھتا رہے۔ ایسی راتوں میں طویل نوافل پڑھنا سہے۔ یا بالخصوص صلوٰۃ التسبیح۔ بہر حال مختار یہ ہے کہ تمام رات عبادت میں گزارے

Marfat.com

صبح کے فرائض اور سنت مؤکدہ کی ادائیگی میں خلل نہ ہونے پائے۔ اگر تمام رات نہ جاگ سکے تو رات کا زیادہ حصہ عبادت و ذکر میں صرف کرے ورنہ جسقدر بھی توفیق ہو سکے۔

کون سی دعا شب قدر میں افضل ہے

حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث میں اس رات جو دعا مانگنے کے لئے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے :۔

عن عائشۃ قلت یارسول اللہ ارأیت ان علمتُ ای لیلۃ لیلۃ القدر ما اقول فیہا قال قولی اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" (ابن ماجہ ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے بتلائیے اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو میں اس وقت کیا دعا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ "اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف فرما دے، کہنا۔

یہ دعا سب سے افضل دعا ہے کیونکہ اس میں اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست کی گئی ہے لیکن اور دعائیں بھی مانگنے کی اجازت ہے ہر جائز دعا مانگنے کی بندۂ مومن کو اجازت ہے۔ ہاں جو دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی ہے وہ سب سے افضل ہے کیونکہ صاحب شریعت نے بتلائی ہے۔

اعتکاف اور شب قدر میں باہم تعلق و ربط

اگر غور سے دیکھا جائے تو اعتکاف اور شب قدر میں ایک گہرا ربط ہے اور وہ یہی کہ اعتکاف کی تنہائیوں اور رات دن کی عبادتوں اور پھر رمضان کے روزوں کے باعث مومن کا دل انوار الہٰی سے منور ہو جاتا ہے اس صورت میں شب قدر کا انکشاف ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس پر اسکو منکشف فرمائیں۔ ان تمام مراحل کے بعد ہم روزے کے مسائل بیان کر نیکی منزل پر آپہنچتے ہیں کیونکہ رمضان اور روزوں سے متعلق جسقدر تفصیلات اپنے دائرہ معلومات میں تھیں ان پر حسب ضرورت روشنی ڈالیجا چکی ہے

مسائل روزہ

جن حالات میں روزے کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں ٥

وہ صورتیں جن میں صرف قضا آتی ہے ٥ مسلسل اور غیر مسلسل

رکھے جانے والے روزے ٥ جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا ٥

روزے کی تعریف ہم آغاز کتاب میں لکھ چکے ہیں لیکن چونکہ اب مسائل کا آغاز کیا جا رہا ہے اس لئے از سر نو ترتیب وار خاص مسائل کو پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ انہیں میں روزے کی تعریف بھی ہے۔

روزے کی تعریف

روزہ صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک نیت کر کے کچھ نہ کھانے اور نہ پینے اور جماع سے پرہیز کرنے کا نام ہے جس سے اللہ کا تقرب اور اس کی خوشنودی مقصود ہو۔ معلوم ہوا کہ اگر

Marfat.com

روزے کی انسان نیت نہ کرے اور تمام دن بھوکا پیاسا رہے تو روزہ نہ ہوگا ۔ ہم
مرن برت اور بھوک ہڑتال میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں بغیر نیت کے یہ روزہ
فاقہ ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہیں ۔

روزہ کس پر فرض ہے

رمضان شریف کے روزے فرض ہیں اور ان کی فرضیت کا منکر کافر ہے ۔ البتہ فرضیت کا عقیدہ رکھتے ہوئے جو روزہ نہ رکھے وہ سخت گنہگار ہے ۔ روزہ ہر مسلمان ، عاقل مرد اور عورت اور بالغ لڑکے اور لڑکی پر فرض ہے ۔ البتہ دیوانے اور مجنون یا نابالغ پر فرض نہیں ۔

روزہ تمام دنیا کے مسلمانوں پر فرض ہے چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن کے مقامات پر بھی روزے فرض ہیں

روزے کی فرضیت رمضان مبارک میں واضح ہے ۔ نیز یہ بھی کہ روزے کی ابتدا اور انتہا صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہے اس لئے فرض روزوں کے لئے رمضان اور دن کا ہونا ضروری ہے لیکن وہ تمام جہاں پر چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن ہوتا ہے وہاں روزوں کی فرضیت کا حساب کس طرح ہوگا یہ سوال قابل غور ہے ۔

وہ مقام جہاں چھ ماہ رات اور چھ ماہ دن ہوتا ہے جزیرہ لاپ لینڈ ہے ۔ لیکن چونکہ یہاں انسانی آبادی کا بسنا جان کھونے کے مترادف ہے اس لئے اس پر رہنے میں کوئی نہیں رہ سکتا ۔ یہاں اتنی سخت سردی ہوتی ہے کہ نہ کوئی آدمی وہاں رہتا ہے اور نہ زندہ ہی رہ سکتا ہے اس لئے فقہا نے نماز اور روزے کے متعلق وہاں کی صورت حال سے کوئی بحث ہی نہیں کی تاہم علامہ شامی نے اس

Marfat.com

مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہم اس سلسلے میں ہندوستان کے عظیم الشان مفتی اور عظیم المرتبت فقیہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی ابن شاہ ولی اللہ صاحب کے فتوے کا اردو ترجمہ درج کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے :-

فتویٰ شاہ عبدالعزیزؒ یہ مسئلہ بالتخصیص منجملہ کتب فقہ کے کسی کتاب میں مذکور نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علمائے سابقین نے اس مسئلہ میں بحث کو عبث جانا ہے اس واسطے کہ یہ جگہ یعنی عرض تسعین (جہاں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہے) ایسی ہے کہ وہاں جانور نہیں رہ سکتے۔ انسان کا تو ذکر ہی کیا ہے اس واسطے کہ وہاں سے آفتاب نہایت درجہ دور ہے۔ اس واسطے کہ وہاں اس قدر سردی پڑتی ہے کہ وہاں کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جانور کے زندہ رہنے کے لئے حرارت غریزی جس سے وہ جانور زندہ رہتا ہے سخت سردی کے باعث باقی نہیں رہتی۔ اس لئے علما نے سمجھا کہ وہاں کے متعلق نماز روزے کے حکم میں بحث کرنا فضول ہے۔ لیکن قرآن مجید سے وہاں کے متعلق حکم ثابت ہوتا ہے۔

نماز کا حکم اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ آفتاب جب اپنی خاص حرکت سے شمالی برجوں میں آتا ہے یعنی آسمان کے بارہ برجوں میں آتا ہے یعنی آسمان کے بارہ برجوں میں برج حمل سے آخری برج سنبلہ میں جب تک سورج رہتا ہے تو اس جگہ یعنی نوے درجے سے رات اور دن جس قدر وقت میں پورا ہوتا ہے وہ چوبیس گھنٹے میں پورا نہیں ہوتا یعنی چوبیس گھنٹوں میں سورج غروب نہیں ہوتا اور فلک الافلاک کی حرکت سے ہر روز یعنی چوبیس گھنٹے میں

ایک مدار (چکر) کو طے کرتا ہے تو بالفرض اگر وہاں آدمی ہوں تو ان کو چاہیئے کہ ہر دن کے مدار کے دو حصے کریں ایک حصے کو دن اور ایک حصے کو رات خیال کریں اور اس میں تین نمازیں یعنی فجر، ظہر اور عصر ادا کریں اور ہر نماز کے وقت کے مطابق اس نصف مدار کو تقسیم کریں اور ہر نماز کو اس کے وقت میں ادا کریں اور مدار کے نصف حصے کو رات سمجھیں اور اس میں پہلے مغرب اور پھر نصف مدار کے چوتھائی حصے کے بعد آفتاب کے گذرنے کے بعد عشا اور وتر کی نماز پڑھیں۔ چنانچہ جب تک سورج شمالی مداروں میں رہے اور اس جگہ سے نظروں سے غائب نہ ہو تو اسی طرح نماز برابر ادا کرتے رہیں اور جب آفتاب بروج جنوبیہ میں داخل ہو یعنی برج میزان سے برج حوت تک کے بروج میں رہے تو شمالی مداروں کی طرح جنوبی مداروں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کریں۔ ایک نصف کو دن اعتبار کریں اور اوپر کے اندازے کے مطابق اندازہ کر کے اس میں فجر، ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کریں اور دوسرے نصف کو رات اعتبار کریں اور مذکورہ بالا طریقے کے مطابق اندازہ کر کے اس میں مغرب، اور عشا کی نمازیں ادا کریں۔ کیونکہ جنوبی اور شمالی مدار برابر ہیں اگرچہ دیکھنے میں بلندی و پستی کے اعتبار سے فرق محسوس ہوتا ہے۔

روزے کا حکم اور وہاں کے متعلق روزے کا یہ حکم ہے کہ جو لوگ آباد زمین سے جہاز پر وہاں آمد و رفت رکھتے ہوں ان سے معلوم کیا جائے کہ چاند کے مہینوں میں سے یہ کونسا مہینہ ہے اور اس مہینے کو یاد رکھیں اور حساب سے جب وہ مہینہ تیس دن کے برابر گذر جائے تو اس مہینے کے بعد کا دوسرا مہینہ اعتبار کریں اور اسی طرح شمار کرتے رہیں۔ جب اس حساب سے

Marfat.com

رمضان کا مہینہ آسئے تو ہر مدار کے ایک نصف کو دن سمجھیں اور اس میں روزہ رکھیں اور اس مدار کے دوسرے نصف کو رات اعتبار کریں اور اس میں افطار کریں۔ اور یہ سننے میں آیا ہے کہ بلاد روم میں مہینہ دریافت کرنے کے لئے گھڑیاں بناتے ہیں کہ ان سے چاند کی شکلیں شروع ماہ سے آخر تک کی معلوم ہو جاتی ہیں تو اس آلے کے ذریعہ رمضان اور دن، رات کا اندازہ کر کے روزہ رکھیں اور افطار کریں۔ اور اگر چاہیں تو چاند کی منزلوں کو مہینے کے آغاز سے معلوم کریں اور منزل کے دو حصے کریں۔ ایک حصے کو دن اور دوسرے حصے کو رات مانیں۔

رات دن متعین کرنے کا ایک اور طریقہ

اور یہ بھی آسان طریقہ ہے کہ منطقۂ مائل قمر کا میلان منطقۃ البروج سے پانچ درجے پر ہے تو جب تک چاند شمالی منزلوں میں رہے گا تو وہاں کے مدار لوگوں پر ظاہر رہیں گے۔ لہذا ہر مدار کے دو حصے کر کے روزہ رکھیں اور افطار کریں۔ اور جب چاند جنوبی منزلوں میں جائے تو شمالی منزلوں کے اسی حساب کے مطابق جنوبی منزلوں میں بھی وہی عمل کریں۔ (ترجمہ فتاوی عزیزی صفحہ ۲۹۳-۹۴-۹۵)

مذکورہ بالا حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہم نے آپ کے معلومات میں اضافے کے لئے پیش کر دیا ہے اور آج کل ایسی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں جن سے وہاں کے رات دن اور ماہ و سال کا حساب بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ لیکن بات وہی ہے کہ چونکہ وہاں سخت سردی کے باعث اور منطقۂ انجماد کے سبب کوئی جانور بھی نہیں رہ سکتا اور اگر جائے تو جم کر برف بن جائے گا اس لئے وہاں کے لئے مسائل کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ لیکن چونکہ اسلامی قانون عالمگیر ہے

اس لئے وہاں کے لئے ضابطۂ مذکورہ بالا عمل میں لایا جانا چاہیئے۔

جن حالات میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

ایسے حالات و عوارض جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ ا۔ مرض[1]، سفر[2]، زبردستی[3] کسی کو روزہ نہ رکھنے دینا یا بجبر روزہ دار کے منہ میں کھانا یا پانی ڈال دینا، حمل[4]، دودھ[5] پلانا، سخت[6] بھوک یا پیاس[7]، بہت[8] بڑھاپا کہ روزہ نہیں رکھ سکتا، حیض[9]، نفاس[10] یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد خون کے آنے کی صورت میں۔

مرض | اگر انسان بیمار ہے اور مرض کی وجہ سے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ رمضان کے بعد قضا کرلے لیکن اگر رمضان میں صحت ہوگئی تو بقیہ روزے رکھنے ضروری ہیں۔ اگر زیادہ بیمار تو نہیں ہے لیکن روزے سے مرض بڑھ جانے یا طویل ہو جانے کا اندیشہ ہو تب بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ رمضان کے بعد قضا کرے لیکن اگر ایسی بیماری ہے کہ اس میں روزہ رکھنے سے کوئی زیادتی نہ ہوگی تو پھر روزہ رکھنا ضروری ہے۔ ہر حال میں دیندار طبیب یا دیانتدار ڈاکٹر سے مشورہ کر کے روزہ نہ رکھنے کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ غیر مسلم ڈاکٹر یا غیر پابند شرع مسلم ڈاکٹر کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ بعض اوقات ظاہری حالات کو دیکھ کر دیندار طبیب یا ڈاکٹر روزہ رکھنے کا مشورہ بھی دے دیں لیکن مریض کو اپنا تجربہ یہ ہے کہ

Marfat.com

روزہ رکھنے سے مرض بڑھ جائے گا یا سخت مرض لاحق ہو جائے گا یا بیماری طول پکڑ جائے گی یا موت کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں ڈاکٹر اور طبیب کے مشورے کے خلاف دیانتداری کو پیش نظر رکھ کر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اگر بیمار اچھا تو ہو گیا ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اگر بقیہ رمضان کے روزے رکھے گا تو بیماری پھر لوٹ آئے گی تو اس صورت میں بھی روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ صحت ہونے پر ہر حال میں رمضان کے بعد قضا لازم ہے۔ بیماری سے مراد وہ طبیعت کا تغیر ہے جس کا اثر پہلے جسم کے اندر اور پھر اس کا اثر جسم پر باہر نمودار ہوتا ہے۔ اس میں آنکھوں کا دکھنا، کان کا درد کرنا، دوسرے ہر قسم کے درد، پیچش، بخار وغیرہ سب ہی مراد ہو سکتے ہیں۔

سفر مسافر سے مراد وہ ہے جو تین منزل یعنی انگریزی موجودہ میلوں کے حساب سے اڑتالیس میل کا سفر کرنے کے ارادے سے نکلے نیز یہ کہ سفر اپنے شہر یا بستی کی آبادی سے باہر ہو کر شروع سمجھا جائے گا۔ ریل گاڑی یا تیز رفتار سواری کے ذریعہ جلد سفر طے کرنے والا بھی مسافر ہے جبکہ سفر اڑتالیس میل کا ہو۔

۱۔ اگر اثنائے سفر میں کہیں مسافر ٹھہر جائے اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے تو تب بھی وہ مسافر سمجھا جائے گا۔ البتہ اگر پندرہ دن اور رات ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو اب مسافر نہ رہے گا اس پر روزہ رکھنا فرض ہے اور نماز میں بھی پوری چار رکعت پڑھنی ضروری ہیں۔

۲۔ اگر سفر میں کسی بستی میں دس دن، کسی میں پانچ دن اور کسی میں

Marfat.com

بارہ دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو اس صورت میں مسافر ہی رہے گا۔

۳۔عورت خاوند کے اور نوکر آقا کے تابع ہونگے۔ اور خاوند اور آقا کی نیت کے عورت اور نوکر تابع ہوں گے۔

۴۔اگر مسافر کسی بستی میں پندرہ دن سے کم کے ارادے پر ٹھہرا لیکن کسی وجہ سے جانا نہیں ہوا۔ روزانہ ارادہ کرتا ہے کہ آج یا کل چلا جاؤں گا لیکن جانا نہیں ہوتا تو اس صورت میں بھی مسافر سمجھا جائے گا خواہ پندرہ دن سے کتنے ہی زیادہ دن گذر جائیں۔

مسافر اور روزہ مسافر کے لئے صحیح حکم یہ ہے کہ اگر اس کو سفر میں روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور اگر روزے سے تکلیف ہوتی ہے تو نہ رکھنا بہتر ہے۔ لیکن اگر سفر میں کوئی تکلیف نہ ہو اور پھر بھی روزہ نہ رکھے تو گناہ نہ ہوگا لیکن رمضان کے روزے سے محرومی رہے گی۔ بہر حال بعد رمضان قضا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:۔

ویندب للمسافر الصوم ان لم یضرہ فان شق علیہ فالفطر افضل (درمختار صفحہ ۱۸۸ جلد ۲)	مسافر کے لئے بہتر روزہ رکھنا ہے جبکہ ضرر نہ دے لیکن اگر اس پر شاق گذرے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

۵۔سفر کے ارادہ سے مسافر چلا لیکن دوپہر کے پہلے ہی اپنے گھر آگیا اور کچھ کھایا پیا نہیں تو روزے کی نیت کرنی چاہیئے۔

حاملہ عورت اور روزہ اگر روزہ رکھنے سے حاملہ یا دودھ پلانے والی کو اپنی یا بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے۔ پھر قضا کرے۔

Marfat.com

مراقی الفلاح میں ہے:۔

ویجوز الفطر لحامل ومرضع خافت نقصان الحمل او الهلاك او المرض سواء كان على نفسها او ولدها نسبا كان او رضاعا ا (مراقی صفحہ ۳۷۴)

حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے جبکہ حمل کے نقصان پہنچنے یا ہلاک ہونے یا مریض ہو جانے کا اندیشہ ہو خواہ اپنے لئے یا بچے کے لئے خواہ بچہ اپنا ہو یا رضاعی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

بہت بڑھاپے میں روزہ

اگر کوئی اس قدر بوڑھا ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور نہ آئندہ رکھنے کی امید ہے تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ البتہ ہر روزے کے بدلے میں فدیہ ادا کرتا رہے۔ فدیہ کا ذکر آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ لیکن اگر غریب ہے کہ فدیہ ادا نہیں کر سکتا تو اولاد کو چاہئے کہ اس کا فدیہ ادا کریں ورنہ ایسا شخص معذور ہے۔ درمختار میں ہے:۔

وللشيخ الفاني العاجز عن الصوم الفطر ويفدي ...... والمريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية

اور شیخ فانی روزے سے عاجز پر افطار کرنا ہے اور فدیہ دینا ہے۔ اسی طرح وہ مریض جو صحت سے یقینی طور پر مایوس ہو چکا ہے فدیہ ہے ہر روزے کا۔

شیخ فانی یا فانیہ کی تعریف

سخت بوڑھا مرد یا عورت جن کو شیخ فانی یا فانیہ کہا جاتا ہے وہ ہیں جو فی الحال روزہ رکھنے سے عاجز ہوں اور ہر روز ان کی کمزوری اور ناطاقتی بڑھتی چلی جائے حتی کہ بڑھاپے کے سبب روزہ رکھنے سے ناامید اور مایوس ہو جائیں۔

حیض اور نفاس میں روزہ

حیض ونفاس میں روزہ رکھنا درست نہیں حیض

Marfat.com

اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ لڑکی یا عورت کو ماہوار آتا ہے۔ جو کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتا ہے۔ تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ حیض نہیں ہوتا۔ اس کو استحاضہ کہتے ہیں جو کسی بیماری یا اور کسی وجہ سے آ جاتا ہے۔ استحاضے میں روزہ رکھنا چاہیئے۔ حیض کے مسائل کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھنی چاہیئے۔

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو بچہ پیدا ہونے کے بعد آتا ہے۔ جس کی مدت زیادہ سے زیادہ چالیس دن ہوتی ہے۔ اگر چالیس دن سے پہلے بند ہو جائے تو اس کے بعد روزہ رکھے لیکن اگر چالیس دن کے بعد بھی آتا رہے تو ان دنوں میں روزہ رکھنا فرض ہے۔ کیونکہ وہ نفاس میں شامل نہیں۔

مسئلہ:۔ لڑکی جس دن جوان ہوئی اور اس کو حیض آ گیا اس دن کا روزہ رمضان کے بعد قضا کرنا اس کے ذمے ضروری نہیں۔ اسی طرح جو غیر مسلم دن میں ایمان لایا تو اس دن کے روزے کی قضا رمضان کے بعد ضروری نہیں۔

مذکورہ بالا امور کے متعلق جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے حدیث میں ہے:۔

عن انس بن مالک ن الکعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ وضع عن المسافر شطر الصلوٰۃ والصوم عن المسافر وعن المرضع والحبلیٰ	انس بن مالک کعبی سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے آدھی نماز معاف کر دی اور روزہ مسافر، دودھ پلانے والی عورت اور حاملہ سے معاف کر دیا۔
(ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ)	(ترمذی۔ ابوداؤد)

Marfat.com

جن وجوہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

شدت کی بھوک یا پیاس میں روزہ

۱۔ شدت کی بھوک یا پیاس میں جس میں جان کا خطرہ ہو۔ روزہ افطار کر لینا جائز ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:۔

وجاز الفطر لمن حصل له عطش شديد وجوع مفطر يخاف منها الهلاك (صفحہ ۳۸۲)	اور جس کو سخت بھوک یا پیاس لگی ہو کہ اس سے ہلاکت کا خطرہ ہو تو افطار کرنا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح)

۲۔ اچانک بیمار پڑ جانے سے جس میں جان کا خطرہ یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو افطار کر لینا جائز ہے۔ بلکہ روزہ توڑ دینا واجب ہے لیکن اگر جان کر ایسی صورت اختیار کی کہ اس سے تشنگی یا بھوک اس درجے پر پہنچ گئی کہ روزہ افطار کئے نہ بنے تو اس صورت میں وہ شخص گنہگار ہو گا اگرچہ افطار کرنا جائز ہو جائے گا۔

۳۔ حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آجائے جس سے جان کے لالے پڑ جائیں یا بچے کے لئے روزے سے خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو روزہ توڑ ڈالنا چاہئے۔ یہی حال دودھ پلانے والی کا ہے۔

یہاں پہنچ کر یہ بات واضح کر دینا مناسب ہے کہ جب کوئی شخص رمضان سے پہلے بیمار چلا آ رہا ہو اور روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو اس کا آغاز مسائل میں ہم ذکر کر چکے ہیں اور خاص روزے کی حالت میں بیمار ہونے کے متعلق ابھی مذکورہ بالا عنوان میں اس کی وضاحت کی گئی ہے اس لئے دونوں صورتیں علیحدہ ہیں جن میں فرق پر غور کر لینا چاہیے

جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور

قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں

جس مرد یا عورت پر روزہ رکھنا فرض ہو اور روزے کی تمام شرطیں یعنی بالغ عاقل، مسلمان ہونا، بیمار، حائضہ، مجنون، حاملہ اور مسافر نہ ہونا پائی جائیں تو مرد یا عورت جب رات سے روزۂ رمضان کی نیت کر لے اور پھر صبح صادق کے بعد جان کر جماع یا غذا یا دوا سے بغیر عذر شرعی روزہ توڑ دیں تو ان پر اس دن کے روزے کی قضا اور اس کا کفارہ (یعنی روزہ توڑنے کا جرمانہ) ادا کرنا پڑے گا اگر رمضان کے علاوہ کسی اور روزے کو توڑنے یا رمضان کے روزے کی رات سے نیت نہ کرے اور پھر روزہ توڑ دے تو اس صورت میں کفارہ نہ آئے گا۔

کفارے کا اصول کلیہ

اس سلسلے میں ایک قاعدہ کلیہ یاد رکھنے کے قابل ہے جو فقہا نے تحریر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جان کر منہ کے ذریعہ پیٹ میں کوئی ایسی چیز پہنچانا جو غذا یا دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہو اور اس سے کسی قسم کا جسمانی فائدہ ہو یا لذت حاصل کرنا مقصود ہو ایسی چیز خواہ کتنی ہی تھوڑی کیوں نہ ہو اس کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی قضا اور کفارہ دونوں ادا کرنے پڑیں گے۔ اسی میں عورت کے ساتھ جماع بھی شامل ہے۔ بشرطیکہ عورت قابل جماع ہو خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

لیکن اگر عورت سے زبردستی کی گئی تو اس صورت میں مرد پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے البتہ عورت پر صرف قضا آئے گی۔ لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں نے رمضان کے روزے کی رات سے نیت کی اور دونوں بخوشی قصداً جماع کے مرتکب ہوئے تو دونوں پر کفارہ لازم آئے گا۔ یہی حکم لواطت کا بھی ہے۔ سگریٹ اور حقے کے پینے میں بھی چونکہ حصولِ لذت متصور ہوتی ہے اس لئے ان سے بھی قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔ یہی حکم ہے اس صورت میں بھی جبکہ مرد عورت کی زبان منہ میں لے کر تھوک نگل لے کہ اس میں بھی قضا اور کفارہ آئے گا۔ اسی طرح رات سے رمضان کے روزے کی نیت کی اور پھر دن میں اسی دن سفر پر چل پڑا لیکن سفر سے پہلے روزہ توڑ دیا تو اس صورت میں بھی کفارہ آئے گا۔ ہاں اگر سفر کے بعد روزہ توڑا تو کفارہ نہیں آئے گا۔

جو صورتیں کفارے سے مستثنیٰ ہیں

لیکن اگر کسی عورت نے قصداً کھانا کھایا یا مرد کے ساتھ زبردستی کی اور پھر اس کو حیض شروع ہو گیا۔ یا بعد ازاں اسی دن بچہ پیدا ہو کر نفاس آ گیا یا مرد نے جان کر کھانا کھایا یا روزے میں قصداً جماع کیا لیکن بعد ازاں اسی دن سخت بیمار ہو گیا کہ روزہ افطار کرنا شرعاً جائز ہو گیا تو اس صورت میں صرف روزے کی قضا ہو گی کفارہ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ قدرتی امور ایسے ظہور میں آ گئے ہیں جن سے روزہ باقی نہیں رہ سکتا تھا یا افطار کرنا پڑ گیا تھا۔ اس لئے اس کا کریڈٹ مجرم کو ملے گا اسی طرح اگر روزے کی نیت کی اور پھر سفر پر چل پڑا اور روزے کو توڑ دیا تو کفارہ

نہیں آئے گا۔ لیکن اگر سفر کرنے سے پہلے روزہ رمضان توڑ دیا تو اس صورت میں کفارہ آئے گا۔ لیکن اگر سفر پہ روانہ ہو کر کسی وجہ سے گھر واپس آیا اور پھر جانے لگا۔ لیکن گھر پر کچھ کھا لیا تو چونکہ گھر آنے پر وہ مسافر نہیں رہا اس لئے اب اس پر قضا اور کفارہ آئے گا۔

کفارہ کیا ہے | جان کر جماع کرنے میں حسب ذیل حدیث ملاحظہ ہو جس میں کفارے کا ذکر ہے:-

عن ابی هریرة قال بینما نحن جلوس عند النبی صلی الله علیه وسلم اذا جاءه رجل فقال یارسول الله هلکت قال مالك قال وقعت علی امرأتی وانا صائم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هل تجد رقبة تعتقها قال لا قال فهل تستطیع ان تصوم شهرین متتابعین قال لا قال فهل تجد اطعام ستین مسکینا .... الخ

ابوہریرہؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ اس اثنا میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے کہا میں اپنی بیوی پر جا پڑا حالانکہ میں روزے سے تھا۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا غلام آزاد کر سکتا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتا ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ .... الخ

اس حدیث سے واضح ہوا کہ کفارے میں پہلے تو غلام آزاد کرنا ہوگا خواہ پاس رہا خرید کر۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے۔ اگر درمیان میں

سلسلہ ٹوٹ گیا تو پھر از سر نو رکھنا پڑیں گے۔ البتہ حائضہ عورت کے لئے یہ تسلسل معاف ہے۔ البتہ حیض سے پاک ہوتے ہی اگلے دن سے روزہ رکھنا شروع کرے۔ لیکن اگر کفارے کے روزے رکھتے رکھتے بچہ پیدا ہوا اور نفاس آنے لگا تو پہلے رکھے ہوئے روزے نوافل بن جائیں گے۔ کفارے کے روزے پھر از سر نو رکھے کیونکہ نفاس سے سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی حدیث سے قیاس کیا گیا کہ قصداً بغیر عذر شرعی کچھ کھا لینے اور پی لینے سے بھی وہی کفارہ آئے گا۔

اگر کفارہ ادا نہ کر سکے

اگر کسی شخص میں نہ تو غلام آزاد کرنے کی طاقت ہو اور نہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی طاقت ہو اور نہ واقعی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکے تو اس وقت تک اس کو ڈھیل دی جائے گی کہ وہ کفارے کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے لیکن اگر ادا کرنے کے قابل نہ ہو سکا تو استغفار کرنا چاہئے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے دامن میں ڈھانپ لے۔

اگر کئی روزے بغیر عذر توڑے ہوں تو کفارہ کیا ہوگا

اگر کسی شخص نے ایک ہی رمضان کے کئی روزے توڑ دئے تو سب کا ایک ہی کفارہ ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک رمضان کے روزہ توڑنے کا کفارہ ادا نہ کیا تھا کہ دوسرے رمضان کا روزہ توڑ ڈالا تو اس صورت میں بھی ایک ہی کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ جیسا کہ درمختار میں

کن کن روزوں میں تسلسل ہے اور کن میں نہیں

روزوں کے مسائل کی تحقیق کرنے سے ہوتا ہے کہ بعض روزے ایسے ہیں کہ

کہ ان کو مسلسل اور لگاتار رکھنا پڑتا ہے اور بعض کا پے در پے اور سلسلہ وار رکھنا ضروری نہیں۔ وہ روزے جن کا مسلسل رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

مسلسل (۱) رمضان کے روزے۔ (۲) کفارۂ ظہار کے (۳) کفارۂ قتل کے (۴) کفارۂ قسم کے (۵) رمضان کے کسی روزے کو قصداً بغیر عذر شرعی توڑ دینے کے کفارے کے روزے (۶) نذر معین کے (۷) اور اعتکاف واجب کے۔ گویا اس قسم کے روزے جو مسلسل رکھنے پڑتے ہیں سات ہیں۔

غیر مسلسل جن روزوں کو توڑ توڑ کر غیر مسلسل رکھنے کی اجازت ہے وہ بھی حسب ذیل ہیں:-

(۱) نفلی روزے (۲) قضائے رمضان کے روزے (۳) حالت احرام میں سر منڈوانے یا بال کتروانے کے فدیے کے روزے (۴) حالت احرام میں شکار کرنے کے کفارے کے روزے۔ (۵) نذر مطلق کے روزے۔

جن صورتوں میں صرف قضا ہے اور کفارہ نہیں

جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کی صرف قضا آتی ہے۔ اور کفارہ نہیں آتا اس کے لئے بھی ایک اصول ہے جو فقہا نے قائم کیا ہے۔

قضائے روزہ کا اصول روزے کی صرف قضا میں قاعدہ اور ضابطہ کلیہ یہ

Marfat.com

ہے کہ وہ چیز جس میں غذائیت نہ ہو ایسی چیز کو پیٹ یا دماغ میں پہنچانے سے روزے کی قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ اسی طرح اگر کسی چیز میں غذائیت تو ہو لیکن روزہ افطار کرنے کا شرعی عذر پیدا ہو جائے مثلاً روزہ دار سخت بیمار ہو جائے یا شرعی سفر کے لئے روانہ ہو جائے اور روزہ افطار کرے تو ان صورتوں میں بھی روزے کی صرف قضا آئے گی۔ کفارہ نہیں۔

توضیح غذائیت غذائیت سے مراد وہ چیز ہے جس کو کھائے جانے کی عادت ہو اور جو اپنے اپنے طرز میں کسی نہ کسی شکل میں کھائی جاتی ہو۔ مثلاً گندھا ہوا آٹا، کچے چاول ایسی چیزیں نہیں کہ ان کو کھایا جاتا ہو۔ اس کے برعکس چاولوں کو پکا کر کھانا اور گندھے ہوئے آٹے کی روٹی پکا کر کھانا غذائیت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ لہذا اگر کوئی شخص کپڑا، کاغذ، روئی، لوہا، کنکر، پتھر، تانبا، سونا، چاندی نگل جائے اور اس کو اپنا روزہ بھی یاد ہو تو ان صورتوں میں روزہ تو ٹوٹ جائے گا لیکن قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ کیونکہ یہ چیزیں غذائیت میں شامل نہیں۔ ہدایہ میں ہے:۔

ومن ابتلع الحصاة او الحديد افطر ولا كفارة عليه (ہدایہ صفحہ ۲۰۲ ج ۱)	اور جس نے کنکری یا لوہا نگل لیا تو روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ نہیں آئے گا۔

ہاں اگر کوئی ایسی چیز جو غذائیت تو نہیں رکھتی البتہ وہ دوا کا کام دیتی ہے یا غذا کا تو پھر اس کے جان کر کھانے سے کفارہ بھی آئے گا جیسا کہ پہلے گذرا۔

مسئلہ اگر کسی نے بھولے سے کچھ کھا لیا اور یہ سمجھ کر کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر

Marfat.com

جان کر بالقصد کچھ کھا لیا تو صرف اس دن کی قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:-

لو اكل وشرب او جامع ناسيا	اگر کسی نے بھول کر کھا پی لیا یا جماع کر لیا
وظن ان ذالك فطره فاكل	اور اس سے روزے کا ٹوٹ جانا سمجھ لیا
متعمدا لا كفارة عليه	اور پھر جان کر کھا لیا تو اس پر کفارہ نہیں
(عالمگیری صفحہ ۱۳۲)	(عالمگیری)

لیکن اگر یہ جانتا ہے کہ بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور پھر جان کر کچھ کھا لیا تو قضا اور کفارہ دونوں آئیں گے۔

مسئلہ یہ جان کر کہ ابھی صبح نہیں ہوئی سحری کھائی پھر بعد میں صبح ہونا معلوم ہوا یا ابر میں روزہ افطار کیا اور سمجھا تھا کہ سورج چھپ گیا ہے پھر سورج نمودار ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ البتہ روزہ دار کی طرح کھانے پینے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ اگر کسی نے رمضان میں روزے کی نیت ہی نہیں کی اور پھر کھاتا پیتا رہا تو اس پر اس روز قضا آئے گی کفارہ نہیں۔

مسئلہ اگر کسی نے روزے میں ناس سونگھی کہ دماغ تک چلی گئی یا کان اور ناک میں دوا ڈالی یا کان میں تیل ڈالا یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا استعمال نہیں کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ قضا آئے گی کفارہ نہیں اور اگر کان میں پانی ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہدایہ میں ہے:-

ومن احتقن او استعط او اقطر	جس نے حقنہ کرایا یا ناک میں یا کان میں

فی اذنیہ افطرہ ولا کفارۃ علیہ ولو اقطر فی اذنیہ الماء اودخلہما لا یفسد صومہ (ہدایہ صفحہ ۲۰۲ ج ۱)

تیل ڈالا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ ہاں اگر کانوں میں پانی ڈالا یا خود داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہو گا۔

مسئلہ دانتوں میں گوشت یا روٹی کا ریزہ اٹکا ہوا تھا اس کو نکال کر نگل لیا پس اگر وہ چنے سے کم تھا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر چنے کے برابر یا چنے سے بڑا ہو گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اگر منہ سے باہر نکال کر پھر کھایا تو وہ خواہ تل کے برابر ہی کیوں نہ ہو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن کفارہ دونوں میں نہ آئے گا۔

ولو اکل مابین اسنانہ ان کان مثل حمصۃ فاکثر قضی فقط و فی اقل منہا لا یفطر الا اذا اخرجہ من فمہ فاکلہ ولا کفارۃ (شرح تنویر صفحہ ۱۷۹ ج ۲)

اگر دانتوں میں پھنسی ہوئی چنے کے برابر یا زیادہ چیز کھا گیا تو روزہ قضا کرنا ہو گا اور چنے سے کم پر روزہ نہ ٹوٹے گا۔ ہاں اگر اس کو منہ سے نکال لیا اور پھر کھایا تو روزہ بہر حال ٹوٹ جائے گا ہاں کفارہ نہ ہو گا۔

مسئلہ منہ میں پان رکھ کر سو گیا اور صبح کو آنکھ کھلی تو روزہ قضا کرنا ہو گا۔ ہاں کفارہ نہ آئے گا اسی طرح کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ رکھنا یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضا کرنا پڑے گا البتہ کفارہ نہیں۔

وان افطر خطأ کان تمضمض فسبقہ الماء او شرب نائما قضی فقط (شامی صفحہ ۱۶۲ ج ۲)

اگر غلطی سے روزے میں کھا لیا یا غرارہ کر رہا تھا کہ پانی چلا گیا یا سوتے میں پانی پی لیا تو قضا آئے گی صرف۔

مسئلہ اگر خود بخود قے ہوئی خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ تو روزہ نہیں جاتا۔ ہاں اگر

Marfat.com

جان کر کی اور منہ بھر کر کی تو روزہ جاتا رہا۔ اور اگر منہ بھر کر نہیں ہوئی بلکہ تھوڑی کی ہوئی تو خود تھوڑی قے کے کرنے سے بھی روزہ نہیں جاتا۔ (عالمگیری صفحہ ۲۰۴ ج ۱)

مسئلہ اگر تھوڑی سی قے آئی اور منہ کے اندر ہی اندر حلق میں واپس لوٹا دی تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ کفارہ نہیں آئے گا۔ اور اگر منہ بھر کر جان کر قے کی اور خود حلق میں لوٹائی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (درمختار)

مسئلہ اگر دانتوں سے خون نکلا اور تھوک کے ساتھ نگل لیا پس اگر خون تھوک سے زیادہ ہے کہ اس کا ذائقہ حلق میں معلوم ہوتا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا آئے گی اور اگر حلق میں خون کا ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر خون تھوک کے برابر ہو تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔ عالمگیری میں ہے:۔

الدم اذا خرج من الاسنان ودخل حلقه ان كانت الغلبة للبزاق لا يضره وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه وان كان سواء فسد ايضاً (فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۳۱ ج ۱)

خون اگر دانتوں سے نکلا اور حلق میں چلا گیا پس اگر تھوک کا غلبہ ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر خون کا غلبہ ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر برابر ہو تو بھی فاسد ہو جائے گا۔

مسئلہ اگر کسی نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا جلق (ہاتھ سے منی نکالنے) کا مرتکب ہوا اور منی نکل پڑی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ دوبارہ روزہ رکھنا پڑے گا۔ درمختار میں ہے:۔

قبل اولمس او استمنی بکفه فانزل

اگر بوسہ لیا یا بیوی کو چھوا یا ہاتھ سے حرکت

قضا فی الصوم کا ما فقط (در مختار صفحہ ۱۵۱) کی کہ انزال ہو گیا تو سب میں صرف قضا آئے گی۔

مسئلہ: اگر پاخانے کے مقام میں کسی نے کوئی تر چیز داخل کی کہ حقنہ کی جگہ تک پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس کی صرف قضا آئے گی کفارہ نہیں۔ اسی طرح اگر خشک چیز پاخانے کے مقام میں داخل کی اور وہ اندر غائب ہو گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ لیکن اگر کچھ حصہ باہر رہا تو روزہ فاسد نہ ہو گا۔ غرض یہ کہ اگر کوئی چیز حقنہ کی جگہ پہنچ جائے گی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ کفارہ واجب نہ ہو گا صرف قضا آئے گی۔

مسئلہ: اگر لوبان یا اور کسی چیز کی دھونی سلگائی اور اس کو پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہے گا۔ لیکن کیوڑہ، گلاب، پھول اور دیگر عطروں کے سونگھنے سے کہ ان میں دھوئیں کی سی صورت نہیں ہے روزے میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

مسئلہ: کسی عورت پر نظر پڑ گئی اور غلبۂ شہوت کے باعث بے اختیاری میں منی نکل گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

جن صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ: بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور یہ بہت ممکن ہے کہ انسان کو روزہ یاد نہ رہے اور بھولے سے کھا پی لے یا جماع کر لے۔ البتہ

Marfat.com

جو شخص کھانا کھا رہا ہے اگر وہ کمزور ہے تو یاد نہ دلائے اور اگر طاقتور ہے تو دوسرے دیکھنے والے کو روزہ یاد دلانا واجب ہے۔ (عالمگیری ص ۱/۱۴۳) مسئلہ روزے میں تیل لگانا، سرمہ لگانا خوشبو سونگھنا جائز ہے۔ اگر سرمے کا رنگ تھوک یا ناک کی رینٹھ میں بھی آجائے تو روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی نہ کوئی کراہت ہی آتی ہے۔ مسئلہ اگر ناک میں آپ ہی آپ دھواں یا گرد و غبار یا چکی پیسنے میں آٹا چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح اگر حلق میں مکھی یا مچھر وغیرہ گھس گیا ہو تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مسئلہ منہ کے اندر تھوک نگلنے یا ناک کو زور سے اوپر کھینچنے سے کہ ناک کی رینٹھ حلق میں چلی جائے روزہ نہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔ مسئلہ اگر خود بخود قے ہوگئی اور حلق میں بے اختیار لوٹ گئی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ البتہ خود لوٹانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مسئلہ مرچیں یا تمباکو کوٹنے کے باعث اگر ناک میں دھسک چڑھ جائے تو روزہ نہیں جاتا۔ البتہ قصداً دھواں یا غبار داخل کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ مسئلہ آنکھ یا کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مثانے میں دوا پہنچانا اگر کسی نے اپنی جائے پیشاب میں تیل یا دوا ٹپکائی یا سلائی ڈالی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ خواہ دوا مثانے تک پہنچ جائے۔

احتلام یا عورت کو دیکھ کر انزال ہونا خواب میں انزال ہو جانے اور منی خارج ہو جانے یا عورت کو دیکھ کر شہوت سے بے اختیاری میں منی نکل جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسواک یا برش مسواک کرنے سے خواہ کسی قسم کی تر یا خشک ہو روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ خالی برش دانتوں پر پھیرنے سے بھی روزہ

Marfat.com

خراب نہیں ہوتا۔ برش کیساتھ اور کوئی چیز لگا کر برش کرنے سے روزہ مکروہ ہوگا۔ لیکن حلق میں اتر چلے جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

روزے میں انجکشن انجکشن سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ اسکی وجہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رح نے یہ بیان فرمائی ہے کہ انجکشن کے ذریعے جو دوا جسم میں سرایت کرتی ہے وہ پیٹ میں نہیں پہنچتی اور نہ دماغ کے جوف میں پہنچتی ہے اور روزے کو وہ چیز فاسد کرتی ہے جو دماغ یا پیٹ کے جوف تک پہنچے۔ لہذا مسامات کے ذریعہ جسم میں سرایت کرنیوالی چیز سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ مولانا تھانوی کا حسب ذیل فتویٰ پیش نظر رکھئے:۔

ڈاکٹروں کے تحقیق کرنے سے نیز تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انجکشن کے ذریعہ دوا جوف عروق میں پہنچائی جاتی ہے اور خون کیساتھ شرائین یا اوردہ میں اسکا سریان ہوتا ہے، جوف، دماغ یا جوف، بطن میں پہنچنا ضروری ہے، مطلقاً کسی عضو کے جوف میں یا عروق (شرائین وادردہ) کے جوف میں پہنچنا مفسد صوم نہیں۔ فقہا کی عبارتیں دو طرح پر تقریباً بلکہ حقیقتاً اس دعوے کی تصریح کرتی ہیں۔ اوّل تو یہ ہے کہ فقہا نے زخم پر دوا ڈالنے کو مطلقاً مفسد نہیں فرمایا بلکہ جائفہ یا آمہ کی قید لگائی ہے کیونکہ انہی دو قسموں کے زخموں سے دوا جوف دماغ یا جوف بطن کے اندر پہنچتی ہے۔ ورنہ جوف عروق کے اندر تو دوسری قسم کے زخموں سے بھی دوا پہنچ جاتی ہے۔

۲- دوسرے بہت سی جزئیات فقہیہ مسلمات فقہا میں سے ایسی ہیں جن میں دوا وغیرہ مطلقاً جوف بدن میں تو پہنچ گئی لیکن چونکہ جوف دماغ یا جوف

Marfat.com

مسند میں نہیں پہنچتی اس لئے اسکو مفطر و مفسد صوم نہیں قرار دیا - جیسے مرد کی پیشاب گاہ کے اندر دوا یا تیل چڑھانے سے باتفاق ائمہ ثلاثہ روزہ فاسد نہیں ہوتا -

(۱) ابر الفتاوی کتاب الصیام)

روزے کو مکروہ کرنے اور نہ کرنیوالی چیزیں

بے ضرورت چکھ کر تھوک دینا زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ بغیر ضرورت ایسا کرنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے لیکن اگر کسی کا شوہر بدمزاج ہے اور ترکاری میں نمک مرچ زیادہ ہوجانے کے باعث مارتا ہے تو ایسی صورت میں چکھ کر تھوک دینے سے روزہ مکروہ نہیں (عالمگیری)

کھانیکی چیز چبا کر بچے کو دینا اپنے منہ میں کسی چیز کو چبا کر بچے کو کھلانا بھی مکروہ ہے لیکن مجبوری کی حالت میں مکروہ نہیں لیکن اگر چکھنے چبانے میں ذائقہ حلق میں پہنچ گیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا -

کوئلہ چبانا یا منجن دانتوں کو ملنا دانت میں منجن ملنے یا کوئلہ چبا کر دانت مانجھنے سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے - اور اگر منجن یا کوئلہ حلق میں اتر جائے تو روزہ ٹوٹ جائیگا -

بیویوں سے روزے میں مباشرت وغیرہ روزے میں اپنی بیوی سے مباشرت یعنی گلے لگانا (نہ کہ جماع کرنا) بوسہ لینا یا مساس کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ جماع کا اندیشہ ہو یا انزال کا خوف ہو لیکن اگر ان امور سے اطمینان ہو تو پھر مکروہ نہیں لیکن روزے میں اس قسم کے امور سے

Marfat.com

پرہیز اور احتیاط بہتر ہے مبادا حدود سے آگے نکل جائے چونکہ ان مسائل کی وضاحت نہایت ضروری ہے اسلئے رات دن کی ضرورت کے باعث انکی تفصیل پیش کرنا ضروری سمجھا گیا۔

منہ میں تھوک جمع کرنا روزہ دار کو یہ بھی مکروہ ہے کہ وہ منہ میں تھوک جمع کرے اور نگل جائے۔

فصد اور سینگی لگوانا روزے میں ایسی صورت اختیار کرنا جس سے کمزوری ہو جائے مثلاً فصد کھلوانا یا سینگی لگوانا مکروہ ہے لیکن اگر کمزوری نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

روزے میں کلیاں کرنا یا ناک میں پانی دینا اگر گرمی اور تشنگی کے باعث کوئی شخص روزے میں وضو کے علاوہ کلیاں کرے یا ناک میں پانی دے تو ایسا کرنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

ٹھنڈک کیلئے غسل گرمی کے سبب روزے میں ٹھنڈک کیلئے غسل کرنے یا کپڑا پانی میں بھگو کر جسم پر لپیٹنے سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔ ہاں ہر وقت ایسا کرتے رہنا جس سے روزہ تماشہ بن جائے مناسب نہیں۔

رات کا واجب غسل اگر رات میں کسی نے بیوی سے جماع کیا اور صبح ہوتے تک نہیں نہایا تو صبح ہونے پر غسل کر لینا چاہیئے۔ روزے میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

قضا فدیہ اور کفارہ

قضا کا مطلب مذکورہ بالا مسائل میں بار بار قضا کا لفظ آیا ہے اسکا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شرعی عذر کے باعث روزہ نہ رکھ سکا یا شرعی عذر کے باعث روزہ رکھکر توڑنا پڑا تو اسکے بدلے میں رمضان کے بعد اور روزہ رکھنا قضا کہلاتا ہے۔ روزے کسی

Marfat.com

کی طرف سے قضا کرنے سے ادا نہیں ہوتے۔ بلکہ خود ہی قضا کرنے سے ادا ہوتے ہیں۔

خرابیٔ دماغ میں روزوں کی قضا

اگر کوئی شخص تمام رمضان پاگل رہا تو اس پر رمضان کے روزوں کی قضا نہیں ہے۔ البتہ اگر بعض ایام میں جنون اور دیوانگی طاری رہی اور پھر اچھا ہو گیا تو رمضان کے باقی روزے رکھے اور جو چند روزے دیوانگی میں نہ رکھ سکا ان کی بعد رمضان قضا کرے۔

کفارہ

رمضان کے روزے کو بغیر عذر شرعی جان کر توڑ دینے کی سزا کا نام کفارہ ہے۔ ایسے شخص کی سزا غلام آزاد کرنا۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا حیض کے سوا باقی تمام صورتوں میں اگر اگر کفارے کے روزوں میں تسلسل ٹوٹ جائے گا تو پھر از سر نو روزے رکھنے پڑیں گے۔ اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح شام دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے۔

قیمت کی ادائیگی

اگر دو وقت کے ساٹھ مسکینوں کے کھانا کھلانے کی بجائے کھانے کی قیمت ادا کر دے تو بھی درست ہے۔ اور اگر قیمت کی بجائے کچا اناج دے دے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ

اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ میری طرف سے کفارہ ادا کر دیجئے اور اس نے کھانا کھلا دیا یا قیمت ادا کر دی یا اناج دے دیا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر کسی نے بغیر کہے ادا کر دیا تو کفارہ ادا نہ ہو گا۔

مسئلہ

اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک کھانا کھلایا جائے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا اسی طرح اگر قیمت یا کچا اناج ساٹھ دن تک ایک ہی مسکین کو

Marfat.com

دیا جاتا رہا تو بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ اگر ساٹھ دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا بلکہ کچھ وقت یا دن ناغہ ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔ بقیہ ایام میں کھانا پورا کیا جائے۔

مسئلہ اگر ساٹھ دن کا حساب کر کے ایک فقیر کو ایک دن دے دیا تو پھر کفارہ ادا نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر ایک فقیر کو ایک ہی دن میں ساٹھ مرتبہ کر کے دیا تو صرف ایک فقیر کا کھانا ادا ہو گا انسٹھ (۵۹) مسکینوں کا کھانا باقی رہ جائے گا۔ بہرحال قیمت ہو یا کھانا یا کچا اناج ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

ایک مسکین کا کچّا اناج اگر کسی فقیر یا مسکین کو کچّا اناج دینا ہو تو صدقۂ فطر کی برابر یعنی تقریباً دو سیر کچے گیہوں دینے چاہئیں اگر باجرہ یا جوار دینی ہو تو گیہوں سے دوگنی دی جانی چاہیئے۔

فدیہ دائمی بیماری یا بڑھاپے کی صورت میں جب روزے قضا ہو جائیں اور ان کے لئے صحت یا قوت کا موقع نہ مل سکنے کی صورت میں ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو دو سیر گیہوں یا اسکی قیمت دیدینے کا نام فدیہ ہے۔ اور اگر کسی مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے تو اس سے بھی فدیہ ادا ہو جائے گا۔

ا۔ اگر گیہوں کئی مسکینوں کو تھوڑے تھوڑے کر کے تقسیم کر دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔ یا ان کی قیمت تھوڑی تھوڑی مستحقین کو دے دی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

Marfat.com

۲- مریض یا بوڑھا اگر اچھا ہو جائے یا روزہ رکھنے کی اس میں طاقت آجائے تو روزوں کی قضا ان کے ذمے ضروری ہے۔ فدیئے کا ثواب ان کو علیحدہ مل جائے گا۔

۳- اگر کوئی شخص مرگیا اور اس نے روزوں کے فدیئے کی وصیت کی تو اس کی تجہیز وتکفین اور اگر قرض ہے تو اس کی ادائیگی کے بعد جو مال بچ رہا اس کے تہائی حصے میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے۔ باقی مال ورثہ کا حق ہے۔ اگر متوفی نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور اس کی اولاد نے اپنے پاس سے ادا کر دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

عید رمضان اور صدقۂ فطر

صدقۂ فطر ہلال عید آسمان پر طلوع ہوتے ہی رمضان المبارک کا مہینہ ختم ہو گیا۔ اگلے روز عید الفطر کا مبارک دن آیا۔ ماہ رمضان المبارک کے اہم فریضے سے عہدہ برآ ہونے کے شکریئے میں نماز عید واجب کی گئی۔ یہ مسلمانوں کے لیئے خوشی کا اسلامی دن ہے۔ اس عید کی رات بھی نہایت مقدس وبابرکت ہے۔ حدیث میں ہے جو شخص عید الفطر اور عید الضحٰی کی راتوں میں عبادت کرے گا تو اس کا دل قیامت کے دن کی دہشتوں سے محفوظ رہے گا جس دن کہ لوگ قیامت کی سختیوں سے پریشان ہونگے۔

بہر حال عید خوشی کا دن ہے۔ اپنی خوشی مناتے وقت مسلمان غریبوں اور بچوں کی خوشیوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے اور وہ لوگ جن پر زکوٰۃ واجب

Marfat.com

ہے وہ اپنے مال سے غریبوں کو صدقۂ فطر ادا کر کے انکی خوشیوں کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔

فضیلت صدقہ

حدیث میں ہے کہ صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ ایک طرف سے بلائیں آتی ہیں اور دوسری طرف سے صدقہ چلتا ہے۔ اور دونوں میں مقابلہ ہوتا ہے تاآنکہ صدقہ بلاؤں کو پیچھے ہٹا دیتا ہے اور دونوں میں مقابلہ ہوتا ہے تاآنکہ صدقہ بلاؤں کو پیچھے ہٹا دیتا ہے اور صاحب صدقہ کی بلاؤں سے حفاظت کرتا ہے۔

صدقہ کس پر واجب ہے

صدقہ ہر اس مسلمان مرد عاقل و بالغ اور ہر مسلمان عورت عاقلہ و بالغہ پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو یعنی اس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا سونے کا زیور یا ساڑھے باون تولے چاندی یا زیور یا نوٹ ہوں۔ یا نصاب زکوٰۃ کے مطابق اس کے پاس سونا چاندی یا روپیہ تو نہیں ہے لیکن ضرورت کے سامان سے زیادہ اتنی قیمت کا سامان ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔ تو ایسے مرد اور عورت پر عید کے دن صدقۂ فطر واجب ہے خواہ وہ تجارت کا مال ہو یا نہ ہو اور خواہ سال پورا گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اس صدقے کو صدقۂ فطر کہا جاتا ہے۔

مسائل صدقہ

اگر کسی کے پاس دو مکان ہیں۔ ایک مکان ضرورت سے زیادہ ہے۔ کہ خالی پڑا ہے یا کرائے پر دے رکھا ہے اس پر گذران موقوف نہیں تو پھر اس مکان کی قیمت اگر نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ سامان ہے اور وہ مقروض بھی ہے تو قرضے کو ضرورت سے زیادہ سامان کی قیمت میں سے

Marfat.com

نکال کر دیکھنا چاہیئے کہ بقیہ روپیہ نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اگر پہنچتا ہے تو صدقہ فطر واجب ہے ورنہ نہیں۔

صدقہ کب واجب ہوتا ہے

عید کے دن صبح صادق کے وقت جو زندہ ہے اس وقت صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اگر کوئی پہلے مر گیا تو صدقہ واجب نہ ہوا اگر کوئی بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا تو اس پر بھی صدقہ نہیں ہے۔ صدقہ عید کی نماز سے پہلے ہی ادا کر دینا چاہیئے۔ اگر پہلے نہ ادا کر سکا تو بعد میں ادا کر دے۔ بہرحال اسکے ذمے سے ساقط نہ ہوگا۔ مسئلہ ۱ اگر کوئی شخص رمضان ہی میں صدقہ ادا کر دے تو بھی ادا ہو جائیگا۔ مسئلہ ۲ اگر کسی شخص نے روزے نہیں رکھے تو صدقۂ فطر اسکو بھی ادا کرنا واجب ہے۔ مسئلہ ۳۔ اگر ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدیا یا کئی فقیروں کو دیا دونوں صورتیں جائز ہیں۔ اسی طرح اگر کئی آدمیوں کا صدقہ ایک ہی فقیر کو دیدیا تو یہ بھی جائز ہے۔ مسئلہ ۴۔ صدقہ فطر غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔ البتہ قربانی کا گوشت اپنے حصے میں سے دے سکتا ہے۔ مسئلہ ۵۔ صدقۂ فطر اپنی طرف سے اپنی بیوی اور بچوں کی طرف سے ادا کرنا بھی یا تو ہے۔ اگر بیوی اور جوان اولاد مالدار ہیں تو پھر وہ اپنا صدقہ خود ادا کریں۔

صدقۂ فطر کسکو دینا چاہیئے

ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، اپنی اولاد بیٹے، پوتے، پوتیوں، نواسے اور نواسیوں کے علاوہ سب قریبی رشتہ داروں اور دوسرے غریبوں کو جن پر زکوٰۃ واجب نہیں صدقۂ فطر دینا جائز ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقہ فطر کی مقدار اسّی کی تول سے پونے دو سیر کچھ گیہوں اور ایک چھٹانک گیہوں ہوتی ہے۔ پورے دو سیر دیدینا بہتر ہے یہی مقدار جو کی ہے۔ اگر گیہوں اور جو کے علاوہ باجرہ یا کوئی چیز ہو تو اتنی دے کہ دو سیر

گیہوں یا جو کے برابر اسکی قیمت ہو۔ اگر کوئی شخص صدقہ فطر کے غلے کی قیمت ادا کرے تو

تو یہ ادا بھی بہتر ہے۔

نماز عید الفطر

عید کے روز اچھے پاس جو اچھے کپڑے ہوں وہ زیب تن کرے غسل کرے خوشبو لگائے صدقہ فطر ادا کرکے نماز کے لئے روانہ ہو راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد آہستہ آواز سے پڑھتا جائے پیدل جائے اور دوسرے

نماز عید کا طریقہ دو رکعت نماز واجب مع چھ تکبیروں کی نیت باندھکر پڑھے پھر تین تکبیریں امام کیساتھ پڑھے۔ بعد ازاں امام صاحب الحمد اور کوئی سورۃ پڑھکر سجدہ میں چلے جائینگے۔ اور دونوں سجدے کر کے کھڑے ہو جائینگے۔ اور الحمد اور دوسری سورۃ پڑھکر تین تکبیریں ادا کرینگے اور مقتدی صاحبان بھی ایسا کرینگے اور چوتھی تکبیر جو رکوع کیلئے ہو گی پڑھکر رکوع میں چلے جائینگے۔ سجدوں کے بعد التحیات اور درود شریف پڑھکر سلام پھیرینگے۔ بعد ازاں وہ خطبہ پڑھینگے تمام مقتدی خوشی سے خطبہ سنیں اور پھر دعا مانگ کر اپنے گھر دوسرے راستہ سے واپس آئیں۔ خدا ئے کریم ہمارے روزوں کو ہمیشہ قبول فرمائے اور میری اس ناچیز تحریر کو بھی شرف قبولیت بخشے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی محمد واصحابہ وآلہ وازواجہ اجمعین ۔

شکریہ میں پروفیسر عبدالدین اور ڈاکٹر بشیر احمد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اخلاقی اور فراہمی کتب کی معاونت فرمائی۔

محمد انوار الحسن شیر کوٹی

مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۶۲ء

مطابق ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۸۱ھ

بروز جمعۃ المبارک سوا آٹھ بجے صبح

Marfat.com